یہ آسماں بھی رستہ ہے

پروفیسر احمد رفیق اختر

Marfat.com

یہ آسماں بھی رستہ ہے

پروفیسر احمد رفیق اختر

مؤلف: پروفیسر سید نسیم تقی جعفری

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

297.4 Ahmad Rafiq Akhtar, Prof.
Yeh Aasma Bee Rastah Hai/ Prof.
Ahmad Rafiq Akhtar.- Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2005.
255pp.
1. Islam - Sufism. I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز / مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے

۲۹۷.۴
ا.۳ ی
24072

2005
نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN 969-35-1701-6

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), P.O. Box 997 Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 7220100-7228143 Fax: 7245101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com
Chowk Urdu Bazar Lahore. Pakistan. Phone 7667970

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

Marfat.com

بیدار لمحوں کی اُس الوہی کہکشاں کے نام
جو آدمِ خاکی کے عزم کے صحرا کی گرد کو
اپنے صبیح چہرے پر ملنے کی آرزومند ہے۔

جمال ترتیب

افکار کی معنوی شعاعوں کا ارتعاش 9

مذہبی فکر میں انحطاط

لیکچر 15

سوالات و جوابات

حقیقی شہید کون ہے؟ 41

گناہ اور ثواب کے اثرات 42

حضورؐ پر جادو کیسے اور کیوں ہوا؟ 44

خواتین کو ہدف تنقید بنانے کا رواج 47

اسلامی تاریخ میں سفر نامہ

لیکچر 49

سوالات و جوابات

کیا خدا بھی خوشامد پسند ہے؟ 66

Marfat.com

اللہ کے دوست کی شناخت 67

عصرِ حاضر میں اجماع کی ضرورت 68

انسان کے پاس اللہ کی امانت کیا ہے؟ 76

ایمان بیم و رجا کے درمیان

لیکچر 78

سوالات و جوابات

امام مہدیؑ کا ظہور دین کے غلبے کی ضمانت ہے۔ 93

محبت اور عقیدت کا مفہوم 94

اللہ کی خشیت کا ہمہ گیر فلسفہ 109

اللہ کے خوف کی معنوی پرتیں 112

خطاب اکادمی ادبیات اسلام آباد

لیکچر 115

سوالات و جوابات

انسان کے اختیار کی حدود 137

کامیاب معاشرتی زندگی کا راز 140

اللہ کے دوست کی توہین 141

عقیدے اور عمل کا ربط 149

Marfat.com

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

لیکچر 153

سوالات وجوابات

ابو جہل موحد تھا لیکن منکر رسول کیوں؟ 173

اللہ کی واحدانیت اور رسالتؐ کی شہادتیں 174

کیا جہاد کی فرضیت انفرادی ہے؟ 178

قحط الرجال سے کیا مراد ہے؟ 182

سورہ بقرہ کا قرآنی پس منظر

لیکچر 183

سوالات وجوابات

اسلامی ممالک میں اسلامی حکومت کے قیام کا فقدان 198

ایمان کو مستحکم کرنے کا ایک نسخہ 200

ادب میں اقبال اور ملٹن کا مقام 202

حیات بعد ممات کا فلسفہ 202

مذہب اور سائنس

لیکچر 205

سوالات وجوابات

مسلمان کے نصیب میں رسوائی کیوں؟ 217

عمل کے انتخاب کی کسوٹی 218
اسلام میں جارحیت کی گنجائش؟ 221
اسلام میں غریبوں کی فلاح کا نظام 223

ظہورِ قدسی کا فکری جائزہ

لیکچر 226
سوالات وجوابات
یاجوج ماجوج کی کہانی 248
بچوں کی کردار سازی میں اسلام کا کردار 249
موحد کا خبطی ہونا کیا گناہوں سے برأت ہے؟ 250
غیر متوازن ماحول میں انسان متوازن کیونکر ہو؟ 253

Marfat.com

افکار کی معنوی شعاعوں کا ارتعاش

ہم فکری طور پر اس قدر غریب اور مفلس ہو گئے ہیں کہ ہمارے نزدیک نظریات، تصورات اور اصطلاحات کا یکسر مفہوم ہی مل گیا ہے۔ ہمارے سامنے افکار نئے مفاہیم کے پیکر میں ڈھل رہے ہیں۔ اقدار مسلسل بدل رہی ہیں۔ ضعیف الاعتقادی کی یہ حالت ہے کہ ہر دیوانہ فرزانہ دکھائی دیتا ہے۔ مجنون اور فاتر العقل دانا اور حکیم بن بیٹھے ہیں۔ پستی بلندی ہو گئی ہے اور بلندی کا نشان تک دکھائی نہیں دیتا ہے۔ کرن سورج کو ڈسنے لگی ہے۔ قطرہ سمندر پی رہا ہے اور خوشبو پھول کے وجود پر الزام ہے۔ انہی فکری مغالطوں اور ہوشربا تغیرات نے ہماری زندگی کے حسن کو چاٹ لیا ہے۔ ہر لہر کے تعاقب میں دوسری لہر ہے۔ ہر مفہوم کے پیچھے ایک نیا مفہوم ہے۔ اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں روشنی، پھول اور سچ کا نعم البدل میسر آ گیا ہے حالانکہ یہ مانی ہوئی حقیقت ہے کہ جس قوم اور معاشرے کو حق کا نعم البدل مل جائے تو پھر اس کا تباہ و برباد ہونا یقیناً ٹھہر جاتا ہے۔ درحقیقت روشنی، پھول اور سچ کا substitute ہوتا ہی نہیں ہے۔ کاش ہم ان کائناتی سچائیوں کو اپنے اصل روپ اور حقیقی مفہوم ہی میں دیکھ سکتے اور ان کا عرفان حاصل کرنے کے لئے اپنی مرضی، خواہش اور پسند کو ہرگز شامل نہ کرتے۔ کاش ہم سچ اور حق کے تابع ہوتے اور سچ اور حق کو اپنا تابع نہ بناتے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے ایسا نہیں کیا ہے۔ اس کی اساسی وجہ یہ ہے کہ ہمیں فکری اور مذہبی اعتبار سے آزاد ہی نہیں چھوڑا گیا ہے۔ ہمیں ہمیشہ محدود اور مخصوص نقطۂ نگاہ کا پابند اور عادی بنایا گیا ہے۔ اس کا فطری نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہم منطق اور حقیقی فلسفے کی دنیا میں غریب ہو گئے ہیں اور رفتہ رفتہ ہماری علمی اور فکری ترجیحات ہی بدل گئی ہیں۔

ہم بے یقینی کے اس اندھے جنگل میں اپنا رستہ کھو چکے ہیں۔ ہمیں اپنی منزل سے کوسوں دور فاصلوں کی خلیج نے نگل لیا ہے۔ فرعون اور نمرود کی زندگی ہماری خواہش ہے اور ابراہیمؑ

Marfat.com

اور موسیٰؑ کا انجام ہماری حسرت ہے۔اس دوغلے پن نے ہمارا حلیہ بگاڑ دیا ہے۔یہی ہمارا خوفناک اور المناک المیہ ہے۔ہم مومن بنتے بنتے منافق ہو گئے ہیں۔اب ہم نے دنیا کی ہوس میں آخرت بھی گنوادی ہے۔ہم نے اپنا سب کچھ اپنے پیر کے حوالے نہیں کیا ہے۔ہم ایک نمبر مرید بھی نہیں بن سکے ہیں۔ہم جہنم کے خوف سے عابد ہیں اور جنت کے لالچ میں زاہد ہیں۔ہمارا خارج خوبصورت ہے اور باطن بدصورت ہے۔ہم ساجد ہیں مگر مسجود سے دور ہیں۔ہم عابد ہیں مگر معبود سے لاتعلق ہیں۔ہمارے اعمال کھوکھلے ہیں۔ہمارا اخلاق مصنوعی ہے۔ہم ظاہر کے بندے ہیں اور ہمارے اندر اندھیرا ہے۔ہماری عقیدت ایک دھوکہ ہے اور ایثار مشکوک ہے۔ہم بھنور کے قیدی ہیں۔ہم دائروں میں رہتے ہیں اور سفر سے ڈرتے ہیں۔چاندنی پہ مرتے ہیں اور روشنی سے ڈرتے ہیں۔ہم لکیر کے فقیر ہیں۔ہم دائرے کے سفر میں ہیں۔ہم فکری رسموں اور روایات کے پابند ہیں۔

اس کربناک منافقانہ کلچر سے ہمارے عقائد، اعتقادات اور نظریات کو بھی شدید دھچکا لگا ہے۔ایمان ہمارے سینوں سے جلاوطن ہے۔خوبصورت عقائد کی مضبوط دیواروں میں دراڑیں پڑ چکی ہیں۔مذہب محض رسم و رواج کی صورت اختیار کر گیا ہے۔اسلام کے آنگن میں اندھیرا ہے۔اللہ اپنے گھر میں اجنبی ہے۔یہاں جادوگر، کاہن، خراص، عامل اور جوتشی طاقتور ہیں اور اللہ کمزور ہے۔ہم اپنی بہترین صلاحیتیں اور کوششیں ان اوٹ پٹانگ اور بے بنیاد کاموں میں صرف کر رہے ہیں۔ہمارے مولوی اور مذہبی طبقے نے مذہب کو چیستاں اور گورکھ دھندا بنا دیا ہے۔خدا کی ہمسائیگی اور شناخت مشکل ہو گئی ہے۔ایسے میں پروفیسر احمد رفیق اختر ایک معتبر آواز بن کر سامنے آتے ہیں۔انہوں نے عام انسانوں کے لئے دین کے عرفان اور خدا کی شناخت کو آسان بنانے کی کوشش کی ہے۔انہوں نے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو اللہ پر اعتماد کرنے کا حوصلہ اور شعور عطا کیا ہے۔

ان کے نزدیک خدا رحمٰن و رحیم ہے اور رحمت کا سب سے بڑا حوالہ ہے۔لہٰذا جو لوگ مذہب کو صرف اور صرف سزا، خوف، ملال اور عذاب کی چبھن سے تعبیر کرتے ہیں، یہ ان کا ذاتی خیال تو ہو سکتا ہے لیکن اس کا مذہب سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ رحمت اللہ کا ایک انسٹی ٹیوشن ہے جہاں فقط رحمٰن اور رحیم کی حکمرانی ہے۔اللہ کے انہی دو ناموں کا سکہ سارے عالم پہ چلتا ہے۔یہ ساری کائنات اللہ کی رحمت اور کرم کے سایۂ عاطفت میں ہے۔اللہ کی رحمت گمان کی طرح ہے یعنی جو گمان کرے گا کہ اللہ سے بڑا رحیم، کریم اس کائنات میں کوئی نہیں ہے اور وہ اپنی مخلوق پر ہر صورت میں ایک ماں کی محبت سے بھی سو گنا زیادہ مہربان ہے تو ایسا شخص کبھی

Marfat.com

بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہو سکتا ہے اور اس کے نصیب میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بخشش اور نجات لکھ دی جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی شخص سو بار بھی خطا اور گناہ کا مرتکب ہو اور اس کا ایمان اور یقین اس بات پہ کامل ہو کہ اللہ معاف کرنے پر قادر ہے اور اس نے ہر حال میں اپنے بندے کو معاف کرنا ہے کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے تو ایسے صاحب ایمان اور صاحب ایقان پر اللہ کی رحمت ارزاں ہو جاتی ہے۔ اللہ ایسے انسان کے گمان سے از حد خوش ہوتا ہے جو گناہ کرنے کے بعد یہ سمجھتا ہے کہ اس کائنات میں، اسے کوئی بخشنے والا موجود ہے۔ اس فلسفے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ گناہوں اور خطاؤں کی بخشش اللہ کا اختیار ہے اور اللہ کو اپنے اس قطعی اختیار کے استعمال سے کون روک سکتا ہے؟ اللہ جس طرح چاہے، جب چاہے اور جس کے لئے چاہے اپنی رحمت کو عام کر سکتا ہے۔ اس کی رحمت تو گناہ گاروں اور خطا کاروں کو معاف کرنے کے بہانے تلاش کرتی رہتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ اس مفہوم کو جابجا بیان کرتا ہے کہ تم میرے بندوں کو کیوں خبر نہیں دیتے ہو کہ میں تو ہر حال میں انہیں بخشنے اور معاف کرنے والا ہوں لیکن بعض صورتوں میں میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔ اس نکتے کا سیدھا سا مطلب یہ بنتا ہے کہ اگر انسان ہر صورت میں اپنے رب کو رحمٰن، رحیم، کریم، غفور اور رؤف مانتا ہے تو پھر اس کے لئے کسی طرح کے عذاب سزا اور خوف کی وعید نہیں ہے۔ اصل میں بنیادی بات یہ ہے کہ انسان رحمت پروردگار کو اپنے لئے گناہ اور خطا کی آمادگی کا مستقل ذریعہ نہ قرار دے اور اپنے آپ کو اسراف کا شکار اور عادی نہ بنائے کیونکہ اسراف گناہ اور خطا کی ایک ٹیکنیکل وضاحت ہے۔ اسراف میں کوئی خیر کا پہلو نہیں ہے۔ اس میں انسان کے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے۔

اس سے ہر حال میں بچنا از بس لازم ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوسی بھی تو ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے والے لوگوں کے نصیب میں کبھی بھی کامیابی نہیں ہوتی ہے۔ جب اللہ قرآن میں اعلان کرتا ہے کہ وہ بے شک تمام گناہوں کو معاف کرنے والا ہے تو پھر کسی انسان کی کیا مجال ہے کہ وہ اللہ کے اس قطعی اختیار اور حق کو چیلنج کرے اور اس کی رحمت سے مایوس ہو کر اپنے لئے بربادی اور ناکامی کا سامان اکٹھا کرے۔ ان کو ہر حال میں اپنے مالک اور خالق کے حکم کا پابند ہونا چاہیے۔ یہ انسان کو قطعی زیب نہیں دیتا ہے کہ وہ اللہ کے اختیارات اور نظام کو اپنی محدود حکمت اور دانائی کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرے۔ پروفیسر احمد رفیق اختر کا اس زمانے میں علمی کنٹری بیوشن یہ ہے کہ انہوں نے خدا اور مذہب کی معرفت کو عام انسانوں کے لئے

Marfat.com

آسان اور عام فہم بنا دیا ہے۔ پروفیسر صاحب مسلسل اس نکتے کو واضح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ خدا اپنی مخلوق کے لئے از حد مہربان ہے۔ وہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اس کرۂ ارض پر بسنے والے تمام افراد اس کی نظر میں برابر ہیں۔ وہ سب کے ساتھ عدل کرنے والا ہے۔ وہ کسی کے ساتھ بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔ وہ اپنے دوستوں اور چاہنے والوں کو کیونکر فراموش کر سکتا ہے؟ جبکہ وہ تو اپنے دشمنوں کی بھی پرورش کرتا ہے اور اس کے دستر خوان پر ہر قوم پلتی ہے۔ قرآن میں اس طرح کا مفہوم جا بجا ملتا ہے کہ اللہ ساری کائنات کو رزق عطا کرتا ہے۔ وہ موافق ہوائیں چلاتا ہے۔ بارشیں برساتا ہے۔ دھوپ اور چاندنی تقسیم کرتا ہے۔ زمین کو روئیدگی سے نوازتا ہے۔ اس کی نوازش اور نعمتیں سب کے لئے یکساں ہیں۔ اللہ ہر حال میں اپنی مخلوق پر رحم کرنے والا ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ تمام لوگ جنت میں اللہ کی رحمت ہی سے داخل ہونگے۔ اس کی رحمت بے پایاں اور مسلسل ہے۔ وہ اپنی مخلوق کا امتحان اپنے ظرف کے مطابق ہی لے گا اور اس کا ظرف یقیناً عالی اور لطیف ہے۔ اس کا کرم اور التفات ہماری خطاؤں، فروگزاشتوں اور کج اداؤں سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عالم کبھی بھی کم علم کو سزا نہیں دیتا ہے۔ اس نورانی نکتے کے تحت یقیناً اللہ کی آزمائش اور حساب کتاب بھی اس کے اپنے علم، حکمت، اور ظرف کے مطابق ہی ہوگا۔ توحید کے اس مثبت اور مشفقانہ پہلو کا نفسیاتی فائدہ یہ ہوگا کہ خلق خدا کو اعتماد اور محبت سے خدا کے قرب میں آنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور جب انسان دامن رحمت پروردگار کے سائے میں بیٹھنے کے لائق ہو جاتا ہے تو پھر اس کو شریعت کے تمام احکامات پر عمل پیرا ہونے کا موقع بھی میسر آسکتا ہے۔ اسی بلند تر مقصد کے حصول کے لئے پروفیسر صاحب اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہر حال میں انسان کا خدا سے تعلق مضبوط ہو کیونکہ وہ اس تلخ حقیقت سے آگاہ ہیں کہ ہمارے نام نہاد مذہبی طبقے اور افراد نے اپنے سخت متعصّبانہ اور کرخت رویوں کی وجہ سے مذہب کو ایک ہوّا بنا دیا ہے اور عام لوگ مذہب کی اس خوفناک غیر حقیقی اور غیر سائنسی صورت کو قبول کرنے سے گریزاں ہو چکے ہیں۔ اس پرفتن اور پر آشوب دور میں لوگوں کے دلوں میں مذہب کی رغبت کا احساس دلانا اور مذہب کی حقانیت اور صداقت کو دلائل اور براہین سے ثابت کرنا یقیناً ایک مستحسن عمل ہے۔ میں یہاں پروفیسر احمد رفیق اختر کو اس بات کی داد دیتا ہوں کہ وہ بطریق احسن مذہب کی روحانی اور فکری صداقتوں کی لافانی خوشبوؤں کو عام کر رہے ہیں اور اس بات کو Establish کر رہے ہیں کہ مذہب میں انسان کی نجات ہے اور مذہب ہی انسانی زندگی کی فلاح کا ضامن ہے۔

Marfat.com

پروفیسر صاحب کا یہ کمال ہے کہ وہ عصر حاضر میں قرآنی حقائق، مذہبی فلسفے اور دین کی تعلیمات کو اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ اس میں فکری تازگی، جمالیاتی شگفتگی، سائنسی جدت اور روحانی پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے۔ میرے نزدیک پروفیسر صاحب لمحہ موجود میں ایسے دانشور ہیں جو علامہ اقبال کی طرح دنیا بھر کے قدیم اور جدید فلسفہ ہائے فکر کو کھنگالنے کے بعد بھی اپنے مذہب کی آسمانی سچائیوں اور تہذیب وتمدن پر پختہ یقین رکھتے ہیں اور انہیں کسی لمحے بھی نام نہاد ترقی یافتہ اور جدید مغربی نظریات وتصورات کا حامل دانشور بننے کے لئے قرآن، مذہب اور خدا سے فکری برگشتگی کا اعلان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ قرآن اور مذہب کی ہر بات حتمی اور قطعی حقیقت ہے۔ اس میں کسی قسم کا فکری، علمی اور سائنسی ابہام نہیں ہے۔

پروفیسر احمد رفیق کے نزدیک مذہب فکری خلجان اور علمی انتشار کا نام نہیں ہے بلکہ مذہب کو وہ ایک ایسا روشن راستہ قرار دیتے ہیں جس پر انسان گامزن ہو کر اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ پروفیسر صاحب کے فلسفۂ مذہب کی آخری منزل اللہ ہے۔ وہ ہمہ وقت اسی منزل کے حصول کیلئے بے تاب رہتے ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ اللہ مومن کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے لیکن اس کی قربت اور ہمسائیگی کا حصول انسان کی شدید تڑپ، بے پایاں جستجو اور صادق طلب کے بغیر ممکن نہیں ہے یعنی انسان جس شدت محبت سے اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہے گا، اسے اسی شدت اور خلوص سے سرفراز کیا جائے گا اور جو لوگ غفلت اور بے عملی کا شکار ہیں اور جنھوں نے اپنے رب کو فراموش کر دیا ہے، یقیناً خدا بھی ان کو فراموش کر دیتا ہے۔ جو لوگ اپنی حالت بدلنے کے لئے بے چین اور بیتاب نہیں ہوتے ہیں، خدا بھی کبھی ان کی حالت نہیں بدلتا ہے۔ یہ قرآن کا واضح اعلان ہے کہ جو افراد اپنے باطن میں تغیر کے قطعی متمنی نہ ہوں تو ان کے خارج میں کیونکر انقلاب رونما ہو سکتا ہے؟ یعنی جو ہجرت ہی نہیں کرنا چاہتے انہیں کبھی بھی وصال نصیب نہیں ہو سکتا ہے۔ دراصل پروفیسر صاحب کا مقصود یہ ہے کہ مومن جہالت کے اندھے کنویں کا قیدی نہیں ہو سکتا ہے بلکہ وہ فراست کے آسمان پر مسلسل امکانات کے روشن آفاق دریافت کرتا رہتا ہے اور اپنے آپ کو تمام فکری، سائنسی اور زمینی حقیقتوں کا امین اور مظہر بنالیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پروفیسر صاحب ہر لمحہ تحقیق اور تجسس کے تازہ جہانوں کی دریافت کو زندگی کا اولین مقصد قرار دیتے ہیں۔
ان کے نزدیک زندگی سوکھے پتے کی رگوں میں چھپ کر بیٹھی بے حسی کا نام نہیں ہے بلکہ دائرہ در دائرہ پھیلتا ہوا عزم اور امکان کا آسمان ہے۔ پروفیسر صاحب اب ہر منزل کو ایک مرحلے کے تناظر

Marfat.com

میں دیکھتے ہیں۔ان کے نزدیک آسمان دنیا کے نیلگوں وسط میں سے گزرنے والی دودھیا پٹی اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ یہ آسمان بھی ایک راستہ ہے۔اس آسمانی گزرگاہ سے کون صاحب توفیق گزرا ہے؟اس عظیم راہرو افلاک کے نقوش پا ہمیں ہر لحہ اک جہان تازہ کو سر کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیؐ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

یعنی جب حضرت انسان کو اپنے مالک حقیقی کی عطا کردہ غیر معمولی صلاحیتوں کا مکمل عرفان ہو جاتا ہے تو پھر یہ بسیط کائنات اس کے لئے ایک جولانگاہ بن جاتی ہے اور وہ اپنے خدا کی آرزوؤں کا حقیقی ترجمان بن کر ستاروں سے آگے آباد دنیاؤں کو سر کرنے کا عزم بالجزم کرتا ہے۔ جب حضرت انسان اس عظیم ترین سفر کا آغاز کرتا ہے تو اس وقت یہ آسمان بھی اس کے لئے ایک راستہ بن جاتا ہے اور پھر یہ سورج، چاند اور ستارے اس کے زیر نگیں آجاتے ہیں۔یہ "یہ آسماں بھی رستہ ہے" میرے نزدیک حضرت انسان کی انہی عظمتوں کو خراج تحسین پیش کرنے کا ایک استعارہ ہے۔پروفیسر احمد رفیق اختر کی اس کتاب کے نام کے ہر حرف کی آنکھ میں ارتفاع آدم خاکی کا سویرا جذب ہے اور ہر لفظ کی روح چراغ طور کے اجالے سے مستنیر دکھائی دیتی ہے۔اس کتاب کے افکار کی معنوی شعاعوں کا ارتعاش جب آسمانوں تک پہنچے گا تو سدرہ نشینوں کا ردعمل کیا ہوگا؟ یہی بات دیکھنے کی ہے!

عروج آدم خاکی کے منتظر ہیں تمام
یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ نیلگوں افلاک

اب میں آخر میں اس کتاب کی ترتیب و تالیف کے حوالے سے اپنے جن بے بدل دوستوں کے تعاون کی محبتوں کا مقروض ہوں، ان کا قرض چکانے کے لئے محمد آصف اور ظہیر عباس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مؤلف

پروفیسر سید نسیم تقی جعفری

شعبہ اردو

سرور شہید (نشان حیدر) گورنمنٹ کالج گوجر خان

مذہبی فکر میں انحطاط

اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم

خواتین و حضرات میں 1962 میں پہلی دفعہ مظفر آباد آیا تھا اور اس وقت اور آج کے تاثر میں میں نے شہر کو دیکھا تو مجھے عجیب سا لگا۔ اس مرتبہ آتے ہوئے مجھے اس کے حسن و خوبصورتی سے واسطہ پڑا

and I was shocked with the previous identity of the city.

اتنا خوبصورت شہر، اس قدر مہمان نواز لوگ اور اس قدر عزت افزائی کہ مجھے اپنے انکسار پر بھی شرمندگی محسوس ہو رہی ہے۔ ایک دیرینہ غلطی ضرور ہوئی۔ یہ علمی اور فکری موضوع جو مجھے اظہار گفتگو کے لئے دیا گیا ہے۔ دراصل یہ کم از کم ایک صدی پر محیط ہے میں سوچتا ہوں کہ اسے کہاں سے شروع کیا جائے، کتنا وقت میرے پاس ہے، کس نوعیت کی بات کی جائے، جب مذہبی فکر کی بات ہوگی تو یقیناً اعلیٰ ترین وجدانی فکر کی بات ہوگی، انسانی اخلاقی ترقی کی انتہا کی بات ہوگی اور یہ بڑا دشوار عمل ہے کہ اتنے زمانوں کو اتنے مختصر وقت میں کسی بھی accomplishment کے ساتھ ان کا احاطہ کیا جائے۔ بہر حال میں اسے ایک ایسے وقت سے شروع کر رہا ہوں جب سلطان سلیمان ذی شان کی افواج یورپ کے دروازوں پر دستک دے رہی تھیں اور یوگوسلاویہ، البانیہ، بوسینیا، ترک شہسواروں کی تگ و تاز کی زد میں تھی۔

اتنا بڑا بادشاہ اور اتنا magnificent کہ تاریخ میں آج بھی وہ سلیمان ذی شان کے نام سے جانا جاتا ہے اور ایک ادھر صرف ایشیا minor اور یورپ کے دروازوں پہ ہی دستک نہیں دے

Marfat.com

رہے تھے بلکہ اسی زمانے میں پندرھویں اور سولھویں صدی میں دوسری طرف روئے عالم پر جن شہنشاہوں کے ناموں کا سکہ چلتا تھا وہ تینوں کے تینوں مسلمان تھے سلطان عباس صفوی and again he was called Abbas the great ہندوستان میں جلال الدین محمد اکبر and again he was called Akbar the great. ایک ایسے زمانے میں قوت وشوکت وسطوت اسلامیہ اپنے انتہا درجے کی بلندی پہ تھی کہ دنیا میں اگر کوئی تین بڑے بادشاہ تھے تو تینوں مسلمان تھے اور اسی وقت پورے یورپ پر ایک ایسا زمانہ تھا جسے متفق علیہ dark ages کہتے ہیں، اندھیرا اور تاریک دور۔ Mediterranian بحیرہ روم کو ترکوں نے seal کیا ہوا تھا۔ the only way of products and business یہ پورا بحیرہ روم امیر خیر الدین بحر باربروسہ کی زد میں تھا۔ اس کی دہشت کا یہ عالم تھا کہ یورپ میں اس وقت ماؤں کو جب بچوں کو ڈرانا ہوتا تھا تو کہا کرتی تھیں

"Hush the Turks are coming." نہ وہ بلی سے ڈراتی تھیں، نہ وہ چوہوں سے ڈراتی تھیں بلکہ اس وقت یہ عالم تھا عثمانی ترکوں اور خاص طور پر امیر خیر الدین بحر بروسا کہ mediterranian پہ single handed وہی rule کرتا تھا۔ یورپ کی مائیں اپنے بچوں کو جب ڈراتی تھیں تو یہ کہتی تھیں Hush the Turks are coming کہ خاموش ہو جاؤ ورنہ ترک آجائیں گے۔ اس کے back ground میں جب سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ فتح کیا تو ایک بہت بڑی shift ہوئی۔ مذہبی فکر میں بنیادی انحطاط فتح سے ہوا جب فتح ونصرت کے علم بلند ہوئے اور مسلمانوں نے معاشرتی اخلاقی اور علمی طور پر بہت زیادہ عروج پایا اور انہوں نے مملکت اسلامیہ کو بڑی دور تک پہنچا دیا لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمان حکمرانوں نے تکبرات کی ایک دبیز چادر ان کے اردگرد ڈال دی they became careless تمام فتح بڑی اچھی رہی لیکن فتح کا سب سے بڑا نقص یہی ہے کہ انسان اس کی پائیداری اور اس کے تحفظ میں Relax کر جاتا ہے اور تفاخرات میں ڈوب جاتا ہے۔ یہی tragedy اس

Marfat.com

وقت انڈیا میں ہوئی ، ایران میں ہوئی اور یہی tragedy سلطنت عثمانیہ میں ہوئی تو exactly قطعی طور پر مسلمان کا انحطاط سلطنت عثمانیہ کے زوال کے ساتھ شروع ہوا۔ یہ سب کیسے شروع ہوا؟ ہتھیاروں سے تو نہیں شروع ہوا !

fall of constantinople کے وقت اہل یورپ کا یہ حال تھا کہ جب کسی کے سر میں درد ہوتا تھا تو وہ کسی پادری کے پاس جاتے تھے تو وہ یہ کہا کرتا تھا کہ سر میں شیطان گھس گیا ہے

and the only way to cure it

اس کے سر پر بڑے ڈنڈے مارے جاتے تھے اور سر بھی جاتا اور شیطان بھی چلا جاتا۔ سر درد کی گنجائش ہی نہ رہتی۔ اس وقت جو پادری تھا وہ عیسائیت کی تبلیغ کرتا تھا، وہ سرٹیفکیٹ issue کرتا تھا۔ اس کو certificate of redemption کہتے تھے۔ نجات کے سرٹیفکیٹ میں کہا جاتا تھا کہ اگر تم نے جنت میں جانا ہے تو پانچ پاؤنڈ اور اگر درجات جنت میں بلندی چاہیے تو دس پاؤنڈ اور اگر اعلیٰ ترین جنت میں جانا ہے تو بیس پاؤنڈ۔ معاف کیجئے گا آج یہ سلسلہ مسلمانوں میں بھی شروع ہے۔ اس وقت بھی مولوی Priest سرٹیفکیٹ Issue کیا کرتا تھا۔ میں آپ کو اس کے بالکل comparative بتاتا ہوں کہ پاکستان میں اس latest زمانے میں ایک مولوی صاحب نے شاگرد سے کھل کے کہا کہ فلاں جماعت کو چندہ دو تو میں لکھ کر دینے کے لئے تیار ہوں کہ آپ جنت میں جائیں گے۔ تو وہ برخوردار کسی طرح پریشان حال مجھ تک آ گیا۔ یہ بات میں نے سنی، کہنے کی تھی، کیا یہ سچ ہو سکتا ہے؟ تو میں نے کہا کاغذ پنسل لے جاؤ اور مولوی صاحب سے یہ کہہ دو کہ آپ اپنی جنت کی تصدیق لکھ دیں تمہاری بات تو بڑی دور کی ہے۔ فتح کا ایک ناقص ترین نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان

lost researches, lust for knowledge, acquisition for knowledge, lust for curiosity.

ایک جنرل satisfaction مسلمان ممالک پہ چھا گئی اور جہاں ابن سینا پیدا ہوتا تھا اور محمد طوسی پیدا ہوتے تھے اور وہ تحقیق والے لوگ جیسے محمد غزالی یا ابن رشد جیسے محقق پیدا ہوتے تھے وہاں

Marfat.com

علم و تعلیم اتنی خسارے میں چلی گئی کہ

Over a very long period of time, I have not seen a muslim scholar outshining in the field of philosophy, knowledge, sciences and technology.

یہ بہت بڑی بدقسمتی کی بات تھی کہ فتح نے ایک general mental shift پیدا کردی۔ تفاخرات میں ڈوب کر ملت اسلامیہ اس بنیادی عنصر فتح سے محروم ہوگئی جسے ہم علم کہتے ہیں۔ قوموں کے عروج وزوال تحصیل علم اور تحقیق وجستجو سے مرتب ہوتے ہیں۔ جب مسلمانوں سے علم رخصت ہونا شروع ہوگیا تو شہر فارابی سے، شہر ابن رشد سے، تحافتہ الفلاسفہ سے کارڈوا سے travel کرتا ہوا لندن یونیورسٹی تک آیا، کیمرج تک آیا، آکسفورڈ تک گیا۔ یورپ میں نئی تحریکات نے جنم لیا جنھیں ہم Renaissance اور reformation کہتے ہیں۔ تحریک احیائے مذہب اور تحریک احیائے علوم شروع ہوگئیں یہ کتنی عجیب سی بات ہے

what we lost, they started gaining. تحریک احیائے علوم سے بڑے بڑے سکالرز نے جنم لیا اور آج بھی modern فلاسفی کا باوا آدم ڈیکارٹ ہے۔ اگر آپ اسکی کتابیں پڑھیں تو حیرت سے یہ انکشاف ہوگا کہ غزالی کی مثالیں لفظ بہ لفظ اس نے اپنے نام سے درج کردیں۔ حجتہ الاسلام محمد بن احمد الغزالی نے جو proposition اور مثالیں دی تھیں، ڈیکارٹ نے وہ اپنی کتاب میں بالکل اسی طرح بغیر شرمائے نقل کردیں۔ یہ کسی اور کی چیز تھی اس نے اپنے نام سے منسوب کردی۔

یہ زوال مملکت اسلامیہ میں ایسا ظاہر ہوا کہ رفتہ رفتہ ان کی تعلیم، افکار اور ترقی سب زوال آمادہ ہوئے اور

Muslims lost their supremacy, military supremacy and above all supremacy in knowledge and understanding.

Marfat.com

یہ وہ دور تھا جس میں یورپ کی آگہی نے اسے تیزی سے آگے بڑھاتے ہوئے مسلمانوں کو outpace کردیا اور جہاں جہاں ایک متقابل صورت حال پیش آتی گئی تو مسلمان بتدریج انحطاط کا شکار ہوتے گئے اور اس کی واحد وجہ یہ تھی کہ اس دوران کوئی بڑ mystid ٹیچر بھی پیدا نہیں ہوا۔ اسلام میں ہمیشہ جو سب سے بڑا survival رہا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اسلام میں جب کبھی بھی انتہائی Critical Moment آیا تو ضرور کوئی بڑا صوفی استاد پیدا ہوا، جس نے ایسا غیر معمولی وژن دیا کہ عالم اسلام کو از سرنو اپنی ذہنی علمیت اور عظمت رفتہ برقرار رکھنے میں مدد ملی اور امت مسلمہ پر اپنے ذہنی اور اخلاقی اثرات چھوڑے۔ جب Spain میں مسلمان حکومت تباہی کے کنارے پہنچی تو غزالی کے ایک شاگرد الیعقوب المومن نے المؤاحدین کی تحریک کا آغاز کیا اور دو سو سال کے لئے اسلام پھر Spain میں قائم ہوگیا۔ المواحدین کے بعد المرابطین جو یوسف بن تاشفین کی تحریک تھی ان دونوں نے اسی علمی source سے حیات پائی اور اسی علمی زمانہ کی صحبت کا شرف حاصل کرلیا اور مذہبی ماحول کو ایک تازگی بخشی

and they were able to resurrect Islam out of the deluge of defeat.

یہی حال بغداد میں ہوا اور خلفاء مکمل تباہی اور مکمل اضمحلال کا شکار ہوگئے تو فطرت نے بغداد ہی سے الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو پیدا کیا اور ان کی وجہ سے یہ انحطاطِ زمانہ رکا۔ انہی کی وجہ سے مسلمان دوبارہ اپنے

original and genuine prestigeous religion

کی طرف آئے اور انہوں نے اس زوال کو دو سو سال تک تھامے رکھا۔ ہندوستان میں سلطان محمود آف غزنہ جہاں فتوحات کی ایک بارات لیکر آیا وہاں علم کی بھی اک سوغات لیکر آیا اور سید نا علی بن عثمان ہجویریؒ جن کے ورودِ مسعود نے علم و معرفت کی ایک ایسی شمع روشن کی جسے بعد میں چشتیہ اصحاب نے اپنی محبت، اخلاص، نرمی، مروت اور حسن عالمگیر سے اٹھایا اور اس وقت سے خدا کے دین کی طرف local inhabitance کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا خواجہ معین الدین

Marfat.com

چشتی اجمیری ہوں یا خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ ہوں و بختیار کاکیؒ ہوں یا چراغ دہلویؒ ہوں خداوند کریم نے ان بندوں میں محبت کے ایسے سوتے رکھے کہ اہلِ کفر اور اہلِ شرک خدا کی واحدنیت کی طرف مائل ہوئے۔ دنیا میں جہاں جہاں بھی اسلام پہنچا اور جہاں جہاں بھی اللہ کے یہ بندے پہنچے، یہ خالی عالم نہ تھے، یہ فقط علمائے دین نہ تھے بلکہ ان کے ساتھ ان کی مذہبی وضاحتوں کے ساتھ ساتھ، ان کے اخلاقی رتبے چلے اور ان کی اعلیٰ ترین ذہنی صلاحیت بھی تھی۔ یہ پورے مذہب کو بار بار اس نقطے پہ لاتے تھے جہاں آج ہم discuss کر رہے ہیں۔ تمام mystics کا ایک روّیہ رہا اور انحطاطِ اسلامیہ میں ان کا ایک رول رہا کہ عالموں کی انہوں نے shift نہیں کی۔ انہوں نے اعمال کو خالی shift نہیں کیا۔ انہوں نے اعمال کو overstress نہیں کیا بلکہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق "انما الاعمال بالنیات "سب سے پہلے، انہوں نے عمل سے پہلے انسانوں کی نیات کو درست کرنے کے لیے ایک ذہنی جدوجہد کی کیوں کہ نیت کے بغیر عمل صرف قول و فعل ہے اور قول و فعل کی ہم آہنگی بھی منافقانہ ہو سکتی ہے۔ تصوف میں 'mystic' میں مومن میں، ولی میں، متقی میں اور اللہ کے ان نیک بندوں میں اور تمام علماء میں صرف ایک فرق تھا کہ جہاں اچھے عالم قول و فکر کے تضاد کو ختم کرنے پہ زور دیتے تھے۔ تو اہلِ خدا قول و فعل و فکر تینوں کے تضاد ختم کرنے پہ زور دیتے تھے۔ یہ ایک حتمی تعلیم تھی جو صوفیاء اور مومنین کے گروہ نے ہمیں دی کہ تمام افعال مذہب کے بجائے خدا کے لیے رائج ہونے چاہئیں۔ رستے میں گم ہونے کے بجائے منزل کی طرف بڑھنا چاہیے، مذہب چلنے کا راستہ ہے اور destination صرف اللہ ہے۔ جب تک آپ اپنی حتمی destination کو پہلے متعین نہیں کریں گے، ایک بہت بڑی غلطی کا پوری امتِ مسلمہ شکار رہے گی۔ یہ غلطی ہے

confusion in the sense of priority

جب تک آپ ذہنی طور پر اس بنیادی سوال کو حل نہیں کرتے کہ آپ کے ایمان کے مطابق اسلام میں ترجیح اوّل کیا ہے اس وقت تک آپ کو خدا کا مس نہیں ہو سکتا، چاہے آپ ساری عمر طلب خداوند میں گزاریں۔ پروردگارِ عالم کسی بھی صورت میں top priority سے نیچے اترنے کے لیے

تیار نہیں ہے۔

this is one habit of God, on which he never compromises

وہ ایک اعلیٰ ترین اور مکمل ترین priority ہے۔ تخلیقات سے نیچے اپنے مقام سے گریزاں ہے۔ جس دن کوئی مسلمان ذہناً اسے top priority ڈیکلیر کرتا ہے خدا اس کی ہمسائیگی میں اتر آتا ہے۔ وہ کبھی بندے سے دور نہیں ہوتا۔ پھر کیا عجیب بات ہے کہ جس مذہب کے چرچے ہم صبح وشام کرتے ہیں، جس مذہب کے قصیدے صبح وشام اخباروں میں رسالوں میں ،کتابوں میں کرتے ہیں، جس کو ہم خدا کا دین کہتے ہیں، جس کو اللہ کی شناخت کا واحد valid مذہب کہتے ہیں کتنی بدقسمتی کی بات ہے کہ یہ مذہب ہمیں ایک خداشناس نہیں دے رہا۔ یہ ٹریجڈی ہے کہ آپ سوچتے نہیں ہیں کیا اپروچ میں غلطی نہیں ہے؟ کیا ہمیں یہ خیال نہیں آتا کہ اگر تمام مذہب اسلام مل کر بھی ہمیں ایک خداشناس نہیں بخش رہا۔ ایک عبدالقادر جیلانیؒ نہیں بخش رہا، ایک علی بن عثمان ہجویریؒ نہیں بخش رہا تو دورِ حاضر میں یہ غلطی ہوگئی

Why do'nt we go back and try to think? credentials in our religion.

کیوں ہم سختی سے ایک مؤقف پہ قائم رہنے کی کوشش کرتے ہیں؟ کیوں ہم صحت خیال کو ہی ultimate سمجھتے ہیں؟

why do not we come back, try to think?

یہ کیا وجہ ہے کہ ہمیں خدا نہیں مل رہا وہ خدا جو "نحن اقرب الیه من حبل الورید" (ق: آیت 16) کہتا ہے کہ ہم تمہاری رگِ جان کے قریب ہیں وہ لوگ کون ہیں جنہیں وہ رگِ جان کے قریب محسوس ہوتا ہے مگر خدا نے کہا "زین للناس حب الشھوات من النسآء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذھب والفضة والخیل المسومة والانعام والحرث" (آل عمران: آیت 14) اور بیویاں بچے، گھوڑے، سونے چاندی کے برتن ساری کی ساری

Marfat.com

چیزوں میں زینت دی میں ان کی تلاش میں نہیں ان کی جستجو کی مسابقت میں تمہیں نہیں مل سکتا۔ اگر تم نے میری ہی مخلوق کو مجھ پر ترجیح دینا ہے اگر تم نے اپنی بہترین صلاحیتیں عقل اور وقت ان کو دینا ہے تو میں پھر تم سے نہیں مل سکتا۔ کچھ عرصہ پہلے، ''50 سے 70 سال پہلے''، علامہ اقبال نے بہت بڑے مسئلے کی نشاندہی کی کہ جب یورپ اپنی جدید ترین ٹیکنالوجی knowledgeability میں ہمارے سامنے آیا تو مسلمانوں کے دو attitude پیدا ہوئے ایک روّیہ کو fundamentalism کہتے ہیں اور جو دونوں attitude پیدا ہوئے وہ دونوں مسلمان کے لیے صحت مندانہ نہ تھے، ایک تقلید اور ایک تردید مغرب۔ جنہوں نے تردید مغرب اختیار کی انہوں نے علم کی کسی بھی شناخت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے یہ بالکل نہیں سوچا کہ یورپ جس سوغات علم پر آج قائم ہے، وہ ہمارے آباؤ اجداد کے ورثے ہیں۔ انہوں نے اس حدیث پر غور نہیں کیا کہ حکمت میراثِ مومن ہے، جہاں سے اس کا ایک ذرہ بھی ملے اٹھا لو۔ انہوں نے اس چیز پر غور نہیں کیا fundamentalist رویّوں کا صرف ایک مطلب ہے کہ علم کو قبول نہ کرنا fundamental کا اصلی ترجمہ یہ ہے کہ اس وقت کی کسی علمی تحقیق کو قبول نہ کرنا اور اس پر غور وخوض نہ کرنا جب وہ آپ تک پہنچے اس کی تردید کرنا۔ اور یہ fundamentalist attitude یورپ سے اور Spain کی inquisition سے شروع ہوا

اتنے Religious barriers کے بعد جب مسلمانوں کو سپین سے ملک بدر کرنا تھا تو inquisition بیٹھی اور inquisition نے دو choices دیں کہ Christianity یا Expatriation یا عیسائیت قبول کر دیا ملک چھوڑو inquisition اس وقت لگی جب ایک متجسس فکری روح Galileo نے کائنات پر غور کرتے ہوئے کوپرنیکس کی مخالفت میں ایک اصول Cosmos دریافت کیا تو صرف اس دانشور نے inquisition کے خوف سے معافی نامہ لکھ کے دے دیا کہ میں اپنے خیالات سے باز آیا اگرچہ وہ صحیح تھے اگرچہ وہ تکنیکی علمی طور پر صحیح تھا اور آج ہم جدید cosmology کا بانی

2 4 0 2 2

Marfat.com

گلیلیو کو کہتے ہیں تو fundamentalist attitude یورپ سے ہی شروع ہوا اور آج بھی ہے آج اس کی شکل بدل گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان اس الزام سے بری ہے اگر وہاں ایک Adamant attitude قائم ہے تو یہاں بھی یہ attitude قائم ہے اور آپ غور کیجیے کہ پہلی مرتبہ جب لاؤڈ سپیکر آیا تو علمائے اسلام نے اس پہ شیطنت کا فتویٰ دیا۔ ایک سوالنامہ دیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دیو بند بیچ اس مسئلے کے کہ آلۂ مکبر الصوت کا استعمال جائز ہے یا ناجائز، جواب ملا کہ ناجائز۔ اس طرح قرآنِ حکیم بھی ایک وضاحت کرتا ہے۔

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

وہ آیت یہ کہتی تھی کہ جب حضور گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ اللہ کی تعریف کر رہے تھے تو بیچ میں لات و منات کے لفظ آئے تو اہلِ کفر نے کہا لو آج سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارا جھگڑا ختم ہوا وہ بھی آج لات و منات کی بات کر رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا صدمہ ہوا، اتنی زچ محسوس ہوئی کہ اللہ نے اس پر قرآن میں آیت اتاری کہ اے پیغمبر یہ تجھ سے پہلے بھی کئی پیغمبروں سے ہوا، وہ بولتے کچھ تھے اور شیاطین اس میں کچھ ملا کر دوسروں کی سماعت تک کچھ اور پہنچا دیتے تھے تو ایسا کوئی فکر و غم نہ کر۔ اس آیت کو فتویٰ میں quote کیا گیا اور کہا گیا یہ لاؤڈ سپیکر کا ایک جگہ واقع ہوتا ہے اور آواز ادھر سنائی دیتی ہے تو بیچ میں شیطان کچھ ملا دیتا ہے۔ ایک چیز جسے cult کہتے ہیں، جسے خود پرستی کہتے ہیں۔ بت پرستی فزیکل کم ہوتی ہیں، ذہنی زیادہ ہوتی ہیں۔ عقل جہاں رکتی ہے وہاں ایک بت پیدا ہوتا ہے۔ چاہے وہ تعصبات کا بت ہو۔ چاہے وہ کسی کی محبت کا بت ہو۔ عقل جہاں رکے گی وہاں ایک cult ایک مندر بن جاتا ہے اور انسان صحتِ خیال کا اس قدر قائل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی Narcissisim میں نرگسیت، لذت وجود خیال میں جھک کر اپنے آپ کو accomplished اور مکمل سمجھنے لگتا ہے، سوائے خدا کے، سوائے ان لوگوں کے جو عقل کا واحد مقصد خدا تک پہنچنا گنتے ہیں جو علم و حکمت کی بنیادی اساس قربِ خداوند کو سمجھتے ہیں جو اپنے شوق کی منزل پروردگارِ عالم کو قرار دیتے ہیں اور جو اس عظیم و حکیم رب کی قربت کی سعی کے لیے دن اور رات " اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّ قُعُوْداً وَّ عَلٰی

جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " (آل عمران : آیت191) یہ ان اہل صوف کا قائدہ ہے۔ میں جذبیہ ولائت کی بات نہیں کرتا۔ جب زمانے میں بحران بڑھا Scepticism بہت بڑھا شکوک وشبہات پیدا ہونے شروع ہو گئے معتزلہ اٹھے اشاعرہ۔ ماترید لاطینی فلسفے نے بنیاد پرستی کی دھجیاں اڑا دیں۔ اس وقت کوئی عالم انہیں جواب دینے کے قابل نہیں تھا آج بھی نہیں ہے۔ اس وقت تحقیق وجستجو کے میدان میں ایک ایسا group of thinkers اٹھا جنہوں نے اعلیٰ ترین تحصیل علم کی، جنہوں نے انہی کے ہتھیاروں سے انہی سے سیکھا لاطینی فلسفہ بھی سیکھا Roman conjuncture بھی سیکھے، انہوں نے غور وفکر سے علومِ اسلامیہ کو نئی جہت بخشی اور ہر زمانے میں خدا پہ حجت، دلیل اور برہان قائم کی "لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ" (الانفال: آیت42) کیسے پروردگار نے کہا جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا، جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہو۔ کیسی عجیب بات ہے کہ خدا یہ کہہ رہا ہے جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا اور جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ Blind faith is odd خداوند کریم نے Blind faith کے بارے میں کیا کہا۔ ذرا غور کیجئے جسے آپ اساس سمجھتے ہیں جذباتی تعلق کی، بغیر غور وفکر وتجسس کے۔ پروردگار کو آپ اتنی importance نہیں دیتے جتنی ایف اے اور بی اے کے امتحان کو دیتے ہیں۔ آپ اتنا ٹائم بھی اللہ کو نہیں دیتے۔ بغیر غور وفکر کے آپ نے ایک سوغات سنبھالی ہوئی ہے جو پچھلی نسلوں سے چلی آ رہی ہے۔ خدا اہل کفر کو طعنے دیتا ہے تم اگر آباؤ اجداد کے دین پر قائم نہ ہوتے اور تھوڑا سا غور وفکر کرتے تو مجھے ضرور پہچان لیتے۔ یہی بات شاید ہمارے اوپر بھی لاگو ہوتی ہے۔ آپ اللہ کو بے انصاف سمجھتے ہیں کہ جو طعنہ وہ کافر کو دیتا ہے آپ کو نہیں دے گا تو تم جو اندھا دھند پیچھے سے آئی ہوئی بات کو نیچرل کر کے بلائنڈ faith کو معراج زندگی بنا بیٹھے ہو خدا کے ساتھ انصاف تو نہیں کر رہے۔ اس نے تو عقل وشعور کا مقصد ہی صرف ایک بتایا ہے۔ اس نے عقل وشعور کا مقصد سیاست نہیں بتایا، Solving of Personal Problems نہیں بتایا، اس نے حکومتیں چلانا نہیں بتایا، اس نے تو ایک مقصد بتایا

Marfat.com

(آیت)ان ھدینا ہ السبیل میں نے تو عقل وشعور تمہیں صرف اس لئے بخشا " اِمَّا شَاکِراً وَ اِمَّـــا کَـــفُـــوْراً" چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو نہ مانو۔ یہ عقل وشعور تو instrument of judgement ہے۔ معاملات زندگی میں ہمیں پرکھ کا ایک instrument دیا گیا ہے۔ کیا جدائی کے بعد، میثاق کے دن کی جدائی کے بعد، جب ہم نے خدا کے جواب میں کہا جب اس نے ہم سے ایک سوال پوچھا "الست بربکم" (الاعراف :آیت 172) کہ جانتے ہو پہچانتے ہو "قالوا بلیٰ" (الاعراف: آیت 172) سوال ہی نہ تھا انکار کا۔ ایمان اس وقت جبر تھا۔ جلوہ یزداں سامنے تھا "قالوا بلیٰ" (الاعراف: آیت 172) کسی نے سید ہجویرؒ سے پوچھا کہ خدا ظاہر کیوں نہ ہو گیا۔ اگر خدا ظاہر ہو جاتا تو یہ ایمان و بے ایمانی کا مسئلہ تھا۔ جناب شیخ نے فرمایا اگر خدا ظاہر ہو جاتا تو ایمان جبر ہو جاتا۔ مگر ایمان جبر نہیں ہے۔

All instrument of wisdom and thinking is only given to make one decision

من ربک Who is your God? اس انحطاط کے ذمہ دار، اس علمی فکر میں جب خدا مسلمان قوم کی Top priority نہیں رہا، رسول پروردگار کی خواہش امت مسلمہ میں نہیں رہی، جب وہ سکالر جنہیں ہم صوفیاء کہتے ہیں، وہ عالم جو جنید بغدادیؒ کی صورت میں نکلے شیخ علی بن عثمانؒ کی صورت میں نکلے، ایک ایک وہ درس، ایک ایک وہ بات جو انہوں نے انسان کی understanding میں کہی۔ حیرت کی بات ہے کہ آج تک یورپ کا کوئی بھی psychologist کوئی Gestalt کا فلاسفر، کوئی Ethaical سکول کا مدبر، اس بات تک نہیں پہنچا جس کو آج mystic علوم نفس میں explain کر گئے ہیں۔ تصوف کے ساتھ بھی بڑی زیادتی ہوئی۔ یہ کیا چیز ہے؟ Greek فلسفے کا اثر ہے کسی نے کہا یہ خانقاہی نظام ہے۔ کسی نے کہا انسان کے ذہن کی اسیری ہے۔ کسی نے کہا گئے گزروں کا stamp ہے اور اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ طریقت شریعت کی نیت تھی مختصر یہ تھا کہ جسے ہم طریقت کہتے ہیں یہ شریعت کی نیت تھی۔ جب آپ تمام شرعی اعمال بغیر نیت حصول خداوند کے کئے جا رہے ہیں تو وہ

Marfat.com

شرع ہے جب تمام اعمال رضا و محبت خداوند کے لئے کئے جائیں تو وہ طریقت ہے۔ اسی لئے بخاری نے جب حدیث بخاری مرتب کی، اعمال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نقل کیا اس کے پس منظر کو بیان کیا تو ساتھ ایک بات ابتدائیہ میں لکھی کہ میں باب الایمان میں سب سے پہلے اس حدیث کو لایا ہوں کہ تمام افعال بغیر فلاسفی آف ایکٹ کے بے کار ہیں اور تمام اعمال بغیر ذہنی تصدیق کے بے کار ہیں اسی لیے میں پہلی حدیث ایمان میں یہ لایا ہوں کہ "انما الاعمال بالنیات" (صحیح بخاری) جب تک آپ کا کوئی مؤقف واضح نہ ہو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر تمہیں یہ دیکھنا ہو کہ یہ کام تم کیوں کر رہے ہو تو پہلے اس کی نیت کرلو تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا کہ کوئی کام تم کیوں کرتے ہو؟ یہ وہ وقت ہے جب اقبال نے آکر یہ محسوس کیا کہ یورپ کے اس چڑھتے ہوئے اک فتنہء کی وجہ سے، ابلاغ کی وجہ سے اور اتنی زیادہ مشہور کن ایجادات کی وجہ سے، فائیو سٹار ہوٹلز کے کلچر کی وجہ سے، یہ کتنا عجیب سا لگتا ہے کہ فائیو سٹار ہوٹلز میں خدا کی بات نہیں ہوتی، اس لئے نہیں ہو سکتی کہ وہ ماحول خدا کے ماحول سے جدا ہے۔ اس لئے کہ خدا کا concept رویہ انحطاط ہے۔ ایک پرانی سی شے ہے علی بابا کی طرح سرخ ٹوپی پہنے ہوئے بیٹھا ہوا ہے وہ دور رفتہ سے آگے نکلا ہی نہیں ہے۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہمارے علمی انحطاط کا یہ عالم ہے کہ قرآن کی تفسیر اور قرآن کا ابلاغ دور وسطیٰ سے آگے نہیں آیا بارھویں اور تیرھویں صدی سے آگے نہیں آیا۔

کچھ جدید مفکر جن کے علم بعض اوقات اتنے ناقص ہوتے ہیں کہ وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ جو رائے دیتے ہیں، وہ ان کی اپنی احمقانہ عالمانہ سند بن جاتی ہے۔ مثال کے طور پر حضور گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ کیا ابوذرؓ تمہیں پتا ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے فرمایا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ کہا ابوذرؓ یہ سورج عالم بالا میں عرش بریں پر جاتا ہے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تو لوٹ۔ پھر یہ پلٹتا ہے پھر ایک دن اسے کہا جائے گا کہ تمہیں پلٹنا نہیں ہے اسی جانب سے طلوع ہونا ہے۔ اس حدیث پہ بہت اعتراض ہوتا ہے کہ غلام جیلانی برق نے اعتراض کیا۔ اس پہ غلام احمد پرویز نے اعتراض

کیا۔ کہنے لگے کہ یہ حدیث خلاف واقعہ ہے خلاف واقعہ اس لئے ہے کہ سورج تو کہیں نہیں جاتا سورج توecliptical movement میں گردش کرتا ہے۔ انہوں نے اتنا صبر نہیں کیا کہ اگر کوئی چیز سمجھ نہیں آتی تو انسان کا صبر اسکا ٹھہراؤ ہے۔ وہ نئے نکتۂ علم کی تلاش کی خاطر کچھ رکتا ہے اور اپنی رائے کوcult اور بت پرستی نہیں بناتا۔ کچھ سوچتا ہے کہ میری علوم معرفت میں کچھ کمی ہوگئی ہے۔ میں تھوڑا سا صبر کرلوں تو اگر وہ جلدی نہ کرتے اور کچھ دیر ٹھہر جاتے۔ اسی اور نوے کی دھائی کی سائنس کے انکشافات دیکھ لیتے کہ سورج مع اپنیconstellations کے بالائے عرش بریں تک جاتا ہے اور اس حدیث پر اعتراض نہ ہوتا اکثر ہمارے علماء جو اس دور میں پیدا ہوئے بجائے علمی فکر کے اضافے میں وہ مزید انحطاط کا باعث بنے۔ اور اس طرح کے ہر ایک آدمی کو اس وصف سے آگاہی نہیں تھی۔ اس کی تلاش سے آگاہی نہیں تھی۔ قربت یزداں میسر نہیں تھی۔ وہ sincerity میسر نہیں تھی جس سے اللہ کا قرب چاہا جاتا ہے اور تلاش کیا جاتا ہے۔ جب انہوں نے اردگرد بھی وہ لوگ نہ پائے، وہ اساتذہ نہ پائے جو علم و معرفت کی انتہا پہ تھے اور قلبی علوم اور انکشافات ذات کی انتہا پر بھی تھے تو انہوں نے ایک چیز فرض کرلی کہ تصوف یا درجہ ایمان مفقود اور میسر نہیں ہے اور تمام کا تمام عملیات پر چلتا ہے۔ تمام کا تمام زور اعمال پر چلتا ہے۔ اس طرح pragmatist مسلمان پیدا ہوتا ہے۔pragmatist مسلمان نماز اور روزہ کی پابندی کرتا ہے مگر اسے کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ وہ آرگنائزیشن میں پڑا رہتا ہے اور یہ خیال کہ امت مسلمہ کے فکری انحطاط کا باعث صرف اعمال میں کمی ہے۔ ناقص ہے انہوں نے بہترین کوششیں کیں دین کوorganise کرکے انجمنیں بنا کر ستر برس سے زیادہ عرصے تکuplift کیا۔

Over the years not a single organisation has worked good, not a single organisation has succeeded.

ان چیزوں سے مقابلہ کیجئے کہ دس سے پندرہ سالوں میں ان صوفی اساتذہ نے چاہے وہ غزالیؒ تھے، چاہے علی بن عثمان ہجویریؒ تھے، چاہے عبدالقادر جیلانیؒ تھے انہوں نے پوری کائنات اسلام بدل دی۔ یہاں یہ ہوا کہ جن لوگوں نے ستر سال سےorganisations عملیت کی

Marfat.com

build کیں، وہ امت مسلمہ پر کوئی اثر نہ ڈال سکے، انحطاط جاری رہا۔ یہ انحطاط اس لئے جاری رہا کہ .power is not the purpose of religion یہ انحطاط اس لئے جاری رہا ہے کہ خدا کے بغیر دین کا کوئی مقصد نہیں ہے، جب لوگوں کے دلوں سے آرزوئے طلب و جستجوئے پروردگار اٹھ جائے تو تمام دین بالکل اسی طرح ہے جیسے christianity ہے۔ تمام دین اپنے اپنے ایک ضابطہ اصول پر قائم ہے۔ ہم کسی دین کو اس لئے برا نہیں کہتے کہ وہ دین نہیں ہے، وہ ایک نظام ضرور ہے۔ وہ تبت کا لاما ہو یا Jewish order ہو یا Free Mason ہو۔ افریقہ کے شامان ہوں۔

they all believe in thier religion, what is so particular about Islam?

اگر سارے مذاہب کا مقصد God ہے تو پھر سارے مذاہب کی approaches کو کیوں لوگ اپنا نہیں سکتے۔

why do'nt I accept Christianity why do'nt, I accept Judaism why do'nt I become Buddhist

میرے بڑے خوبصورت humanitarian فلاسفر بھی دنیا میں موجود ہیں اور اگر وہ تمام کے تمام یہ claim کرتے ہیں کہ ان کا تفکر ان کا خیال بنیادی طور پر خدا کی طرف جاتا ہے but they have never achieved God. اسلام اہل دل کی مجبوری ہے "ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منهُ وهو فی الآخرة من الخاسرین" (آل عمران: آیت 85) جو اللہ کو چاہتے ہیں اسلام ان کی مجبوری ہے اگر کسی اور مذہب سے خدا مل سکتا تو دوسرے مذاہب کے لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوتے جیسے تبت کے ایک لامہ کا واقعہ مشہور ہے کہ جب اس نے ایک مسلمان عالم کے سامنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو اس سے پوچھا گیا

Can you explian, why did you change your religion?

تو اس نے جواب دیا کہ I want God, I want peace مجھے پچیس سال سے لاما ہونے کے باوجود یہ دو چیزیں نہیں ملیں۔ خدا ملا اور نہ امن ملا۔ اس لئے میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اس سے کہا گیا You are telling a lie. اصل میں تمہاری powers as a lama. ختم ہو گئیں تھیں۔ اسی لئے تو نے اسلام قبول کیا۔ اس نے کہا No this is not the case اس بات کا عملی ثبوت حاصل کرنے کے لیے تو ہانگ کانگ میں ایک بہت بڑا مناظرہ ترتیب دیا گیا جس میں اس لاما کو challange-able پوزیشن پہ لایا گیا۔ وہاں ٹی وی کے کیمرے نصب کیے گئے۔ اور وہاں اس سے پوچھا گیا Why did you accept Islam? اور تم نے کیوں لاماز کے order سے بغاوت کی۔ اس نے کہا میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ پورے پچیس سال لاما رہا ہوں اور میں نے اس فیلڈ میں انتہائی پختہ ریاضت کی ہے مگر مجھے خدا ملا اور نہ امن ملا۔ اس لئے میں نے خدا کے حصول کے لئے اسلام قبول کیا انہوں نے کہا کہ تو غلط کہتا ہے you lost your power جب وہ بات بہت بڑھ گئی تو اس کے بڑے لاما نے کہا تو آؤ پھر تم آجاؤ میرے ساتھ powers کا میچ کر لو اسی طرح stage بنی ہوئی تھی وہ stage پر چڑھا اور اس نے بڑے لاما سے کہا کہ all right If you are powerful then jump. اس کے بڑے لاما نے کہا کہ یہ کوئی بات ہے جو تو نے مجھے کہی ہے۔ اگر تو کہتا ہے کہ میری powers ختم ہو گئی ہیں تو اس سٹیج سے مجھے jump کر کے دکھا The whole world was excited جب وہ نیچے اترنے لگا تو اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ اس کا آدھا پاؤں نیچے بالکل ساکت کسی statue کی طرح لٹک گیا

Above 20 minutes it was so shocking moment. کہ تھوڑے عرصے کے بعد اس نے پھر ہاتھ سیدھا کیا اور وہ نیچے گر گیا اور کہنے لگا کہ میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا I did not lose power مجھے 25 سال لاما رہنے کے باوجود خدا نہیں ملا۔

Because the only way to God, is Islam

Marfat.com

خواتین وحضرات! یہ نعمت ہم میں موجود ہے مگر اس نعمت کو ہم کیسے ضائع کرتے ہیں؟ اس کی توہین کر کے ہم خدا کے قرب کی سعادت، اس کی محبت اور چاہت کو اس طرح ضائع کرتے ہیں کہ ہم اپنے غور وفکر کو معطل کر کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے عاری ہو کر خدا کو totally neglect کرتے ہیں جب ہمارے پاس بہترین اور اعلیٰ صلاحیتیں اور طاقتیں ہوتی ہیں ہم اس وقت خدا کی ہمسائیگی اور قرب میں نہیں آتے۔ اور جب کسی کام کے نہیں رہتے اس وقت ہمارے دل میں خدا کی محبت جوش مارنے پہ آمادہ ہو جاتی ہے جیسے ایک بار کسی صحابی رسولؐ نے گندی پڑی ہوئی کھجوریں مسجدِ نبوی میں لٹکا دیں۔ رسم یہ تھی جس کا جو کچھ زیادہ ہوتا، وہ مسجدِ نبویؐ میں رکھ دیتا اور وہ اصحاب جو رزق اور روزگار کی سبیل نہیں رکھتے تھے وہاں سے لے کر کھا لیتے تھے۔ ایک صحابیؓ نے گندی کھجوریں وہاں رکھ دیں تو پروردگارِ عالم کو اتنا غصہ آیا کہ آپ نے کہا آپ اپنی بہترین چیزیں میرے لیے نہیں دے سکتے تو بدترین تو نہ دو، کم از کم درمیانی ہی دے دو۔ ذرا غور کیجیے ہم اپنے اللہ کو بہترین عمر نہیں دے سکتے تو بدترین عمر تو نہ دیں، جب سماعت نہیں رہی جب بصارت نہیں رہی، جب زندگی کی تمام لذتیں ختم ہو گئیں۔ جب عام senses معطل ہو گئیں اس مجبوری میں جب دنیا نے ہمیں ریٹائر کر دیا، ہم نے اپنی بہترین صلاحیتیں دنیا کو دیں اور پھر دنیا نے ایک دن ہمیں کہا کہ بڑے میاں اب ینگ بلڈ young blood کی ضرورت ہے، اب آپ گھر جایئے اللہ اللہ کیجیے آپ ریٹائر ہوئے، جب یہ نوبت آئی کہ اب کوئی اور رستہ نہیں رہا تو اس بڑھاپے میں، اس ذلت کی عمر میں جسے پروردگار ''ارذل العمر'' (النحل: آیت 70) کہتا ہے۔

آپ کائنات کے سب سے بڑے مقصد کی achievement کو جاتے ہیں۔ اس سے بڑا تضادِ فکر اور کیا ہو سکتا ہے؟ کہ جو بہترین صلاحیتوں کا زمانہ تھا، جب ہمیں پروردگارِ عالم کے لیے محبت سے جدوجہد کرنی چاہیے تھی تب ہم نے تمام energies اور طاقت تمام شعور چھوٹے چھوٹے purposes کو دے دیا اور جب ہم بے کار محض ہو گئے، جب ہماری زندگی کے protective سیل سے دنیا نے ہمیں خارج کر دیا، اب ہم چلے ہیں کائنات کے خالق پر تحقیق

Marfat.com

کرنے it is Pitiful یہ علمی فکر کی بنیادِ انحطاط ہے۔ہم نے خدا کو کبھی serious نہیں لیا

less than the top priority,

and untill you make him the top priority

وہ کبھی آپ کو نہیں مل سکتا۔ یہ اعمال میں نہیں، ذہن میں ہے۔ یہ آپ کے تجسس فکر کا نچوڑ ہونا چاہیے اور یہ بات بھی یاد رکھ لیجیے کہ تمام علمیت اور تمام ذہنی فکر کا ایک صرف فطری نتیجہ ہے اور وہ اللہ ہے۔ اگر آپ غور وفکر کے باوجود تحقیق و جستجو کے باوجود آپ اللہ تک نہیں پہنچ پاتے تو واپس مڑ کر دیکھیے کہ علم کہاں غلط ہے؟ آپ کی فکر میں کہاں کجی ہے؟ یہ ایک نیچرل انجام ہے غور وفکر کا۔ اللہ کے سوا غور وفکر کہیں اور پہنچتا نہیں ہے۔ دیکھیے ہر جگہ علم رک جاتا ہے۔ کوئی علم آ کے russell پر رک جاتا ہے، کوئی Wittgenstein، کوئی گسٹالٹ اور کوئی فرائیڈ پر آ کے رک جاتا ہے۔

In one day you can finsih one full subject.

چند بڑے نام چند بڑی تحریرات دو کوانٹم کی تھیوریز ایک relativity ایک گسٹالٹ کا سکول ایک behaviourism اس کے علاوہ علم کچھ نہ تھا

if you spend one serious, year you can finish the whole knowledge

علم اتنا زیادہ نہیں ہے مدتیں گزریں انسان نے تحقیق و جستجو میں اتنی تیزی سے ترقی نہیں کی! آپ اللہ اللہ کیجیے اٹھارھویں صدی 1876ء کے قریب

the firstly creat law of relativity کا rule دیا گیا

energy can be converted into matter and $E=mc^2$

vice versa is also

اور آج 1997ء تک دوسرا law true confirm نہیں ہوا آج تک اتنی slow movement ہے اب جا کے کہیں establish fussion ہوا ہے۔ انرجی کا جو آئن

Marfat.com

سٹائن نے کہا تھا سو سال گزر چکے ہیں۔ انسانی ترقی کتنی محدود کتنی دھیرے ہے۔ اس کا اندازہ ان ترقیوں سے جو انسان کر رہا ہے

the maximum best, this is obout thirty to fourty years time

جس میں انسان نے ایک leap لی ہے۔ اک بڑے کام میں جس کو اقبال یہ کہتا ہے۔ جس کو مختصر علامہ نے یوں کہا جسے reconstruction of religious thought میں تشکیل الہیات جدید میں جب انہوں نے مذہب کا دفاع کیا تو اس میں بھی انہوں نے ایک نقطے کو point out کیا جو

I am pointing out second basic law in the Muslims mind, is that he generally feels inferior to the intellect of the west.

ہم میں اتنی خود اعتمادی نہیں ہے۔ ہم آج بھی

we generally feel inferior to intellect of the west

ہم میں سے بہترین لوگ بھی یورپی فکر سے مرعوب ہیں۔ آج بھی ہم اپنی ہدایت عقل وشعور ایک طرف مولوی جو مغربی فکر سے مکمل طور پر انکاری ہیں اور دوسری طرف seculars ہیں جن کا خدا اور رسول بھی یورپی فکر ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کو اسی فکر سے مرتب کرتا ہے جو اس نے مارکسی فلاسفی کی روشنی میں حاصل کیا ہے جو اس نے union concept سے حاصل کی ہیں جو رسل کا ماننے والا ہے اس فکر سے مرتب کرتا ہے اور یہ دونوں بہت ہی مشرقین ہیں۔ ایک جہالت کی ابتدا اور انتہا میں ہے اور ایک تقلید اور مغلوبیت کی انتہا میں ہے۔

there is no independent Muslim

ہمارا دین علم کی جستجو کی بات کرتا ہے جس دین نے علم کے حصول کو فرض قرار دیا ہو اس دین کے پیروکاروں کی علمی استعداد آج ناظرہ قرآن سے آگے نہیں جا سکی ہے۔ کیونکہ ہمارے عالم اس سے

Marfat.com

زیادہ ہمیں کچھ دے ہی نہیں سکتے ہیں۔ علمی فکر میں انحطاط کیسے نہ آئے؟ کیوں کہ قرآنِ حکیم کے standard پہ مسلمان پہنچ نہیں رہا۔ اللہ میں انحطاط نہیں آیا اللہ نے یہ پیکج دین مکمل کر دیا ہے۔ کائنات کی interpretation دے کے کتابِ مبین میں لکھ کر انجام کی نشاندہی کر کے اس نے پیکج مکمل کر دیا ہے وہ دن اس نے بتا دیا ہے۔ "اذا زلزلت الارض زلزالها O" (الزلزال: آیت 5) کہ اے انسان تو نے اس منزل تک آنا ہے "اذا الشمس کورت O واذا النجوم انکدرت O" (التکویر : آیت 1) کہ سورج لپیٹ لیا جائے گا، چاند مدھم پڑ جائے گا، ستارے بجھ جائیں گے، سورج اور چاند کو ہم دوبارہ جمع کر لیں گے big bang ختم ہو جائے گی session پورا ہو جائے گا "کل من علیها فان" (الرحمٰن: آیت 26) خدا کہتا ہے کہ یہ تیرا انجام ہے۔ اب وہ پروردگار جو آخرت کا وقت متعین کر چکا ہے، جو آپ کے لیے انجام متعین کر چکا ہے کیا اس سے بعید ہو گا کہ درمیان میں انسانی ذہنی intellectual process سے نا آگاہ ہو، جو عرصہ حیات متعین کر چکا ہے، عرصہ دہر متعین کر چکا ہے، جو انجام دنیا کو مکمل کر چکا ہے۔ کیسا بے سبب انسان ہے جو modern ہو کے سمجھتا ہے کہ اتنی intellectual progress کی۔ انسان کو کوئی خبر نہیں میں جب atomic کو بحث کر رہا ہوں یا میں جب genetic engineering کے ماڈرن لاز کو discover کر رہا ہوں تو

perhaps God is not so modren today.

آج کا انسان اس fundamental mistake میں مبتلا ہے۔ اس کے نزدیک خدا کا خیال Judaism خدا کا ہے۔ یہودیت کا تصور خدا ہے۔ وہ اسلام کے concept کو ہی یہودی تصور خدا کہتا ہے۔ اس کو قطعاً اس بات کا علم نہیں کہ خدائے کائنات جو ہے وہ اپنی کتاب میں مکمل انسان اور خدا تو بہت ہی دور کی بات ہے، وہ تو galaxies کا شہنشاہ ہے۔ جس کی ایک galaxy کو سمجھنے میں ابھی تک انسانوں کو اس کی مدت کے distance کا تعین نہیں ہو سکا ایک معمولی ترین galaxy کی limit ابھی حضرت انسان کو پتا نہیں لگی۔ ایک حیرت انگیز

انکشاف ہبل ٹیلی سکوپ والا، انہوں نے 11.5 ملین نہیں بلین سالوں قبل وہ دھماکہ نقل کیا جس سے نئی galaxies بن رہی تھیں۔ 11.5 بلین سال پہلے کا جو دھماکہ ہو رہا ہے، جس میں ستارے ٹکرائے تھے اس کی لائٹ اب ہبل ٹیلی سکوپ تک پہنچی ہے۔ ہمارا اندازہ یہ ہے کہ جس galaxy میں ہم رہ رہے ہیں، یہ پندرہ ارب سال کی ہے اور اگر ہم زیادہ مؤثر، زیادہ طاقتور ٹیلی سکوپ بنالیں تو ہم ابتدائے کائنات کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ حیران کن ہے جو دنیا ہمارے اردگرد آباد ہو رہی ہے۔ یہ قرآن کو غلط ثابت نہیں کر سکتی اور یہ قرآن کو غلط ثابت نہیں کر رہی ہے۔ ابھی بارھویں یا تیرھویں صدی میں کسی نے ابن رشد سے ایک بات پوچھی کہ تو نے عاد و ثمود کا حشر نہیں پڑھا اس نے کہا کہ تم حشر کے عذاب کی بات کرتے ہو مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ عاد و ثمود تھے کہ نہیں۔ اپنے زمانے کا سب سے بڑا فلاسفر ابن رشد تھا مگر اپنی تحقیق کے بغیر کسی چیز کو تسلیم کرنے سے بالکل عاری تھا۔ جب اسے کہا کہ تو نے عاد و ثمود کا حشر نہیں دیکھا تو اس نے کہا عاد و ثمود کون تھے؟ تم مجھے حشر کی بات کرتے ہو؟ میں عاد و ثمود کے وجود سے ہی منکر ہوں۔ یہ deviation تھی۔ محقق بغیر تحقیق کے قرآنی آیات کو بھی تسلیم نہیں کرتا اور حضرات کرتا بھی کیسے؟ یہ تو اب precedents نکلے ہیں۔ Jordan اب آکے پہاڑوں کے اندر جنہوں نے گھر بنائے تھے جن کی اللہ بات کرتا ہے یہ piece علماء نے نہیں نکالے archaelogist نے نکالے ہیں۔ یہ تو archaelogy کا کمال ہے کہ عاد و ثمود کی بنیاد اولیٰ اور بنیاد ثانیہ کو کھود کر قرآن کی بات کو سچ ثابت کر دیا ہے۔ اور کیا اس بات کے لیے ہمیں ان تحقیقات کا کا حامل نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ تمام زمانوں کے علوم میں اس امت کا حصہ ہے اگر آپ modern علوم کی آگہی حاصل نہ کریں گے تو آپ کی تحقیق و جستجو ناکافی رہ جائیگی دو آیات ہی پر صرف غور کر لیں۔ یہ آیات کسی طور پر بھی آپ کو سمجھ آسکتی ہیں "اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا" (الانبیأ: آیت 30) تم میرا کیسے انکار کر سکتے ہو یہ challengeable statement ہے۔ تم ہوتے کون ہو میرا انکار کرنے والے you have no authority اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا

فَفَتَقْنٰھُمَا یہ زمین و آسمان پہلے اکٹھے تھے، ملے ہوئے تھے پھر ہم نے ان کو پھاڑ دیا "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَيّ "(الانبیاء: آیت 30) کہ ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا یہ دونوں آیات آپ کو سمجھ نہیں آسکتیں جب تک کہ آپ علم ہیت پر نظر نہیں رکھتے۔ اس وقت تک جب آپ کی حیاتیات پر پوری تحقیق نہ ہو

these are only twenty seven thesis on the existence of earth.

اور ہر thesis صرف ایک بات پہ thesis agree کرتا ہے کہ

the earth and skies were one in the bgeinning then with a big bang and the very big bang the earth was torn apart

کبھی یہ thesis رہا کہ زندگی پانی سے پیدا ہوئی، کبھی یہ thesis رہا کہ زندگی ہوا سے پیدا ہوئی، کبھی یہ thesis رہا کہ زندگی spontaneous ہے۔ کبھی یہ thesis رہا کہ زندگی آگ سے پیدا ہوئی مگر آج کا حرفِ آخر سائنس پہلے hypothesis بناتی ہے۔ ایک نظریہ non confirmed پھر اس کو degree بناتی ہے it turns out to be degree, ultimately it becomes a law. لاء بننے کا مطلب یہ ہے کہ مدتوں کی تحقیق و جستجو کے بعد ہم نے ایک final chapter کر دیا اور وہ chapter science نے یہ final کیا ہے کہ all life is created out of water. قرآن نقل نہیں کرتا۔ قرآن اپنی statement دیتا ہے۔ اگر آپ قرآن سمجھنا چاہتے ہیں تو قرآن سے پہلے جتنے علوم گزرے ہیں، ان کی آگاہی بہت ضروری ہے، اس کے بغیر آپ قرآن نہیں سمجھ سکتے Ptolemy of Greece نے Thesis دیا جسے آپ بطلیموس کہتے ہیں کہ زمین کھڑی ہے اور ستارے اس کے گرد گردش کر رہے ہیں یہ thesis 1523ء تک کرنٹ میں رہا اور اس کے بعد کاپرنیکس نے کہا کہ Ptolemy غلط ہے the

fact is that sun is stationary.سورج کھڑا ہے اور باقی ستارے اس کے اردگرد گردش کر رہے ہیں۔ ان کے درمیان قرآن آیا۔ ذرا دیکھیے تو سہی قرآن نے بطلیموس کا ساتھ دیا یا کاپرنیکس کا۔ قرآن نے دونوں کا ساتھ نہیں دیا۔ قرآن نے بالکل مختلف بات کی ”و سخر الشمس والقمر“ (الزمر: آیت 5) قرآن نے بحیثیت ایک لاء کے کہا کہ یہ سورج چاند ستارے میں نے مسخر کیے مگر ان میں سے کوئی بھی کھڑا نہیں ہے ”کل یجری لاجل مسمی“ کہ یہ تمام چل رہے ہیں۔ وقت مقررہ تک کوئی laboratory نہیں ہے، جنہوں نے آٹوگرافیہ یا معلومات پڑھا ہوگا۔ ہم کتابوں میں پڑھا کرتے تھے کہ کچھ ثابت ہیں کچھ سیار ہیں there are some stationary stars seems moving stars. مگر ان لوگوں کو قرآن پڑھنے میں کتنی مشکل پیش آئی ہوگی۔ قرآن تو کہتا تھا کہ ایک بھی ثابت نہیں ہے، سب سیار ہیں۔ اٹھارہویں صدی میں آکر بڑی بڑی دوربینیں لگیں اور کائنات کا ٹیلی سکوپک یا ریڈیو ٹیلی سکوپک مطالعہ ہوا تو ایک فائنل حجت سامنے آگئی کہ

there is nothing stationary in the universe

پروردگار عالم کی بات حجت نکلی۔ پروردگار سچا نکلا تمام فلاسفی آف سائنسز غلط نکلیں۔

The science had to confirm the only saying of the God almighty, they had to confrim that everything is moving in the universe. Ptolemy was wrong, Copernicus was wrong .

کیا ہمیں معیارِ قرآن کو پہنچنے کے لیے مطالعہ کی ضرورت نہیں ہے؟ کیا ہمیں اپنی زندگی کی بہترین جدجہد کی ضرورت نہیں؟ اور کیا ہمیں ذہنی تفکر کی ضرورت نہیں؟ کیا ہمیں اس محبت اور انس کی ضرورت نہیں؟ جو ہمیں پروردگار سے محسوس ہو۔ ایک بات اچھی طرح یاد رکھیے کہ انسانی تجسس کی ایک ہی ترجیح ہے اور وہ ترجیح اوّل و آخر اللہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ذہن باقی کام کیوں کرتا ہے۔ غور تو کیجیے کہ جو جبر وقدر کے مسائل پر آپ اتنا غور وفکر کرتے ہیں کہ اگر میں قیامت کے دن

اللہ کے حضور پیش ہوں تو میری تو اس سے بڑی بے تکلفی ہے وہ تو مجھے سوال کرے گا۔ میں تو اسے جواب دے دوں گا۔ ساری عمر اس کے ساتھ ادھر ادھر گزاری ہے کبھی اس سے بھاگتے ہوئے کبھی اس کے پاس جاتے ہوئے تو جب وہ مجھے یہ کہے گا اے برخوردار میں نے تجھے اپنی پہچان اور اپنی شناخت کے لیے عقل و معرفت بخشی تھی تو تو نے مجھے جانا پہچانا کیوں نہیں؟ میں نے قبر کے ائیر پورٹ پر تم سے ایک ٹیکنیکل سوال پوچھا تھا کہ آگے جانا ہے تو یہ پاسپورٹ دکھا کے جاؤ گے مـــن ربک تو تم نے صحیح جواب کیوں نہیں دیا؟ اس وقت کیا میں کہہ سکتا ہوں کہ اے پروردگار، اے مولائے کریم تو نے مجھے اس مسئلے پر سوچنے کی فرصت کب دی؟ میں تو رہا بیوی کی فکر میں، میں رہا بچوں کی فکر میں، میں رہا مکان کی فکر میں، میں رہا مکان کی فکر میں، میں رہا status کے تجسس میں، مجھے تو نے ایک لمحہ کی فرصت تو دی ہوتی میری تو ساری عقل ادھر لگ گئی، میں تو perceive میں رہا۔ خدا کہتا ہے میرے بندے نے جھوٹ بولا۔ میں نے اسے ان میں سے کسی چیز کی ذمہ داری نہیں دی۔ تمام مقدر پروٹوکول ہے۔ ان میں سے کسی چیز کی ذمہ داری آپ پر نہیں تھی۔ آپ کو جس کام کے لیے بھیجا گیا تھا، وہ بڑا different تھا۔ اِنَّـا هَدَيْنَا هُ السَّبِيْلَ اِمَّـا شَـاكِـراً وَ اِمَّا كَفُوْراً (الدھر: آیت 3) عقل و شعور، تجسس و فکر صرف شناخت خداوند کے لیے دی گئی تھی۔ آپ اسے lesser ترجیحات پر زور دیتے رہے۔ آپ نے بیوی بچوں پر لگا دی۔ اشیائے صرف پر لگا دی اور جب وقت چلا گیا۔ ہم مسلمان تو ہیں مگر اللہ کے محبوب بندے نہیں بن سکے۔ اللہ نے آپ کو ضرور بخشنا ہے۔ یہ تو دعا ہی دیجیے حضرت محاذ، کو ان کی آنکھوں سے لرزتے ہوئے آنسوؤں نے آپ کی نجات کا بندوبست کر دیا ہے ورنہ جو نعمت اللہ نے دی تھی، ہم اس کے حقدار نہیں تھے۔ ہم نے اس کو اس کے Basic purpose کے لیے استعمال نہیں کیا۔ ہم نے اپنے تجسس کو Mis-use کیا۔ اگر میں اپنے ایک بھائی کو کہتا ہوں کہ بھائی پیسے لے لیں اچھے ہوٹل میں رہنا، اچھے کپڑے پہننا اور اچھا کھانا اور اپنے دوستوں سے ملنا مگر میرا ایک letter ڈیلیور کر دینا۔ وہ تین دن کے بعد میرے پاس آتا ہے کہ میں نے بہت انجوائے کیا بڑی life گزاری، دو موویز دیکھیں، میں نے بہت سیر کی۔ ٹھیک ہے تم نے سرمایہ بھی

Marfat.com

یہ آسماں بھی رستہ ہے

لگایا اور سیر بھی کی لیکن

what about that letter, sorry I could not deliver the letter.

میرا حشر کیا ہوگا۔ میرے غصے اور جھنجلاہٹ کا کیا عالم ہوگا؟ کہ خدا نے رزق دیا، بیوی بچے دیئے تفریح دی "وما الحیٰوۃ الدنیا الا متاع الغرور" (آل عمران: آیت 185) ہر چیز اس نے دے دی مگر ہم نے اللہ کو جو لیٹر deliver کرنا ہے من ربک یہ ذہنی نفسیات کا اول اصول ہے کہ جس چیز نے آپ کو زندگی میں possess کیا، وہی مرتے دم تک آپ کے ساتھ رہی، زندگی میں جس چیز کو آپ نے ترجیح دی، جس کی خاطر صبح و شام اپنے تصور کے چراغ جلائے اور جس خیال کو اپنے آغوش ذہن میں پالا اور جس کی خاطر آپ نے راتیں جاگیں وہی آپ کے ساتھ قبر تک رہی، اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشورہ دیا کہ دیکھو اللہ پر گمان ٹھیک رکھنا یہ گمان کیا چیز ہے؟ کہ ایک بدو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت میں حساب کون لے گا فرمایا اللہ، خود ہنسا اور ہنس کے چل دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حیرت ہوئی کہ یہ ہنسنے کی تو کوئی بات نہیں فرمایا دوڑو اسے واپس بلا کے لاؤ آیا پوچھا تو ہنسا کیوں، اس بدو نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے دیکھا ہے کہ زندگی میں جب کوئی اعلیٰ ظرف حساب لیتا ہے تو نرم لیتا ہے۔ لہذا اللہ سے بڑا عالی ظرف کون ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دیکھو اس بدو کا گمان اللہ پر کتنا اچھا ہے؟ فرمایا آخری وقت میں اپنا گمان اللہ پر درست رکھو۔ لوگ کہتے ہیں کہ تقلید اچھی نہیں ہوتی۔ بہت سارے مذاہب فکر ایسے پیدا ہوئے کہ انہوں نے کہا تقلید اچھی نہیں ہے مگر ہر ذہن کی capacity اتنی محدود ہے کہ اگر میرے والے کو آپ کا brain دے دیں تو آپ اگلے دن وفات پا جائیں۔ اسے تو صبر و سکون اور طاقت و استطاعت اللہ نے بوجھ اٹھانے کی دی ہے مگر وہ آپ میں نہیں ہے۔ آپ کا ذہن اسے دے دیا جائے تو وہ بے چینی اور اضطراب سے مر جائے خدا نے تمام اذہان کو ان کے کام کے مطابق ترتیب دیا ہے جبر کی تعریف یہ نہیں کہ مقدر میں کیا لکھا ہے

اور کیا نہیں لکھا۔ جبر کی سب سے خوبصورت تعریف اللہ کے بعد ایک مغربی مفکر نے کی۔ اس نے سائنٹیفک determinism کا فلسفہ دیا اور عجیب خوبصورت بات اس نے کی کہ جبر یہ ہے کہ ایک لمحہ زمانہ اک مقام میں سمو دیا جائے

A moment of time is fitted into a piece of space

اگر اللہ ایسا نہ کرتا تو زمین پر ایک بحران زندگی تھا۔ کسی کو گھر نہ ملتے، کسی کو شناسائی نہ ملتی۔ **It would have been a big jumble of human beings.** ایک کے بجائے سارے اکٹھے ہوتے، نہ کسی کو گلی ملتی نہ دروازہ نہ ہم آج یہاں ہوتے تو خدا نے اس لمحہ زمانہ کو اس مکان کے ساتھ جوڑ کر آپ کو زحمت شنوائی دی اور مجھے ہمت گفتار بخشی۔ اللہ کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس محدود رویے کو رد کرنا ہوگا جس پر ہم قائم ہیں۔ ایک لڑکا ایف ایس سی میں داخل ہوتا ہے۔ ایم بی بی ایس کرتا ہے آپ بہت کہتے ہیں **he has progressed** وہ **specialize** کرتا ہے آپ کہتے ہیں کہ اس نے ترقی کی۔ ایک وقت آتا ہے کہ وہ اپنی **professional heights** تک پہنچتا ہے۔ زندگی میں بڑی علمی تحقیق و جستجو کے بعد یہ مقام عالی حاصل کیا ہے **It is true with every profession** ایک سادہ سا موٹر مکینک بھی بیس سال کے بعد اس کا عالم یہ ہوتا ہے کہ وہ سیلف کو کنجی لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ اس گاڑی میں فلاں فلاں نقص ہے

every way the professional is progressing

ہر جگہ علم اور حکمت ترقی کرتی ہے سوائے اسلام کے یہاں ایک شخص نماز روزے سے شروع کرتا ہے اسی پر مرتا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ دنیا کی چھوٹی چھوٹی یونیورسٹیوں کے طالب علم بہت ترقی کر جاتے ہیں اور خدائے علیم و حکیم کی طرف جانے والا بالکل وہیں کھڑا رہتا ہے، جہاں وہ ازل سے کھڑا ہے۔ مجھے تو اللہ میاں میں کوئی قصور نہیں لگتا بنیادی طور پر **it is our thought** ہم اس مرتبہ علمیت تک نہیں پہنچتے جس پر خدا اور اس کا قرآن قائم ہے۔ جس پہ وہ

Marfat.com

تعلیم قائم ہے بنیادی طور پر دو faith ہیں ایک تو ہماری مذہبی فکر کے سامنے ہمارے جو احساس کمتری کبھی ہم اس کا شدت سے انکار کر کے Stubborn animals ہو جاتے ہیں اور دوسرا یہ کہ کبھی اسے شدت سے قبول کر کے ہم بعینہ اپنا احساس ذہن کھو بیٹھتے ہیں یہ دونوں faith ہم میں موجود ہیں اور دوسری اہم بات مدت ہوئی ہماری ترجیح اول کھو گئی ہے۔ ہم اسلام مانگتے ہیں ہم religion کی پرستش کر رہے ہیں۔ ہم خدا کی پرستش نہیں کر رہے۔ جب تک ہمارے اذہان میں یہ ابہام clear نہیں ہوگا کہ

riligion is not important, God is important and riligion is for God and God is not for riligion.

اس وقت تک ہمارا مذہب ایک صحیح بنیاد پر استوار نہیں ہو سکتا

this is matter of totality.

اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو خدا نے وعدہ کیا ہے، بہت بڑا وعدہ اور اتنا کھلا اور کشادہ وعدہ کہ پروردگار کے وعدے پر اعتبار نہ کرنا، عجیب سا لگتا ہے "وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ O" (آل عمران: آیت 139) غم اور سستی نہ کرنا غم نہ کرنا مجھے قسم ہے اپنے رب ذوالجلال کی تم ہی غالب ہو، اگر اہل ایمان ہو۔ ہم غالب کیوں نہیں ہیں؟ بڑی مدت سے نہیں ہیں، بہت صدیوں سے نہیں ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ کو سمجھ نہیں آتی as simple is that ہمارے علمی فکر میں مکمل انحطاط نے ہمیں basic ترجیحات سے غافل کر دیا۔ ہم دین اور عمل کی بہت زیادہ باتیں کرتے ہیں مگر دین کی غرض و غایت سے آگاہ نہیں ہیں۔ ہماری زندگی کی نفسیات اللہ کے احکام سے مرتب نہیں ہوتی۔ ہماری فکر پر کسی guiding spirit کا سایہ نہیں ہے ہم تمام ترجیحات سے نپٹنے کے بعد عمر آخر میں اللہ کی طرف جاتے ہیں۔ ہم اپنے علمی مسلک میں اتنے کمزور ہیں کہ ہم نے اپنی interpretation کا کام سب سے کم تر علوم والوں کو دے رکھا ہے اور ہم نے کبھی محنت نہیں

Marfat.com

کی، سوچا تک نہیں کہ ایک بی اے کے لئے چودہ برس گزر گئے۔

سوالات و جوابات

حقیقی شہید کون ہے؟

سوال : دوست کہتے ہیں کہ آپ کی باتیں بڑی اچھی ہیں اور ہمیں سمجھ بھی آ رہی ہیں لیکن اگر مسلمانوں کے پاس پندرہ سو سال سے واقعی یہ سارا کچھ تھا تو یہ اس وقت کیوں ہو رہا ہے کہ مارنے والوں کو یہ نہیں پتا کہ کیوں مار رہا ہے۔ مرنے والے کو یہ نہیں پتا کہ میں کیوں مارا جا رہا ہوں اور کہنے والا دونوں کو شہید کہہ رہا ہے؟

جواب : خواتین و حضرات! بڑی سادہ سی بات ہے۔ شاید میں پھر کہوں گا کہ Scientific Temper میں ایک بات تو ہونی چاہیے کہ کم از کم اعتراض کرنے والے کے پاس بھی Data ہونا چاہیے۔ جواب دینے والے کے پاس بھی تو کوئی معقول بات ہونی چاہیے۔ اگر آپ ذرا، یعنی پچھلے کوئی تین ہزار سال کی تاریخ دیکھیں تو After the advent of Islam، اسلام کے آنے کے بعد پوری دنیا پر مسلمانوں کا تیرہ سو برس غلبہ رہا۔ رومن ایمپائر ڈیڑھ سو سال کے بعد ختم ہو گئی، Greeks پچاس سال کے بعد ختم ہو گئے، بڑی بڑی جو ایمپائرز دنیا میں قائم ہوئیں، ان کی زندگیاں نظریاتی نہیں شخصی تھیں، کوئی سو سال بعد ختم ہو گئی، کوئی ڈیڑھ سو سال بعد ختم ہو گئی صرف ایک ہی System of thought ہے۔ تیرہ سو برس مسلسل اس دنیا پہ حکمرانی کی ہے، بلکہ سولہویں صدی تک یہ عالم تھا کہ دنیا پہ تین بڑے بادشاہ تھے اور تینوں مسلمان تھے۔ ایک طرف اکبر اعظم تھا۔ ایک طرف سلطان سلیمان ذیشان تھا اور ایک طرف سلطان عباس اعظم تھا۔ بہر حال تبدیلی تو ہوتی ہے کیونکہ یہ قانون فطرت ہے لیکن مسلمانوں کے زوال کے اسباب علم سے پہلو تہی آباؤ اجداد کے شعار سے دوری، اخلاقی اور معاشرتی بے راہ روی، فتح کو مستقل سمجھنے کی غلطی اور خدا کی بندگی سے انکار شامل تھا۔ پھر اللہ جیسے فرعون کے بارے میں کہتا ہے کہ ہم نے چاہا کہ

Marfat.com

اس کی قوم کو رسوا کریں۔اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا حائل نہ ہوتی تو اس وقت پورا عالم اسلام غلام ہوتا مگر شب معراج، سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو دعا فرمائی کہ اے میرے اللہ میری امت پر کسی کو غلبہ نہ دینا۔امت کا لفظ استعمال کیا تو جزوی غلبے تو ضرور ہوئے مگر پوری ملتِ اسلامیہ پر کبھی کوئی دوسری قوت غالب نہیں آئی اور جس پر تھوڑا چند عرصہ غالب ہوئے سو پچاس سال میں تمام مسلمان ملک آزاد ہو گئے اور ماشاءاللہ مگر اس آزادی کے بعد بھی مسلمانوں نے رجعت اسلام نہیں فرمائی۔ اب چونکہ ذلت رسوائی اور اپنی کچھ Shortcomings کا احساسِ شدت سے محسوس کیا جا رہا ہے۔ کچھ غیرت بھی رفتہ رفتہ جاگ رہی ہے۔اب انشاءاللہ تعالیٰ العزیز کوئی زیادہ دنوں کی بات نہیں ہے ہم چونکہ ایک دورِ ابتلا اور Transition کی پیداوار ہیں اور بظاہر یہی لگتا ہے کہ مغرب کا تسلط اب اور زیادہ دیر تک قائم نہیں رہے گا۔قائم نہیں رہے گا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ within twenty five years اگر مہدیؑ اور عیسیٰؑ نہ آئیں تو پھر بھی مشرق کو مغرب پر دوبارہ غلبہ حاصل ہوگا۔ اور اس کے لئے کسی معجزے کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ قانونِ پروردگار ہے کہ کائنات میں برابر تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔لیکن یہ الگ بات ہے کہ اللہ اگر خصوصی عنایت فرمائیں اور بندگان عالی پہ ترس فرمائیں اور حریم ناز کے ان متلاشیوں میں خدا کی تلاش اور جستجو پیدا ہو جائے تو پھر معاملہ کچھ مختلف ہوگا۔

گناہ اور ثواب کے اثرات

سوال: پروفیسر صاحب آپ نے اپنی تقریر میں کہا کہ کچھ لوگ ساری زندگی نیکیاں کرتے ہیں اور عمرِ آخر میں ان سے کوئی ایسا گناہ سرزد ہو جاتا ہے کہ خدا فیصلہ کرتا ہے کہ وہ جنت میں نہیں جائیں گا' دوزخ میں جائیں گے یا اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔کیا یہ ناانصافی نہیں ہے؟

جواب: اب دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث واضح ہے کہ لوگوں کو اپنا پتا نہیں ہوتا یا پتا ہوتا ہے تو تمام عمر اپنی غلطیوں کا احساس نہیں کرتے لیکن اللہ ایسا نہیں کرتا بلکہ اللہ نے فرمایا

Marfat.com

ہے کہ ہم کسی کا عمل ضائع نہیں کرتے جیسے ایک شخص ہے جو پانچ وقت نماز پڑھتا ہے، ساری عمر ذکر کرتا ہے مگر ایک ایسا عمل کر بیٹھتا ہے کہ اپنے سارے کیے دھرے پر پانی پھیر دیتا ہے۔ میں لٹریچر کی آپ کو مثال دیتا ہوں۔ انگریزی ادب میں ''چاسر'' کو بہت بڑا شاعر کہا جاتا ہے۔ پندرہویں صدی کی شاعری کی ابتدا اس سے ہوئی۔ اس نے ایک خاتون اور ایک پکانے والے کا بہت ذکر کیا ہے۔ اس کے خیال کے مطابق ایسا بہترین Cook سارے زمانے میں نہیں۔ وہ سلاد بنالیتا تھا اور پلاؤ بھی پکا لیتا تھا۔ جہاں جاتا تھا اس کے کھانوں کی دھوم ہوتی تھی مگر ساتھ ہی اس نے ایک چھوٹا سا جملہ لکھا ہے کہ اس کی ٹانگ پر ایک بڑا ذلیل پھوڑا تھا۔ اب بتائیے اس Cook سے کون کھانا پکوائے گا۔ جس کی ٹانگ سے غلاظت ٹپکتی ہو۔ اس سے کون کھانا پکوائے۔ یعنی اتنی ساری تعریفوں کے بعد ایک جملے نے اس بے چارے کک کی مٹی پلید کر دی۔

اب خواتین و حضرات ایک آدمی ساری زندگی عبادت کر رہا ہے اور یہ واقعہ میرے اس شہر میں پیش آیا آپ کو سناتا ہوں۔ مسجدوں کا غلام، پانی پلانا اس کا کام، صفیں بچھانا سب کچھ اس کے سپرد، اذان بھی دے رہا ہے۔ بے چارہ، جمعہ کو نعت بھی پڑھ رہا ہے اور ساری زندگی ہوگئی۔ ایک دن کوئی پچاس سال کے بعد ایک باہر سے International Narcotics کی ٹیم آتی ہے اور موصوف کو اٹھا کے لے جاتی ہے کہ یہ تو ہیروئن کا ڈیلر ہے۔ اب آپ بتائیے وہ سارے نیک کام کس کھاتے میں جائیں گے؟ خدا اور حدیث یہ تو نہیں کہتی ہے کہ وہ نیک کام کرتا تھا۔

آپ دور کیوں جاتے ہو تخلیقِ پاکستان کے وقت دیکھو مسجدیں، عمامے، لبادے شیخ العرب والعجم مجتہد العصر سارے کے سارے ایک طرف جب کہ دوسری طرف ایک ایسا آدمی تھا جسے نہ نماز روزہ کا اور نہ نیکی کی پرواہ تھی بلکہ وہ ایسا نازک مزاج اور نازک تن آدمی تھا کہ جس کا ہوانا کا، ہیٹ انگریز کا اور کپڑے فرانس سے بنتے تھے، نہایت مشکل سے ڈھونڈ کر لایا گیا مگر پاکستان قائم کر کے ہٹا اور تربیت کا یہ عالم تھا کہ کسی نے پوچھا کہ اے قائداعظمؒ تجھے اتنی محنت کر کے اس مصیبت میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی تو اس نے جواب دیا کہ وہ صرف یہ جانتا ہے کہ جلد از جلد اپنا کام پورا کرے اور جب خدا کے حضور جائے تو اسے خدا کہے کہ

Well Done Mr. Jinnah

حدیث کے اس pattern اور اس pattern میں بس اتنا سا فرق تھا کہ تمام عمر کا ایک کام ایک لمحے میں نمایاں ہو جاتا ہے اور لمحہ صداقت کا قیدی ہو جاتا ہے۔

حضورؐ پر جادو کیسے اور کیوں ہوا؟

سوال : آپ نے اپنی گفتگو میں جادو کے تصور کی نفی کی ہے اور حضورؐ پر جادو کیسے ہوا اور قرآنی آیات کا نزول اس کے توڑ کیلئے کیوں ہے۔

جواب: صاحب! یہ آپ کا سوال بہت اچھا ہے۔ اللہ نے پیغمبر کو ایک Demonstration کا کام دیا ہے۔ وہ آیات الٰہی کو demonstrate کرتا ہے۔ پیغمبر اور عام استاد میں فرق ہوتا ہے کہ میں ایک پریکٹیکل کیفیت سے گزرے بغیر بھی lesson دے سکتا ہوں۔ فرض کیجئے میں آپ کو تصوف پہ lesson دے رہا ہوں تو آپ مجھ سے پوچھ سکتے ہیں کہ کیا میں اس کیفیت سے گزرا ہوں۔ تو میں کہوں گا نہیں میں اس کیفیت سے نہیں گزرا ہوں مگر پھر بھی یہ باتیں میں نے بائی کیٹگری حاصل کی ہیں اور آپ کو پہنچا رہا ہوں مگر چونکہ قرآن کی ٹیچنگ کا Law یہ ہے کہ ''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ'' (الصّف: آیت 1) تم وہ بات کیوں کہتے ہو جس پہ عمل نہیں کرتے لہٰذا پیغمبر کا کام قرآن کی ہر آیت کی proper demonstration دینا اور cause اینڈ effect کے چینل سے demostrate کرنا ہے۔ اب دیکھئے اس زمانے میں کہانت، جادو، سحر بہت زیادہ تھے۔ ابن خلدون نے مقدمہ میں لکھا کہ اس زمانے میں لوگ چالیس چالیس دن کے لئے، مٹکوں میں روغن بادام بھر کر ان میں بیٹھ جاتے تھے ان کا صرف سر مٹکوں سے باہر ہوتا تھا اور وہ صرف بادام کھاتے تھے۔ چالیس دن تک ان کا مسلسل بادام کھانا اور روغن بادام میں بیٹھنے کا اثر ہوتا تھا کہ وہ ایسی gain concentrations کر لیتے تھے کہ وہ جنات سے محو کلام ہو سکتے تھے۔ اور اس کو کہانت کے علوم کی Base کہا جاتا ہے۔ یہ کاہن بننے کا طریقہ تھا۔ اب اس زمانے میں کہانت موجود تھی۔ کہانت اور سحر کے چھوٹے موٹے

واقعات ہوتے رہتے تھے۔خاص کر یہودیوں میں علم سحر زیادہ تھا۔اگر آپ کو قرآن یاد ہو تو حضرت سلیمان علیہ اسلام کے زمانے میں ابتدائے سحر ہوئی اور لوگ بڑی بڑی ساحری کے کام کرتے تھے۔قرآن حکیم میں اللہ کہتا ہے کہ میں نے سلیمان کو سحر نہیں سکھایا بلکہ۔" وَمَا کَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَلٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ" (البقرۃ: آیت102) کہ شیاطین کفر کرتے تھے اور ذرا غور کیجئے گا۔ سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا۔ شیاطین اللہ کا انکار کرتے تھے، Counter Powers ڈھونڈتے تھے اور لوگوں کو سحر سکھاتے تھے۔اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ سحر کی ابتدأ یا انجام ہے۔پھر خداوند کریم فرماتا ہے۔

" وَمَا اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ بِبَابِلَ ھَارُوْتَ وَمَارُوْتَ " (البقرۃ: آیت102) کہ ہم نے ہاروت وماروت کو مملکت بابل اور نینوا میں صرف آزمائش کے لئے اتارا۔سحر لکھانے کیلئے نہیں اتارا تھا۔ اللہ نے ان لوگوں کو اپنے یقین میں آزمانا چاہا اور کس چیز کی آزمائش کی کہ ملائکہ Intoxicant powerلائے،قوتوں کے فریب لائے ،سحر میں قوتوں کا فریب تھا، جیسے آج کل ہے۔آج جادوگری، تعویذ دھاگے والے لوگوں کو اپنی قوت کا فریب دیتے ہیں۔اپنی حکمت عملی کو غالب کرتے ہیں تو انہوں نے کیا فریب دیا۔مگر فریب سے پہلے ایک معمولی سی ایمان کیtesting تھی یعنی ملائکہ لوگوں کو کہا کرتے ٹھیک ہے ہم تمہیں جادو سکھا دیتے ہیں مگر ایک بات یادرکھنا کہ وہ کسی کو "وَمَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ" وہ کسی کو علم نہیں دیتے تھے اس جادو کا، "حَتّٰی یَقُوْلَآ جب تک یہ بات ان کو کہہ نہیں لیتے تھے۔ "اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَکْفُرْ" (البقرۃ: آیت102) دیکھو ہم فتنہ ہیں، ہم تمھاری آزمائش ہیں۔اس چکر میں نہ پڑو۔کفر کے مرتکب! آپ نے دیکھا کہ بار بار جادو سحر اور کفر مشترکہ آرہے ہیں یعنی کفر نہ کرو، اللہ پہ یقین کرو، ہماری پاور، سراب کی طاقتیں ہیں۔ہم جھوٹے ہیں ہم پہ اعتبار نہ کرو۔

اور سکھاتے کیا تھے۔حب کے تعویذ، فراق کے تعویذ۔جدائی پیدا کرنا، محبتیں ملانا۔یہ وہ لوگ کیا کرتے تھے۔اگر آپ اردگرد ذرا نظر ڈال لیں تو پھر ان سارے تعویذ والوں کی حیثیت آپ کو نظر آجائیگی کہ یہ جادوگری جو آپ کے معاشرے میں بابل اور نینوا سے بڑھ کر جاری ہے،

Marfat.com

پانچ ہزار سال قبل کی تہذیب جس کو آپ ایک پرانی اور دقیانوسی تہذیب کہتے ہیں، اسی تہذیب کو آپ آج کے ماڈرن زمانے میں Repeat کر رہے ہیں مگر اللہ کی سحر پہ رائے کیا ہے۔ ''وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ'' (البقرۃ :آیت 102) تم ایسی بات کیوں سیکھتے ہو جس میں نہ نفع ہے، نہ ضرر ہے اس کا کوئی نقصان ہے نہ کوئی فائدہ ہے۔ مگر جس شخص نے اسے مان لیا، اسے نقصان پہنچنا شروع ہو گیا جس شخص نے اس کو ماننے کے بجائے خدا پہ بھروسا کیا، اس کو اس کا نقصان نہیں پہنچا۔ اب آیئے پیمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سحر ہو رہا تھا۔ قرآن اتر رہا تھا۔ دو سورتیں ابھی منصہ شہود پہ نہیں آئی تھیں۔ ابھی دو انتہائی قیمتی اور خوبصورت سورتیں خدا کے خزانے میں اُمت محمدیہ کیلئے پڑی تھیں۔ یہ دافع سحر آیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو عطا کرنا چاہتا تھا۔ مسلمانوں پہ یہ رحمت ہونے والی تھی۔ اب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے ضروری ہو گیا تھا کہ ان آیات کے مقاصد کو demonstrate کریں کہ کیا حالات ہونگے ! کس قسم کی condition سے گزرو گے اور کن حالات میں وَالنَّاس اور فلق کام آئینگے۔ سو بید بن عاصم کی بیٹیوں نے جادو کیا۔ آپ ایک بات بتائیں۔ میں آپ سے سوال پوچھ رہا ہوں۔ ٹیکنیکلی کیا پہلے خدا نہیں تھا پہلے جبرائیل نہیں تھے۔؟ جب جادو ہو رہا تھا یہ عجیب سا لگتا ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی قصور ہوا تھا کہ ان کو سزا دی جانی چاہیے تھی سو ان پہ جادو کا اثر ہو گیا تھا۔ تو پیغمبر کو ''لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ'' (الصّف: آیت 1) Demonstrate کرنا تھا۔ وہ Effect، جس کی وجہ سے ان آیات کے نزول ہونے تھے۔ پیغمبر نے Demonstrate کیا کہ جادو اور سحر یادداشت پہ اثر ڈالتا ہے۔ پیغمبر نے ہمیں بتایا ہے کہ جادو دو کیفیات پہ مشتمل ہے۔ یہ نظر اور مائنڈ کا Obsession ہے۔ دماغ پہ جب ایک خیال Recurrance شروع کر دے جسے آپ نیوروسس یا سائیکاسس بھی کہتے ہیں، سحر ہے۔ پیغمبر نے demonstrate کیا کہ جب میموری مسنگ شروع کر دے یا over concentration کی وجہ سے simple attitude ضائع ہونے شروع ہو جائیں تو یہ سحر کا اثر ہے۔ یہ سحر اندر اور خارجی کیفیات سے بھی ہو سکتا ہے۔ پیغمبر نے سحر

Marfat.com

demonstrate کیا کچھ عرصے کے بعد وہ خوبصورت آیات الٰہیہ آپ کے ہاتھ میں آ گئیں۔ اب سحر ہوا، اثر ختم ہوا جو شخص آج بھی والناس اور فلق کو دافع سحر سمجھتا ہے اس پہ سحر نہیں ہو سکتا۔ یہ تحفہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو عطا کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اوپر سے گزار کے آپ کو دیا۔ اب آپ کو جادو کا کیا ڈر ہے۔ یہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلق اور وَالنّاس سے پہلے متعدد آیات قرآنی بحیثیت دافع سحر پڑھتے تھے مگر جب یہ دو صورتیں آئیں پھر صرف انہی کو اختیار کیا۔ اب آپ بتائیں کہ اگر آپ کو کسی کیفیت سحر سے آشنائی ہو اور آپ والناس اور فلق بھی پڑھ چکیں تو آپ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ بھلا

you don't believe in God, you don't believe in Quran.

یعنی وہ منحوس جو گلی میں بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ تم پر تعویذ ہوئے ہیں آپ کو اس پہ زیادہ اعتبار ہے۔ قرآن پہ نہیں ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ نہیں ہے۔ سورۃ والناس پہ نہیں ہے۔ سورۃ فلق پہ نہیں ہے۔ اگر آپ کا دل شہادت دے کہ یہ دافع سحر ہیں اور رسول اللہؐ نے بتایا ہوا ہے تو جو ایک مرتبہ ہی والناس اور فلق پڑھے گا اس پر سحر کا اثر نہیں ہو سکتا۔

خواتین کو ہدف تنقید بنانے کا رواج

سوال: آپ نے لیکچر کے ریفرنس میں خواتین اور انکے فیشن کو کوٹ کیا ہے مثلاً پائنچے اوپر کرنے کا حوالہ آپ نے دیا ہے حالانکہ ہماری سوسائٹی Male Dominating سوسائٹی ہے لہٰذا وہ ریفرنسز جن میں خواتین کو ہدف تنقید بنایا گیا ہو آپ Quote نہ کریں۔

جواب: دیکھئے نا اگر میں حوالہ نہ دیتا تو آپ کا اتنا اچھا سوال مجھ تک نہ پہنچتا۔ بات یہ ہے کہ فیشن یا change of pattern زیادہ تر خواتین کو متاثر کرتا ہے۔ اس طبقے میں Competitive Sense زیادہ ہوتی ہے اور یہ فزیکل یا مینٹل comparison سے ایک دوسرے کو Judge کرتے ہیں۔ آپ نے ایک نارمل میاں بیوی کو زندگی بسر کرتے

Marfat.com

ہوئے دیکھا ہوگا۔ سوائے ایک اونچے اور تعلیم یافتہ طبقے کے جہاں مرد اور عورت گھر سے سنور کے نکلتے ہیں۔ مگر نارمل حیات میں جب آپ دیکھتے ہیں تو آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ نارملی ایک بڑی اچھی Well Dressed عورت کے ساتھ ایک Quite Simple سا مرد جا رہا ہوتا ہے میں نے اپنی زندگی میں اکثر بہت سارے مردوں کو مشورے دیئے، بھئی اچھی بھلی بیوی ہے تیری، خدا کیلئے اس کی پسند کی حد تک تو تھوڑا سا سنور کے نکل۔ تو نارملی مرد جو ہے، اپنی ذات کے بارے میں اپنے مسائل کی وجہ سے Careless ہو جاتا ہے بلکہ اکثر یہ دیکھا گیا کہ عمر کے ساتھ ساتھ بہت ساری خواتین فرض کیجئے اگر Facial wise مرد کو پسند نہ کریں تو وہ بولتی تو نہیں ہیں۔ مثلاً اگر ان کے Husband ڈاڑھی رکھ لیں تو دبے الفاظ میں کہتی ہیں کہ انہوں نے بے انداز ڈاڑھی رکھ لی۔ کوئی سلیقے سے رکھتے، کوئی قرینے سے رکھتے۔ بات یہ ہے کہ عورتوں کی مثال میں نے اس لیئے دی ہے کہ میں نے ایک fact کی مثال دی تھی کہ باوجود اس کے کہ اہلحدیث مدتوں پائنچے ٹخنوں سے اونچے کرنے کیلئے مردوں کو کہتے رہے، اس کے برعکس ایک فیشن آیا اور اکثر اور بیشتر خواتین کے پائنچے اونچے ہو گئے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ کلچر کی زیادہ رسائی عورتوں میں ہے بلکہ ایک بڑی خوبصورت حدیث ہے کہ علم اور مسائل علم سیکھنا ہوں تو مدینے کی بوڑھی عورتوں سے سیکھو۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ لینگویج کی حفاظت جو کلچر کا ایک بڑا معتبر حصہ ہے، ہمیشہ عورت کرتی ہے۔ دیکھئے میں ایک محلے میں، ایک مکان کی چھت پہ رہتا تھا تو صبح صبح کا پانی چلا جاتا تھا۔ میرے نیچے اہل زبان رہتے تھے تو صبح سویرے جب میرے کانوں میں ایک آواز آئی یعنی ماں بیٹے سے کہہ رہی تھی۔ دیکھو! پانی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس سے پہلے کہ یہ گریزاں ہو بدن بھگو لو۔ اب دیکھئے میں تو یہ جملہ سن کر حیران رہ گیا کہ یہ ایک ماں بچے کو کہہ رہی ہے کہ پانی کا کوئی اعتبار نہیں اس سے پہلے کہ یہ گریزاں ہو، بدن بھگو لو۔

Mostly culture is born out of local effect.

Marfat.com

اسلامی تاریخ میں سفرنامہ

رَبِّ اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِی مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اَجْعَلْ لِّی مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔ (الاسراء آیت 80)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ O وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ O وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O (الصافات آیت182,181,180)

Marfat.com

خواتین وحضرات! میں نے بہت بچپن میں شاعری شروع کی تھی اور اگر جاری رکھتا تو گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں سب سے young صاحب دیوان شاعر ہوتا مگر شاعری میں نے بلوغت کے وقت دو وجوہات سے چھوڑ دی۔ ایک تو مجھ میں یہ احساس ہوا کہ خدا کے سوا میں کسی اور کی تعریف کر ہی نہیں سکتا اور دوسرا مجھے اس وجہ سے شاعری چھوڑنا پڑی کہ میں دوسروں سے اپنی داد کی توقع رکھنے پر مجبور ہوتا تھا اور یہ دونوں وجوہات میرے نزدیک بہت بڑا نقص بن جاتی تھیں۔

اس شخص کے لئے جس نے اندرون ذات کے سفر میں بہت سارے شجر ہائے سایہ دار کو ترک کر کے آگے بڑھنا تھا۔ بودلر نے ایک جملے میں کہا تھا کہ

Writer's every word is an act of generosity

چاہے وہ اچھا لکھے یا برا لکھے ۔ادیب کا ہر لفظ فیاضی ہے ۔صوفی اور ادیب میں بہت تھوڑا سا فرق ہوتا ہے۔صرف ایک لفظ کا Mystic's every act is an act of generosity اگر اس کا ہر لفظ act of generosity ہے۔تو Mystic کا ہر

ایکٹ act of generosity ہے۔ قلوب میں اور انسان کی فراستِ عقل میں اگر آپ کو شروع سے کوئی ادب پروان چڑھتا نظر آتا ہے تو وہ سفر نامہ ہے۔ تلاش حق میں نکلے ہوئے وہ سفر نامے جو فاہیان د ہیون سانگ نے مرتب کئے، وہ ادیب نہ تھے مگر ان کو سفر کی تلاش نے، ان کو ان کے مظہر کی تلاش نے انھیں بدھ مت کا سراغ ڈھونڈنے، اسکی تعلیمات کا سراغ حاصل کرنے کیلئے، وہ دور دراز سے نکلے اور ان کے سفر نامے کے ذریعے ہمیں اس وقت کی تہذیبات کے انتہائی ماخذ نصیب ہوتے ہیں۔

مجھے آج تک Cicero کا یہ لطیف، لذیذ اور مزیدار واقعہ سننے کو نہ ملتا، اگر ایک مسافر سفر نامے میں، اس کا ذکر نہ کرتا تو پلوٹارک کہتا ہے کہ میں سسرو کو ملنے جب اس کے گھر گیا اور دور دراز سے سفر کرتا ہوا اس وقت کے امامِ علم و عقل و فلاسفی کو ملنے گیا تو اس کا دروازہ بند تھا اور میں نے knock کیا تو اندر عجیب و غریب شور مچ رہا تھا۔ خوفناک چیخیں اور کربناک آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کچھ عرصے کے بعد میری دستک پر دروازہ کھلا میں نے دیکھا کہ عجیب سا منظر ہے کہ Cicero زمین پر گھوڑی کی طرح جھکا ہوا ہے اور دو چار بچے اس پر سوار ہیں، کوئی اس کے بال کھینچ رہا ہے، کوئی اس کے کپڑے نوچ رہا ہے، کوئی اسے جوتا مار رہا ہے۔ تو میں حیرت زدہ ساکت کھڑا رہا۔ میں تو اس دہر کے نادرۂ روزگار فقیہہ و عالم کے پاس آیا تھا۔ یہاں اس کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ سسرو نے پیچھے مڑ کر مجھے دیکھا اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا

Hush, Dont tell it to anybody, till you have your children.

ایک اہم سفر نامے کی بدولت ہی کسی مقام اور جگہ سے ایک ایسا insight develope کرتے ہیں جو ہمیں زندگی بھر کیلئے ایسا درس، سبق یا عزم دے جاتا ہے جس کا حصول کہیں بھی ممکن نہیں ہوتا۔ مسافر اور مقامی کی یہ جنگ ادیب میں ہر وقت جاری رہتی ہے۔ وہ جو مقامی ادیب ہے وہ کوچہ محبوب چھوڑنا ہی نہیں چاہتا، اس کی زندگی کا تمام محور، وہی چہرہ، وہی رخ، وہی انداز، وہی قلب و رخسار ہیں اور وہ یہ کہنے پہ ہمیشہ کوشش کرتا ہے کہ

تیرے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا
کبھی اِس سے بات کرنا کبھی اُس سے بات کرنا

اور دوسری طرف وہ مسافر ہے جو یہ claim لے کر نکلتا ہے کہ میں اپنے کسی جذبے کی تغلیط نہیں کرونگا۔ میں اپنی تمام انسانی رغبتوں کو کسی مقام پر ٹھہراؤ کا رتبہ نہیں دونگا۔ مجھے out growth عزیز ہے، میں نے بہتیرا آگے بڑھنا ہے، میں اپنے ہر جذبے کو آگے بڑھاؤں گا۔ اس کے نزدیک

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

یہ دونوں attitude اتنے مختلف ہیں مگر پورے attitude سے ادب مرتب ہوتا ہے۔ ادھر سفرناموں سے ادب مرتب ہوتا ہے، اور ادھر مکان سے ادب مرتب ہوتا ہے۔ دونوں میں کون بہتر و بدتر ہے۔ اس کا تو شاید فیصلہ نہ ہو سکے مگر ایک خامی رہ جاتی ہے کہ ایک خامی اُدھر رہ جاتی ہے اور ایک خامی اِدھر رہ جاتی ہے۔ مقامی ادیب چیزوں کو مکمل Concentration سے دیکھ رہا ہوتا ہے اور اس کے visual aspects کا Locale محدود ہوتا ہے اور وہ بڑے غور و خوض سے جب اس پر رائے دے رہا ہوتا ہے تو وہ اپنے آپ کو out growth نہیں کر رہا ہوتا۔ بہت کم شاعر ایسے ہیں جو اپنے آپ کو outgrowth کر کے شاعری کرتے ہیں اور ایسے تمام شاعر بڑے شاعر ہوتے ہیں۔ چاہے وہ اقبال ہو، یا غالب ہو۔ جس شاعر نے جس مقام پر اپنے آپ کو outgrowth کیا اور جس بلوغت فکر کیساتھ اپنے ذاتی رنج و غم کو کائناتی رنج و غم بنا لیا وہاں وہ عظمت شعر سے آشنا ہو جاتا ہے۔ ہر شاعر کا بھی ایک تصوف ہے۔ میں اسے ایک بدترین اور بدکار شاعر کہونگا جو پوری زندگی میں کم از کم چند اچھے شعر بھی تخلیق نہ کر سکے۔ کوئی بھی شاعر پچیس برس کے بعد تو کوئی اچھا شعر لکھ ہی لیتا ہے۔ اگر ایک شخص مسلسل ادب کے ساتھ جور و ستم و بلا پہ آمادہ ہی ہے تو یقین یہ ہے کہ تیس سال کی مشقت تامہ کے بعد دو چار اچھے شعر ضرور لکھ لے گا۔ ہر چیز کی ایک maturity ہے

Marfat.com

Language بذاتِ خود ایک maturity ہے اور بسا اوقات زبان کے اشعار جو ہیں، وہ خیال کے اشعار کو مات دے دیتے ہیں اور حضرت داغ غلط دعویٰ نہیں کرتے کہ ہماری زبان، ہمارا اندازِ گفتگو بعض اوقات بڑے بڑے خیال کے شاعروں کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور باوجود اچھا خیال ہونے کے ضروری نہیں کہ اقبال کی زبان اہلِ زبان کو پسند آئے۔ دوسری قسم کے مسافر کے یہ تمام تجربات، ایک قسم کا Attitude ہوتا ہے۔ تمام سفرنامے ایک خواہش کو ساتھ لئے پھرتے ہیں۔ وہ چونکہ کسی بھی Locale پہ اپنے آپ کو قائم نہیں کرتے استفادہ نہیں کرتے ایک FLAMBOYANT سی look ہوتی ہے۔ ایک جلدی کی نظر ہے اور جلدی کی نظر میں ان کے بعض فیصلے، بعض اندازے، بعض Ideas، بہت ناقص ہوتے ہیں۔ کہیں مسافر defensive mechanism ساتھ لے کر جاتا ہے۔ کہیں کہیں Aggressive Tones ساتھ لے کر جاتا ہے، کہیں کہیں اپنا احساسِ کمتری اس کے ساتھ چلتا ہوا نظر آتا ہے اور کہیں کہیں وہ دوسری تہذیب سے ناشناسائی کا جذبہ پہلے سے پال کرلے جاتا ہے۔ یہ سارے کے سارے انداز اور تیور سفرنامے کے مقاصد ہوتے ہیں۔ اگر آپ ابن بطوطہ کو دیکھیں تو اس انداز کے سفرناموں سے ایک بیش قیمت چیز پراسراریت ملتی ہے۔ اسرار کی خواہش سفرنامے کا سب سے بڑا حصہ ہوتا ہے اور یہ جاننے کی خواہش کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔؟ کیسے وہ رہتے ہیں؟ کیا اندازِ فکر ہے؟ کیا ہماری طرح ہی وہ کامن لوگ ہیں؟ وہاں بھی کچھ Un-common attitude ہوتے ہیں۔ ہم ایک واقعہ پڑھتے ہیں کہ شارلیمان Charlemagne کے دربار میں ہارون رشید کا ایک تحفہ گھڑیال پہنچا۔ اس گھڑیال کا تذکرہ مدتوں ہم یورپی لٹریچر میں پڑھتے ہیں۔ وہ عجیب و غریب کلاک تھا کہ اس کلاک میں عین ایک گھنٹے کے بعد جو بھی وقت ہو چکا ہوتا، اس کے مطابق اس گھڑیال میں سے اتنے ہی گھوڑے دوڑتے ہوئے باہر نکلتے، ہنہناتے، اعلان کرتے اور واپس آجاتے۔ ہمیں یہ ایک مسافر نے بتایا کہ جب شارلیمان کے دربار میں یہ تحفہ پیش کیا گیا تو اس کے تمام درباری اٹھ کر بھاگ نکلے۔ بڑی مشکل سے ان کو اکٹھا کیا گیا اور انھیں بتایا گیا کہ معاملہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے بادشاہ نے ہمیں یہ تحفہ بھیجا ہے۔ انہوں نے سمجھا کہ

Marfat.com

مسلمانوں کے بادشاہ نے ہمیں مغلوب کرنے کے لئے جادو کیا ہے۔ایک اسی قسم کا واقعہ ایک مسافر نے ہمیں الحمرا کی داستان میں سنایا کہ الحمرا میں سلطان وقت نے اس محل میں تالاب بنایا تھا جس کے اردگرد تمام آئینے لگے ہوئے تھے اور وہ تالاب پارے سے بھرا ہوا تھا۔جب کسی mechanism سے تالاب کے پارے کو حرکت دیتے تو ایسے لگتا کہ سارے کا سارا محل گرنے کو ہے۔اس کا عکس ایسے منعکس ہوتا کہ اس کی بلند و بالا دیواریں گرتی ہوئی نظر آتیں کہ عکس ایسے منعکس ہوتا تو عین اسی زمانے میں Spanish ریاستوں کے حکمران اور تمام یورپی بادشاہوں کا ایک وفد عین اسی وقت سلطان کے سامنے پیش کیا گیا۔وہ اموی بادشاہ سلطان عبدالرحمٰن ثانی تھے۔اس کے دربار میں جب وفد آیا اور تھوڑا سا پارے کو ہلایا گیا تو چیختے چلاتے ہوئے تمام یورپی سفیر اور وفد امراء بھاگ نکلے کیونکہ انھوں نے یہ خیال کیا کہ شائد محل گرنے کو ہے۔اب وہ سفرنامے جو یورپ کے بارے میں لکھے جاتے ہیں مجھے بڑے Nostalgic لگتے ہیں۔بڑے اداس سے لگتے ہیں۔ایسے لگتا ہے کہ ہم نہ چاہنے کے باوجود ان سے بہت مرعوب ہیں۔مرعوب نہ ہونے کے عزم کے باوجود ہم ان سے بہت مرعوب ہیں۔اسی ذہنی مرعوبیت کے سبب ہمیں ان کا وطن دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سر سید احمد خان سے جو مرعوبیت شروع ہوئی وہ قرآن کی تفاسیر میں بھی داخل ہوگئی۔جب انہوں نے سٹیم انجن وہاں بھیجا تو سورۃ دخان کو اسی پر منطبق کر دیا۔اسی طرح وہ ہمارے بڑے اسکالرز جو کچھ عرصے کے لئے یورپی تعلیم سے آشنا ہوئے وہ اپنی outgrowth نہیں کرسکے۔ایک بدقسمتی ہوئی کہ جب یورپی تعلیم یا اس وقت کے بعد ہماری اکیڈمک پراگندہ ہوئی اور ہمارے مکاتب فرسودہ ہوئے اور ہمارے قصے کہانیاں ضائع ہوئیں۔ یاد رکھئے کہ داستان ازل سے صرف دو جگہوں سے پیدا ہوتی ہیں۔تمام مسافرت کی کہانیاں صحراؤں میں الاؤں کے گرد بیٹھنے والے مسافروں، ترکمانوں یا ان شہسواروں نے تخلیق کیں جو سارے دن کی مسافرت کے بعد صحرا میں الاؤ کے گرد بیٹھ کر صرف داستان سننے کے شائق ہوتے تھے اور ایسی چیزیں سنتے کہ جو انہیں رات کو اچھی نیند سلا دیں یا سمندروں کے ساحلوں پر بندرگاہوں میں جہاں دور دراز کے مسافر اترتے ہوں گے، مقامی لوگوں کو حیرت انگیز قصے سنایا

Marfat.com

کرتے ہوں گے مگر ان مسافروں میں دیارِ غیر میں یہ تاثر لے کر نہیں جاتا ہے۔ اور وہ Comparative classical matches ڈال رہا ہوتا ہے اور اس کے خیال میں ایک تہذیب دوسری تہذیب سے لڑ رہی ہوتی ہے۔ ہم اپنی نسل، اپنے Clash of patriotic اور Clash of civilization سامنے لیکر جاتے ہیں۔ اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تہذیبات کی کروٹیں ایسے بدلیں کہ وہ زمانہ جس میں ایک کریڈٹ آپ مسلمان تہذیب کو ضرور دیں گے جو بڑی سربلند رہی، بالغ رہی بلکہ جب قرطبہ میں اسی ہزار حمام تھے شانزے لیزے میں، گھٹنوں کے بل اسی لئے خواتین پائینچے اٹھا لیا کرتی تھیں کہ کیچڑ بہت ہوتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو یاد ہوگا کہ جنرل برنارڈ شا کے ڈرامہ Pigmalion میں لندن میں جو شناخت نظر آتی کہ کیچڑ میں گزرتے ہوئے خاتون پائینچے اٹھانے سے بدتہذیب کہا جاتا تھا۔ پائینچے چاہیں خراب ہو جائیں نمائش نہیں ہونی چاہیے۔ یہ وہ مسافرتیں ہیں جو اندر کے انسانی شعور میں جاری رہتی ہیں تو فرق یہ ہے کہ علم بھی مسافرت میں ہوتا ہے۔ علم بھی سفر کرتا ہے اور سب سے بڑے تاثرات علمی طور پر ہی معاشروں میں منعکس ہوتے ہیں۔ ایک آدمی جو بغیر علم جا رہا ہوتا ہے، وہ تو مزدور ہے، کسب کرنے والا ہے، اس کو تو زندگی گزارنے کے سوا چند دن آثار زندگی بڑھانے کے سوا کسی دوسرے معاشرے سے کوئی غرض نہیں ہوتا مگر دراصل وہ لوگ جو اس تجسس کے ساتھ جاتے ہیں، کہ اگر ہم پست ہیں اور کوئی بالا ہے تو اس کے بالا ہونے کا راز کیا ہے؟ بعض اوقات سراغ رسانی ہی اس حد تک پہنچتی ہے کہ ایک مسافر علم علامہ ابو ریحان البیرونی جب ہندوستان پہنچتا ہے تو پورے بارہ سال ہندو بن کر، ان کے کلچر میں، ان کے مندر میں صرف اسی لئے وقت گزارتا ہے کہ ان کے کلچر اور مزاج کو اچھی طرح سمجھ لے۔ مستند تاریخ اور تاریخ اخبار الہند مرتب کرتا ہے اور یہ مسافرت کا خاصہ اس ادیب کا خاصہ ہے جو مسافرت میں جاتا ہے کہ وہ اپنی تحریر میں ایک ایسی صنف چھوڑ جائے کہ اہل ادب کے لئے ایک Curiosity پیدا کرے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اچھا سفرنامہ اس کو سمجھونگا کہ میں نے ایک مسافر کے انداز پڑھے اور سمجھے اور اس کے طریقہ کار کو دیکھا۔ جب کبھی خدا نے مجھے وہاں جانے کا موقع دیا تو میں اس بات کا قائل ہوا

Marfat.com

کہ اس نے جھوٹ نہ بولا تھا۔ادبیت کیا چیز ہے۔ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ آپ لکھتے کیوں نہیں؟ میں نے کہا کہ لکھنے کی عمر کیا ہے؟ ادب کی زندگی کیا ہے؟ اس نے کہا کہ رہتی دنیا تک ہے۔ ایک بڑا عجیب سا حیرت انگیز اور تاریخی پس منظر یاد آیا کہ جو بھی کائناتیں پہلے تباہ ہوئیں، جو تہذیبات تباہ ہوئیں، چاہے وہ موہنجوداڑو یا ہڑپہ کی تھیں، ان کا کوئی سراغ اب باقی نہیں۔ ہم اس معاشرے کے کسی بڑے شاعر کا نام نہیں جانتے، ہم جس چیز کو ادبی اور دائمی سمجھتے ہیں، وہ ادب ہو یا شاعری، یا وہ انسان کے خصائص میں سے ایک خصوصیت ہے۔ انسان کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے، اس کے ذہنی ارتقاء کی ایک سیڑھی ہے۔ اعلیٰ ترین Values کے حامل ہونے کے باوجود Mystic کیوں نہیں ہو جاتے؟ عجیب بات ہے کہ ایک بڑا ادیب جو دنیا میں بہترین Aesthetic knowledge دے رہا ہوتا ہے جیسے آسکر وائلڈ ہے کہ

Tread lightly here, she lies under the snow,

Speak gently, she can hear the daisy grow,

جو اتنی خوبصورت learning دیتا ہے، بدقسمتی دیکھئے کہ Homo sexuality کے چارج میں جیل کے اندر جاتا ہے۔ موت پاتا ہے۔ یہ کیا عجیب بات ہے؟ کیا ادب کو ہم زندگی کا ایک ایسا پہلو سمجھیں یا ایک ایسا انفرادی پہلو سمجھیں جو کسی قسم کے اخلاقی ضوابط سے یا کسی قسم کی اخلاقی اعلیٰ Committment سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ کیا ادیب ایک ایسا Narcissist ہے جو انسان کے توازن کو بگاڑنا چاہتا ہے یا عظیم شاعر ایک Fore runner ہے۔ اس تمام pornographic movies کا، ان تمام pornographic literature کا جو پہلے لٹریچر کے لئے values، اپنے لوگوں کو دینا چاہتا تھا۔ عرب کے لوگ آپ کو پتا ہے کہ تشبیب میں کتنے ماہر تھے؟

تو سلطان سلمان عبدالملک کے زمانے میں ایک شاعر نے تشبیب پڑھی تو خلیفہ نے کہا کہ تجھ پہ تو حد لگ گئی ہے۔ کیونکہ تو نے زنا کا اقرار کیا ہے۔ تجھ پر تو حد لگ گئی ہے۔ وہ بہت گھبرایا کہ کیا ہوا ہے خلیفہ نے کہا کہ تو نے مجھے جو واقعہ بتایا ہے، اس کے بعد تو حد سے نہیں بچ سکتا۔ اس

Marfat.com

نے کہا! اے خلیفہ میں جھوٹا ہوں۔ خلیفہ نے کہا یہ کیسے ہے؟ کہ تو نے اقرار کیا ہے اور اقرار کے بعد تو کیسے جھوٹا ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا کہ سرکار مجھ پر قرآن کریم گواہ ہے کہ شعراء تو جھوٹ کی وادیوں میں سفر کرنے والے لوگ ہیں تو بادشاہ نے کہا کہ آج تو بچ گیا۔

میں یہاں ذاتی گناہ گننے نہیں آیا بلکہ ادب اور تصوف کے مابین اس خلیج کی ضرور نشاندہی کرونگا جس کی وجہ سے ادیب بیک وقت ادیب اور صوفی ہو جاتا ہے اور ایسا اصولاً ضرور ہونا چاہیے کہ پھر ادیب کو بھی اپنے کسی نہ کسی تصور کی outgrowth کرنی چاہیے۔ اگر اس کے پاس تحریر و تقریر کا ملکہ ہے، اگر اس کے پاس اندازِ گفتگو ہے، اگر القابات کہنے کا سلیقہ ہے تو پھر اسے اپنا موضوع اور اپنی Committment کسی نہ کسی اصول کے ساتھ واضح کرنا پڑتی ہے ورنہ وہ ادیب بنیادی طور پر انارکسٹ ہوگا۔ ایک کمیونسٹ مصنف کارل مارکس (یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ اس کے نقص کی تعریف کرلیں یا اسکو داد دیں) کا کمال یہ ہے کہ دنیا بھر کی تمام تاریخ اپنے فلسفے کی رو سے پڑھ رہا ہے۔ وہ وہی غلام اور آقا کے فلسفے کو لے کر آگے چل رہا ہے حتیٰ کے ادب پر بھی اس نے Bolshevik اور Proletariat کی حدود لگا رکھی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ تمام چیزیں کسی special نقطہ نظر اور Committment سے دنیا کا angle واضح نظر آتا ہے۔ اگر آپ کی Committment ہی نہیں ہے اور آپ کے خیال میں کسی ادب کا کوئی انجام ہی نہیں ہے۔ حیرت کی بات یہ دیکھئے کہ دنیا کی باقیات قدیم میں آپ کو جو سب سے پہلا ادبی مخطوطہ نظر آتا ہے یا جو تحریر نظر آتی ہے، وہ تصوف میں ہے۔ وہ اس سفر پر ہے جو Outgrowth کا سفر ہے۔ وہ میسوپوٹیما کے Gilgamish کی داستان ہے اور اگر کچھ تحریروں میں ان آثار قدیمہ سے کچھ بچتا ہے اور ان تہذیبات میں سے جو اللہ نے تباہ کیں، ان میں سے اگر کچھ بچتا ہے تو ایک واضح ترین داستان جو بچتی ہے وہ Ecedo اور گلگامش کی داستان ہے اور وہ داستان ادب عالیہ میں شمار ہوتی ہے مگر اس داستان کی مقصدیت صرف ایک ایسے متجسس بادشاہ کا سفر ہے جو بالآخر اسے خدا کی طرف لے جاتا ہے جو اپنے جسم کے فاصلوں کو طے کرتا ہوا، اپنی روح کے حقائق کو طلب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ علم ہمیشہ مسافر کی

Marfat.com

طرح حاصل ہوتا ہے۔ فاہیان اور ہیون سانگ تلاش علم میں چلتے ہوئے دنیا اور علم کی منظر کشی کرتے ہیں اسی طرح ابن بطوطہ کے سفر ناموں کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ جھوٹ بہت بول جاتا ہے۔ اس کے تاریخی حقائق کی تصدیق بہت مشکل ہے اور اس کے ہر سفر میں مبالغے کا ایک عنصر ضرور شامل ہوتا ہے۔ چاہے یہ مبالغہ حقائق یا کسی Defensive mechanism پر مبنی ہو۔ جیسے عطاء الحق قاسمی کے تمام سفر ناموں میں Aggressive Romanticism چیختا ہوا نظر آتا ہے۔ کہیں کہیں وہ حالات پر نظر ڈالتے ہوئے وہ ایک Aggressive Romanticism جو اس کے اندر ہے مستنصر حسین تارڑ اپنی Individual حیثیت کو maintain کرنا چاہتا ہے۔ صرف مشرق و مغرب میں نہیں مگر آپ قرۃ العین حیدر میں دیکھیں تو اس کی زندگی کا تمام ناول ہی سفر نامہ ہے اور وہ out most board سے اس تہذیب کے Nostalgia سے کبھی آزاد ہی نہیں ہو سکی۔ وہ صدیوں کے سفر کو کبھی بھلا ہی نہیں سکی اور اس کی اول تحریر سے آخری تحریر تک اسکے Nostalgic سفر کی نمائندگی ہمیں صاف نظر آتی ہے۔

میں آپ کو سچی بات بتاؤں کہ میں نے رانجھا صاحب کے سفر نامے کی ایک ہی کتاب دیکھی، زیادہ نہیں دیکھ سکا اس کتاب میں مجھے رانجھا ایک ایسے مسافر کی طرح نظر آیا، میں یہاں اس لیے بالکل نہیں آیا کہ

من تراحاجی بگویم تو مرا ملا بگو

بلکہ میں اس لیے آیا ہوں کہ اگر میں پہلی صورتحال جو قرآن مجید کی آیات پڑھ کر شروع کی تھی

رَبِّ اَدْخِلْنِی مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِی مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَل لِّی مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَصِیْراً۔ (الاسراء آیت 80)

کہ مجھے سچ میں داخل کر کہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ دو چیزیں اس میں نظر آتی ہیں کہ سفر نامہ Individually اور Originally نہیں لکھا گیا۔ سفر نامہ میں یہ عجیب و غریب رخ اس چیز کا ہے کہ پہلے سے اگر آپ ایک تعداد دیکھتے ہیں ان کتابوں کی، جو حاجیوں کے حج کے بعد

Marfat.com

سفرنامے شروع ہوئے اور جس میں بہت سارے سفرناموں میں بڑی تازہ دلی پائی اور ان میں سے آپ دیکھیں گے کہ جو حاجی جا رہا ہے حج کو، وہ ایک سفرنامہ مرتب کر رہا ہے مگر عبدالحمید عدم نے بھی ایک سفرنامہ مرتب کیا ہے فرمایا کس قدر بوجھ بڑھ تھا گناہوں کا حاجیوں کا جہاز ڈوب گیا جو مسافر وہاں دیارِ حرم کو جا رہا ہے، وہ حرم کے نام سے ایک سفرنامہ ضرور تحریر کرتا ہے، جو یورپ کو جا رہا ہے، وہ یورپی اچنبھوں کی تفاسیر اپنی کتاب حقائق میں ضرور لکھتا ہے، جو روس کو جا رہا ہے صاف نظر آتا ہے کہ مخاصمت ذہن کے ساتھ جا رہا ہے، کہ میں نے اس اندازِ فکر کی تقلید نہیں کرنی اور اگر آدمی Pre-set Ideas کے ساتھ کسی تہذیب کے سفر کو جائے گا تو یہ ایک بہت بڑی ناانصافی ہو گی۔ جب میں امریکہ گیا تو آپ کو حیرت کی بات بتاؤں کہ میں نے سفرنامہ نہیں لکھا مجھے کرپشن وہاں نظر نہیں آئی تو میں بڑا پریشان ہوا کہ میں کیا چیز واپس لے کر جاؤں گا اور کیسے ان پر تنقید کروں گا لائنوں میں کھڑا ہونا، احمقوں کی طرح آسمان دیکھنا اور اپنی باری کا انتظار کرنا۔ للہذا مجھے تلاش رہی کہ میں سفر کے نقاط ڈھونڈوں کہ کل جاؤں تو میرا تو کوئی Defence نہیں ہے۔ یہ کم بخت تو بازی لے گئے ہیں، صفائی ستھرائی میں، اتار چڑھاؤ میں، دیکھنے میں، Attitudes میں، maintenance of orders میں، حقیقت میں یہ بازی لے گئے ہیں۔ بالآخر مجھے ایک چیز مل گئی، میں ایک Washroom میں گیا تو اوپر لکھا ہوا تھا کہ

Not washing hands is illegal

بڑا خوش ہوا۔ یہ وہ بدبخت قوم ہے جنہوں نے اپنے Washroom کے اوپر لگایا ہوا ہے کہ

Not washing hands is illegal

وجہ یہ ہے کہ اگر لوگ Washroom کے بعد ہاتھ دھوتے تو یہ کبھی نہ لکھا ہوتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے غلیظ ہیں اور ہم تو پیدائشی باتھ روم سے نکل کر ہاتھ دھوتے ہیں۔ پہلے ماں باپ دھلاتے ہیں پھر خود دھونا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم تو صفائی کے معیار میں یقینی حد تک ان سے بہت آگے ہیں۔ میرا خیال یہ تھا کہ کوئی تہذیب اتنی ایماندار نہیں ہو سکتی یہ میرا اصول تھا۔

Technically I would say کہ جو کچھ آپ کو نظر آتا ہے، ویسے ہی نظر آنا چاہیے۔ میں چونکہ مسافر تھا تو ایک دم سے فلیش لائٹ پڑ رہی تھی تو میں نے کہا ہاتھ رکھ کے دیکھوں کہ فلیش لائٹ کے نیچے کیا جا رہا ہے۔ مجھے فلش لائٹ کے نیچے ایک عجیب سا لطیفہ نظر آیا، میں نے سڑکوں کے کنارے ننگے امریکی کچھے وچھے ڈالے اور اپنے ہاتھوں میں کچھ اٹھائے آوازیں لگا رہے تھے۔ میں بڑا شرمندہ ہوتا کہ بسوں سے گزرتے ہوئے یہ ریوڑیاں بیچنے والے ہماری اقدار کا بدنما داغ ہیں جن کی ترقی پر سالم دلیل ہیں یہ ذلت صرف ہمارے ملک میں پائی جاتی ہے۔ میں نے وہاں بے شمار کالے، پیلے، نیلے اور گورے لوگ ٹیلیفون ہاتھ میں اٹھائے نظر آئے۔ یہ ٹیلیفون بڑا سستا ہے۔ جب انہوں نے ٹیلیفوں کی پانچ ڈالر قیمت بتائی تو میں پانچ ڈالر پھینکنے پر آمادہ ہوا میرے ساتھ والے نے کہا، یہ جھوٹا ہے۔ یہ چوری کے ہوتے ہیں، میرے ساتھ والا چونکہ مستقل امریکی تھا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ انہیں نہ لینا یہ صرف ایک منٹ چلیں گے اور بجلی لگاؤ گے تو یہ ختم ہو جائیں گے۔ میں دل میں بڑا خوش ہوا کہ اگر ہمارے اور ان کے اعلیٰ ترین طبقے میں ہم آہنگی موجود نہیں ہے تو پست لیول پہ میری اور اس قوم کے افراد میں ہم آہنگی موجود ہے اور آپ کو پتا ہے کہ حُب علی نہ سہی بغض معاویہ تو مشہور ہے۔ میں آگے بڑھتا گیا۔ میری نگاہ اس مسافر کی طرح تھی جو کوشش کر رہا تھا مگر ایک بات میں آپ کو بتاؤں

Finally I reached to one conclusion that clash of civilization

مجھے تو ایک بہت بڑی نسل کا انسان انعام ملا اس نے کہا کہ پروفیسر صاحب

I came to seek help you, I have six daughters and one of my daughter has aloped with someone can you help me

میں نے کہا مدد کیا لینے آئے ہو۔ کیا وہ واپس آسکتی ہے؟ میں نے کہا میں وہ تو واپس نہیں لے کر آ سکتا باقی پانچ بچا سکتا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے اپنی بیٹیوں کو کیا دیا؟ تم یہاں جو

Marfat.com

آسانی کی خاطر آئے تھے تم نے اپنے بچوں کو کیا دیا؟ تم نے اپنی اولاد کو اتنے اللہ میاں دیے کہ ان کے پاس چناؤ کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔ اللہ میاں نے انسان کی آزمائش بھی بتوں سے کی کیونکہ وہ بھی اس کے پیدا کردہ ہیں۔ دور حاضر میں دیکھو جہاں اللہ اتنا بلند و برتر ہے وہاں اس نے اپنا مخالف لات، منات عزیٰ نہیں بلکہ Statue of Liberty کھڑا کیا تھا۔

امریکہ میں جب اس بت پر میری نگاہ پڑی تو بے اختیار مجھے ہنسی آئی کہ اے اللہ تو باز آ ہی نہیں سکتا۔ تجھے ہر صورت میں مخالفت کے لئے ایک بت چاہیے اور اس عصر حاضر میں سب سے ترقی یافتہ بت کا نام Statue of Liberty ہے خدا بند شیں پیش کر رہا ہے۔ اور آزادی کا مجسمہ آزادیاں بانٹ رہا ہے۔

اس مقابلے میں Academic religion کہیں Exist نہیں کر سکتا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ پورا فلسفہ مذہب اس نہج میں ناکام رہتا ہے۔ علماء کو دیکھا۔

All of them were very rigid, dogmatist, and fundamentalist.

اس لیے کہ انکے پاس Liberty کے Concept کو match کرنے کے لئے کوئی instrument ہے اور نہ انداز فکر اور نہ خیال ہے۔ ایک تازہ ترین نوجوان نسل کو Concept of Liberties بہلا سکتی ہیں۔ اسلام کے پاس ان کو دینے کے لئے کیا ہے؟

Capacity of Civilization جہاں آپ کے Dogmas پر ضرب لگاتی ہے جہاں آپ کو رسوا کر لیتی ہے وہاں ایک general سا سوال پوچھتی ہے کہ برطانیہ میں لوگ جب نئے نئے انڈیا سے آئے تو ان کا انداز فکر و نظر ذرا مختلف تھا۔ وہ اپنے رویوں، افعال اور کردار میں سخت تھے۔ مذہب بنیادی طور پر flexies میں dogmas کی حیثیت رکھتا ہے۔ بہت کم مذہب میں ایسا فرد پیدا ہوتا ہے کہ دو سو سال کیلئے مذہب پر اس کی چھاپ رہ جاتی ہے۔ حجۃ الاسلام محمد بن غزالی کا عروج ہوا۔ دو سو سال اسلام غالب تر آ گیا۔ ادھر مواحدین اور

Marfat.com

مرابطین کی تحریک شروع ہوگئی اس وجہ سے اسپین پر مسلمان ڈیڑھ سو سال مزید غالب آگئے۔ اس زمانے میں ایک ایسا استاد اور عالم پیدا ہوا جو مدتوں تک کارڈووا اور استنبول پر حکمرانی کرتا رہا اور بعد میں بھی اس کے خیالات اور نظریات آکسفورڈ اور کیمبرج کی ٹیکسٹ بکس میں چمکتے رہے۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ ڈیکارٹ جملہ بہ جملہ، لفظ بہ لفظ، عین بعین، پورے کا پورا غزالی نقل کرتا ہے لیکن یہ نہیں کہتا کہ اُس نے غزالی کو نقل کیا ہے۔ مسافرت علم کا یہ عالم ہے کہ جب ہم وہاں جاتے ہیں اور مرعوب ہو جاتے ہیں۔ اس مرعوبیت کی کیا وجہ ہے۔ یہ لین دین تو صدیوں تک جاری ہے، کبھی مشرق کبھی مغرب اپنی اقدار کی پستی آپ پر لازم ہونی چاہیے

مغرب کا ایک بہت بڑا عالم، دانشور مفکر اور ادیب، اس کے نام کیساتھ کتنے القابات ہیں۔ ادھر میرے محلے کا مولوی ہے۔ خطیب العصر، لسان الامت، مجاہد عصر حاضر، علامہ قبلہ، مولوی، مولانا بنا پھرتا ہے اگر اس آدمی کو دیکھیں تو شرمندگی علم بڑھ جائے کیونکہ ان کے Titles مغرب کے علماء کے مقابلے میں ان گنت اور زیادہ عالمانہ ہیں۔ کیا آپ نے کبھی مغرب کے علماء کے ناموں کے ساتھ اتنے ثقیل، وزنی اور ڈھیروں ٹائٹل Attached دیکھتے ہیں؟ مگر وہاں کا تخصص یہ ہے کہ علم وجاہت طلب ہے۔ ان کا اداکار بھی وجاہت طلب ہے۔ ان کا سکالر بھی Recognition مانگتا ہے۔ اسی طرح ہمارا عالم بھی اپنی منفرد شناخت کا حریص ہے۔ لیکن علم اس کی اولین ترجیح نہیں ہے۔ ایک زمانہ تھا جب ہمارے علماء فقط علم کی جستجو اور تحقیق کے لئے جیتے اور مرتے تھے۔ ابن سینا آخری دنوں میں بیماری کے دوران میں اپنے شاگرد سے کہنے لگا کہ طاق سے ذرا فارابی اور ارسطو کی شرح اٹھا کر دو۔ اُس نے کہا حضرت خدا خدا کرو جان لبوں پر ہے۔ نزع کا عالم ہے۔ رخصت ہو رہے ہیں اور آپ ابھی ارسطو پڑھنا چاہتے ہیں۔ اُس نے کہا اے کم بخت کیا تم حدیثؐ نہیں سنی ہے کہ تلاش علم میں چلتا ہوا ہر طالب علم شہید ہے اور وہ خدا کے نزدیک اتنے بڑے رتبے کا مالک ہے کہ اسکو بڑے سے بڑے عابدوں اور محدثین سے بالا اٹھایا جائے گا۔ میں تیری طرح کلمہ پڑھوں، میں اللہ کے علوم اس طرح جانوں کہ میں آخری لمحوں میں بھی تلاش علم کر رہا ہوں۔ یہ وہ مسافرت ہے جو ہمارے پہلے لوگوں کے پاس تھی۔ اب ہم اس سے

Marfat.com

عاری ہو گئے ہیں۔ اصل میں عالم اور فاضل لوگ ہی زندگی اور معاشرے کا حسن ہوتے ہیں۔ یہ کونسا سفر علم ہے جو ہم کر رہے ہیں اب خدا گواہ ہے کہ میں نے اس معاشرے میں کوئی intellectual نہیں پایا بقول اقبال

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں
ایک بھی صاحب سرور نہیں

اس شعر میں علامہ اقبال زندگی اور علم کے سفرنامے میں فکری غربت کے ایک سنگ میل کا پتا دے رہے ہیں اور چلتے چلتے اس کرب کا اظہار کر رہے ہیں کہ اس زمانے میں ایک بھی غیر معمولی حیثیت کا حامل کوئی صوفی دانشور نہیں ہے جو اس زمانے کے کھیت میں جدید اور تازہ خیالات و نظریات کے بیج بو سکے۔

کوئی intellectual نیا خیال دے گا تو میں سمجھوں اور مانوں گا۔ اگر یورپ سے Eixsistentialism بھولے بسرے سے بھٹکتی ہوئی ادھر آ گئی ہے تو پورا عصر ہی وجودیت کا ہو گیا ہے اگر ایک Existentialist ہے تو دوسرا determinist ہے۔ اور اس کے پاس جو خیال آ گیا وہ ایک صحیفہء مقدس کی طرح ادباء پر اترا، دیکھتے دیکھتے پوار معاشرہ Determinist ہو گیا۔ اگر وہاں تھوڑی سی کلیت فکر آئی اور ادیب نے ذرا Naked الفاظ میں حقائق بیان کر دیئے تو ہمارے ادیبوں نے قسم کھالی کہ ہم پیچھے نہیں رہیں گے Where lies the committment? میں خود کیا ہوں؟ میرا معاشرہ کیا ہے ؟ میرا ادب کیا ہے؟ میرے ادب سے تو مرے وجود کی شناخت نہیں ہوتی۔ میرے ادب سے میرے معاشرے کی شناخت نہیں ہوتی۔ اسلام سب سے بڑا مہاجر ہے، سب سے بڑا مسافر ہے۔ کہاں سے چلتا ہوا دیار غیر میں آ کر رکا ہوا ہے۔ عتبہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علم آخر میں بھی مہاجر ہوتا ہے۔ جہاں سے چلا ہے بڑی دور کا سفر کیا ہے۔ کئی زمانے دیکھے ہیں۔ پلٹتا ہوا یہ واپس آئے گا اور آخر کار کسی سوراخ میں چھپ کے بیٹھ جائے گا۔ And this is worry ”کل شیء یرجع الی اصلہٖ“ (مقولہ عرب) وہ قافلہ لغمان جو Cave

سے شروع ہوا اور Escalator تک پہنچا ہوا ہے۔ اس نے واپس غاروں کو جانا ہے۔ شاید ان کی فہم و فراست اور بہت سارے رجائیت پسند انسان و مفکر اور دانش ور اپنی عقل و دانش سے یہ انجام آورد کریں۔

اکیسویں صدی کے دانشور جو آج اس دنیا میں ہو رہا ہے اور جو کچھ ہمارے ادیب نقل کر رہے ہیں اس کے بعد تو یہ لگتا ہے کہ اگر خدا نے انجام دنیا آدھا دن رکھا تھا تو وہ اب ایک چوتھائی کرنے کی فکر میں ہے۔ اس لیے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ادیب وہ ہے جو دوسرے کلچر کے ساتھ بھی ویسا ہی انصاف کرے جیسا وہ چاہتا ہے کہ اس کے اپنے کلچر کے ساتھ ہو۔ میں نے اسی لئے سفر نامہ نہیں لکھا کیونکہ امریکہ کے باشندوں میں احساس گناہ نہیں تھا۔

They were not accountible to any Religious person.

مجھے وہاں ایک انگریز نے کہا کہ اگر ہم پر خوف خدا نہ ہو تو ہم بھی صوفی ہوتے۔ میں نے اسے جواب دیا کہ تم میں صوفی کیسے ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ تمہاری تو مجبوری ہے۔ تم تو آزاد رہنا چاہتے ہو۔ تم دنیا کا ہر شوق رکھتے ہو، تم چاہتے ہو کہ ہر چیز کھاؤ اور شراب، کباب کے تمام شوق پورے کرو لیکن میری تو مجبوری یہ ہے کہ میں پوری ذہنی رسائی کے ساتھ یا جہاں تک میرے ذہن کی رسائی تھی، میں خدا کا قائل ہو چکا ہوں۔ میرے پاس انکار کے Arguments نہیں ہیں۔ میں مجبور ہو چکا ہوں، میری Accountabilty مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں وہ افعال نہیں کر سکتا جس کے لئے خدا کی مخالفت مول لوں۔ گناہ و ثواب میرے Practical اعمال نہیں، گناہ و ثواب تو ارشادات خداوند میں ہیں اس کا میں جج نہیں ہوں۔ مجھے بڑے گناہ بہت خوبصورت لگتے ہیں اور بڑی نیکیاں مجھے Bore لگتی ہیں۔ میں چونکہ مجبور ہوں۔ میرا اہتمام، اعتبار اعتماد گناہ و ثواب پر نہیں، ملائکہ پر نہیں ہے۔ یہ سارے اعتبارات صرف ایک اعتبار کا حصہ ہیں جو مجھے خدا پر ہے۔ لوگ مجبور ہیں۔ میں نے امریکہ میں مسافرت کے دوران یہ دیکھا کہ وہ ٹھیک ٹھاک لوگ تھے، اگر میرے سر پر خدا نہ ہوتا تو میں بھی ویسی ہی زندگی گزارنا چاہتا۔ آپ کے اور ان کے طرز عمل میں کتنا فرق ہے؟ ہم نے تو مرنا بھی ہے، اٹھنا بھی ہے، جواب بھی دینا ہے

Marfat.com

اور آخرت میں جانا ہے۔ منکر نکیرین سے ملنا ہے۔ جنت اور دوزخ کے مقامات دیکھنے ہیں۔ پھر لڑ بھڑ کر کہیں پل صراط سے گزرنا ہے، پھر حوض کوثر پر پہنچنا ہے۔ اتنی Crucial داستانیں ہمارے ذہنوں میں ہیں جن مقامات پر یہ ساری چیزیں واقع ہیں، ہاں وہ ساٹھ ستر سال کی مسافرت تو کام ہی نہیں آئے گی۔ خداوند کریم نے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رانجھا صاحب کیا بتائیں گے کہ سفر نامہ کیا ہے۔ فرمایا "پورے کا پورا دین ہی اس کائنات کا سفرنامہ ہے" رانجھا اس مسافر کی طرح ہے کہ جس نے شائد دینداری اور پرہیزگاری کو تھام کے یہ سفر کیا ہے یہ سچی بات ہے کہ رانجھا صاحب نے ایک اچھے اور نیک مسافر کی طرح یہ سفر کیا ہے۔ اگر موصوف دل و نگاہ پر کنٹرول کرتے ہوئے احتیاط سے سفر نہ کرتے تو یقیناً وہیں کے ہو کر رہ جاتے۔ کیونکہ کلچرل Aspects میں آپ کا کلچر، اس کلچر کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ایک تقابل کی خاطر پوری تاریخ میں آپ یہ دیکھیں گے کہ اسلام کہاں کہاں آیا اور کہاں کہاں فوجیں اتریں؟ آپ حیران ہونگے کہ بیشتر جگہوں پر کوئی مسلمان فوج نہیں اتری۔ انڈونیشیا میں کوئی نہیں اتری، سراندیپ میں کوئی نہیں اتری، موریشیس میں کوئی نہیں اتری تو بیشمار جگہوں پر اسلام ہی اسلام ہے۔ مجھے ان لوگوں کی حماقت سمجھ نہیں آتی کہ ایک مسافر ان کے ساحل پہ اترتا ہے اور اگلے دن سارے مسلمان ہو جاتے ہیں وہ لوگ اتنے جاہل ہیں، نہیں شائد ایسا نہ ہو۔

میرے ایک جماعت اسلامی کے دوست تھے (اس وقت میرے جماعت اسلامی کے ہی دوست ہوا کرتے تھے) بڑے پکے دوست تھے کہ وہ ہر وقت مجھ سے کہا کرتے تھے کہ یہ کافر ہے، وہ کافر ہے یہ زیادتی ہے، یہ عمل مسلمان کے لئے جائز نہیں۔ فلاں بات مذہب کے خلاف ہے۔ وغیرہ وغیرہ اور میں ان کے اشارات سے فقرات مرتب کرلیا کرتا تھا۔ تو وہ اتفاقاً امریکہ چلے گئے۔ کوئی سال دو سال بعد ان کی واپسی ہوئی۔ مجھے کہنے لگے یار کیا ہم لوگ زیادہ prejudice نہیں ہیں؟ میں نے کہا کیسے تو کہنے لگے کہ کتنا واہیات ہے کہ ہم نے فلاں شخص کو کافر declare کیا ہوا ہے اور ہر وقت ہر چیز پر فتوے لگاتے رہتے ہیں۔ ہم ضرورت سے زیادہ متعصب ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آج کل نماز پڑھ رہے ہو جواب دیا کہ آج کل

امریکہ میں ماحول ایسا نہیں ہے کہ جہاں نماز پڑھی جائے۔ آخر کار باتوں باتوں میں پتا لگا کہ بے چارے اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہوئے کے مصداق، نیویارک اترتے ہی فلپائنی لڑکی کے عشق میں مبتلا ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورے کا پورا ماحول منچلا ہو گیا۔ اب یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آخر اس کلچر میں ایسی کیا طاقت ہے کہ آپ کا کلچر اسے face نہیں کر سکتا لیکن اس وقت اسلام کے کلچر میں کیا طاقت تھی کہ دنیا کا کوئی کلچر اُسے face نہیں کر سکا۔ جہاں جہاں مسلمان جاتے تھے مسلمان بنانے کی ایک فیکٹری کھل جاتی تھی۔ یعنی جدھر بھی گئے، اسلام چھوڑ آئے۔ جدھر بھی گئے مسلمان چھوڑ آئے اب تو مصیبت پڑی ہوئی ہے آج کے جدید ترین ملکوں کو کہ جہاں جہاں تیل ہے وہاں وہاں مسلمان ہیں، جہاں جہاں مسلمان ہیں وہاں وہاں تیل ہے۔ مگر اصولاً یہ ان اصحاب کا کرشمہ ہے جو کلی اور انفرادی اعتبار سے مسافرت پر نکلے ہوئے تھے۔ ان کے پاس پتا نہیں کیا تھا۔ شاید اللہ کی وہ بات سو فیصد درست نکلے کہ جب اللہ کے بندے زمین پر چلتے ہیں تو آگے آگے ایک نور سعی کرتا ہے اور جوان لوگوں کو ہر دل عزیز اور مقبول کرتا ہے۔ اور ان لوگوں کو Power of Integrity of Philosophy دیتا ہے۔ ان لوگوں کا اتنا مضبوط کلچر تھا کہ انہوں نے اپنے زمانے اور اپنے زمانے کے لوگوں کو مسخر کیا۔ بے پایاں شان و شوکت اور عزت و عظمت والی Empires ان کے زیر نگیں رہیں۔ لیکن بعد میں کیا ستم ہوا کہ کچھ درویش وہاں چلے گئے، نہ شکلیں نہ انداز نہ فکر! ان کلچرز کے ٹکراؤ میں یہ فقہی جیت گئے اور وہ تہذیبات شکست کھا گئیں۔ It is one base کہ یہ ذہنی ٹکراؤ ہے اگر آپ کمزور ذہن کے ہیں تو آج بھی دوسری Civilizations آپ کو Suggestions دے رہی ہیں مگر ذہنی ٹکراؤ میں Dogmatic fundamentalism کام نہیں آتا، اندھا دھند تقلید کام نہیں آتی اور اندھا دھند تقلید کے بارے میں ارشاد باری ہے اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الۡبُکۡمُ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡقِلُوۡنَ (الانفال:8-22) " کہ بدترین ہیں وہ انسان جو غور و فکر نہیں کرتے، جو عقل استعمال نہیں کرتے اور اندھے اور بہروں کی طرح میری آیات پہ گرتے ہیں" آجکل ہر سفر نامے میں، اس احساس کی بنیاد ہمیں ملتی ہے کہ ہر مسافر اس فہم و فراست، اقرار ذات خداوند کا اپنی

priorities پر قائم نہیں ہے جو اللہ، قرآن اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دی ہیں۔ مجھے ایک بار ایک اچھے پروفیسر نے کہا کہ اُس نے چودہ سال مسلسل خدا ڈھونڈا ہے لیکن اسے خدا کیوں نہیں ملا۔ تو میں نے صرف ایک جملہ کہا:

Allah is not mathematical approaches, or thesis or researches. It is the top priority of the intellectual curiosity

اللہ کے دین کی جستجو، تخلیق کار ذہن کی اعلیٰ ترین ترجیح ہے جو انسان کے نفس کی تمام ترجیحات پر مکمل غلبہ چاہتا ہے وہی fundamentalist ہے۔

سوالات وجوابات

کیا خدا بھی خوشامد پسند ہے؟

سوال: ہم جب بھی دعا کرتے ہیں تو ہم تو خدا کو ایسے ناموں سے، جیسے غفور الرحیم ہے، سے پکارتے ہیں کیا خدا کو اپنے ان سارے Attributes اور Characters کا علم نہیں کہ خدا ایسا کیوں چاہتا ہے کہ ہم خدا کے ساتھ خوشامدی رویہ اختیار کریں؟

جواب: مولانا صاحب۔ ہمیں یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ ہم اسے خوبصورت لفظوں سے ادب کے ساتھ یاد کریں۔ ہمیں اپنے طور پر کیسے پتا چل سکتا ہے ہمیں چونکہ یہ آداب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھائے ہیں اور ان میں یہ ادب شامل ہے کہ اللہ کو اسماء حسنہ سے پکارا جائے، اچھے ناموں سے اور اس کے ساتھ یہ ادب بھی شامل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہوں نے ہمیں یہ آداب سکھائے ہیں، ان پر درود بھی پڑھا جائے، درود وسلام پڑھنے کے بعد دعا کی جائے اور اس کے بعد آخر میں پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہدیہ درود، ان کی خدمت میں پیش کیا جائے، ان کے لئے پڑھا جائے۔ یہ آداب

دعا ہیں اور اس میں اللہ یہ بات پسند کرتا ہے' اللہ عبادت اور عبودیت کے اظہار کو پسند کرتا ہے' اللہ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔ جب ہم ایک عاجز بندے کی طرح اسے اچھے ناموں سے پکارتے ہیں اور درود شریف بھی پڑھتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں تو پھر وہ دعا سنتا ہے اور دعا قبول ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس میں کوئی اعتراض کیا جا سکے یا جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ خوشامد کی بات ہے۔ یہ ہمارا فرضِ عین ہے کہ ہم اس کا ادب بھی کریں، اس کا احترام بھی کریں۔ اس سے محبت بھی رکھیں اور ان تقاضوں کے مطابق اس کو اچھی طرح مخاطب کریں۔ کوئی بھی پسند نہیں کرتا کہ اسے غلط طریقے سے مخاطب کیا جائے۔

دوسری بات کہ خوشامد دو لفظ ہیں۔ خوش آمد ایک ایسی بات جو پسند آ گئی۔ ایک بات جو مجھ میں نہیں تھی میں نے سنی اور مجھے پسند آ گئی۔ یعنی ایک بات جس کا میں مستحق ہی نہیں تھا لیکن خدا کے معاملے میں تو یہ بات ممکن ہی نہیں ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ آپ اللہ کی جتنی بھی تعریف کریں گے، وہ اللہ کے مقام، عزت، بزرگی اور جود و سخا سے کم تر ہو گی۔ اس لئے اللہ کی خوشامد نہیں ہو سکتی۔

اللہ کے دوست کی شناخت

سوال: قرآن میں ہے کہ اللہ کے دوستوں کو نہ خوف ہوتا ہے نہ غم جبکہ سچ یہ ہے کہ سارا زمانہ خوف و غم میں مبتلا ہے۔ کیا اس زمانے میں خدا کا کوئی دوست نہیں؟

جواب۔ اللہ کے دوستوں کے بارے میں قرآنِ کریم نے کہا اور اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ اللہ کے دوست غم و حزن اور خوف سے آزاد کئے جاتے ہیں۔ مشکل میں مبتلا ہونا جو آزمائش بھی ہو سکتی ہے، درجات کی بلندی کا سبب بھی ہو سکتی ہے، وہ بالکل مختلف بات ہے۔ خوف و حزن سے مشکل کے باوجود اگر دل مطمئن ہے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ قرآن کی نفی ہو گئی ہے یہ اللہ کے دوست ہونے کے باوجود خوف و حزن میں کیوں مبتلا ہے۔ میں اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ تیر پسلیوں کے آر پار ہو چکا ہے' جان کنی کا عالم ہے لیکن کہنے والا زبان سے یہ کہہ رہا ہے۔ ربِ کعبہ

Marfat.com

کی قسم میں تو کامیاب ہوں۔ یہاں خوف وحزن کہہ رہا ہے حالانکہ تکلیف تو ہے۔ جان بھی جا رہی ہے' خون بھی بہہ رہا ہے، درد بھی ہے الم بھی ہے لیکن خوف اور حزن دونوں چیزیں نہیں۔

عصر حاضر میں اجماع کی ضرورت

سوال: آج کے دور میں اجماع کا عنصر غائب ہوتا جا رہا ہے۔ کیا اس کی ضرورت بھی باقی رہی ہے یا نہیں۔؟

جواب۔ خواتین وحضرات: زمانے میں بڑے بحران آتے ہیں اور یہ رسم دنیا ہے کہ دین جب اپنے اصلی مقام اور حوالے سے گرتا ہے تو بہت سارے لوگ اسے اختیار کر کے اس کی علمیت کا دعویٰ کر لیتے ہیں اور اس کے جاننے کا زعم اپنے اوپر مسلط کرا لیتے ہیں جو دراصل کسی بھی تازگیٔ ذہن کے مالک نہیں ہوتے، کسی خیالاتی رفعت کے مالک نہیں ہوتے اور نہ وہ فہم وفراست کے مالک ہوتے ہیں جس سے وہ حکمتِ الٰہیہ یا حکمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادراک کر سکیں۔ آج کل ہمیں دو قسم کے مذہبی تحریکات سے واسطہ پڑتا ہے جو ایک دوسرے کے بالمقابل ہوتے ہیں ایسے مذہبی سکالرز جو بزعمِ خود علمیت دین کو دوبارہ زندہ کر رہے ہوتے ہیں جن میں شاید میں بھی شامل ہو سکتا ہوں اور جو یہ چاہتے ہیں کہ پورا اسلام دوبارہ نافذ العمل ہو جنکی شاید خواہشات میں کوئی دوسرا کلام نہیں ہوتا۔ وہ ایک اسلامی نظام کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور خاص کر زوال کے دنوں میں ہمارے مسلمانوں میں یہ خواہش بڑی شدید ہو جاتی ہے۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے بھی جب ایک مکمل غلامی کا دور گزرا تھا تو عالمِ اسلام میں چار بڑی مومینٹس نے یہ علم اٹھایا کہ اسلام کو پھر سے استحکام ملے۔ ان میں اخوان المسلمین مصر، تحریک محمدیہ انڈونیشیا، جماعت اسلامی پاکستان اور اسی طرح ترکی کی Relegious Organisation قابل ذکر ہیں۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ہم اسلام کو Re-establish کریں گے اور شوکتِ گم گشتۂ اسلام واپس لائیں گے مگر اس میں دو مسئلے ذرا سنجیدہ ہوتے ہیں۔ ایک سلسلہ تو یہ کہ اپنی اس کوشش میں کہ اسلام کو علمیت کے کسی معیار پر لایا جائے وہ دراصل اس کے علمیت کے مقام اور اس کی اصل روح کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

آپ نے یہ دیکھا ہوگا کہ ان تنظیموں سے منسوب جتنے رسائل اور اخبارات ہیں وہ تصوف اسلام کے منکر ہیں۔ اسلام میں باطنی صلاحیت تصوف سے اجاگر ہوتی ہے اور آگے بڑھ کر ہمیشہ معاشرے کی اصلاح کا سبب بنتی ہے مگر بدقسمتی یہ ہوئی کہ اسلام کے علمبرار نے ظاہراً کردار پر بہت زور رکھا اور خیال کیا کہ عمل ہی اصلاحِ مذہب ہے اور دوسری بات جو اس سے زیادہ سنجیدہ تھی اور زیادہ خدا کے بارے میں کم فہمی کا نتیجہ تھی وہ ایک ایسے انقلاب کے داعی تھے جس میں بزعم خود انہوں نے چاہا کہ ہم یہ انقلاب لاسکتے ہیں اور لا کے رہیں گے اور یہ کہ ہمارے اللہ نے ہمیں اس کے لئے sanction بخشی تو میں نے ایک کتاب میں بھی اس کا حوالہ دیا کہ کوئی انقلاب اس تک نہیں آسکتا جب تک خدا اسکی اجازت نہ دے اور ان سادہ لوح مفکرین میں ایک غلط فہمی یہ پیدا ہوگئی کہ خدا کی اجازت سوچے سمجھے جانے بغیر انہوں نے چاہا کہ ہم اسلامی انقلاب لائیں۔ بدقسمتی سے اخوان المسلمین جو مصر میں تھے اگرچہ انہوں نے ایک بڑی قوت پیدا کرلی اور اسلامی احیاء پیدا کرلیا لیکن چونکہ انہوں نے باطنی صلاحیت کی طرف زور نہیں دیا اس لئے قیادت اُن کے ہاتھ سے چھن کر Nationalist اور Secularist کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ اسی طرح پاکستان میں جماعتِ اسلامی کو میرا خیال ہے یوں کہیئے ستر اسی برس گزر گئے ہیں اور ستر اسی برس گزرنے کے بعد گمان کیا جاتا ہے کہ ایک جماعت نہ صرف Establish ہوگی بلکہ منزلِ حق کے قریب ہوگی' انقلاب لانے کے بڑے پاس ہوگی، اس کے برعکس محسوس یہ ہوا کہ جماعت اسلامی اچانک روبہ زوال ہوئی، روبہ انحطاط ہوئی اور جو کچھ اُس کے اثاثے پہلے سے مسلمانوں میں قائم تھے وہ بھی گئے اب ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ ظاہرابات اعمال کے اوپر بگڑی، تقویٰ اور طہارت کا جو محل ان جماعتوں نے کھڑا کیا وہ کسی صورت بھی قابلِ عمل نہ تھا اور خصوصاً جب انہوں نے تصوف کو روح ایمان سے اور یقین محکم سے نکال دیا۔ ایمان تصوف' اخلاص اور مذہب کی اعلیٰ ترین Values جس کے لئے اعلیٰ ترین اذہان ہی کوشش کیا کرتے تھے' ان کو بالکل ignore کیا یا ڈھکوسلا جانا اور غلطی سے ایک ایسی جنگ چھیڑ دی جو کم از کم خدا اور رسول کو پسند نہیں آسکتی تھی۔ ان علماء نے اس غلط مفروضے کو بنیاد بناتے ہوئے کہ سارے ہی

تصوف کے علم بردار Quacks اور جعل ساز ہیں رد کر دیا جو بہت سی مخلوق کیلئے مشعل راہ تھے۔

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

مگر اس تصادم کی وجہ سے یہ بھی قبولیت عام سے نکل گئے اور اُن کے بارے میں بھی خلق خدا رنجیدہ ہوگئی اور بہت ساری امت مسلمہ میں تمام تحریکات سے جدائی اختیار کر لی۔ میرے پاس آپ کا ہونا یا میرا آپ کے پاس ہونا اس وجہ سے ممکن ہوا کہ آپ کے گمان میں یہ نہیں ہے کہ میں کسی جماعت سے تعلق رکھتا ہوں۔ آپ کے خیال میں یہ ہے کہ ہم تمام صرف مسلمان ہیں۔ عمومی اسلام کے دونوں پہلوں پر گفتگو کے لئے ہم یہاں جمع ہوئے ہیں ایک وہ جو عملی پہلو ہے جس میں نماز ہے روزہ ہے اور یہ ہم فرض کرتے ہیں کہ ہم سب یہ خیال کرتے ہیں کہ جو شخص بات کر رہا ہے اور جو سن رہا ہے وہ اس بات پر قطعی طور پر متفق ہے کہ اسلام کا یہ عملی پہلو کسی قیمت پر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا مگر میرے اور آپ کے ذہن میں ایک ہی سوال ہے جو بار بار ہمیں اکساتا ہے کہ کیا اسلام فقط نماز و روزہ ہی ہے۔ اگر اتنا ہی ہے تو کیا وجہ ہے کہ معاذ بن جبل کو نماز پڑھتے ہوئے ملائکہ نظر آتے ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ رات کو مدینے کی گلیوں میں جب دو اصحابِ رسول نکلے تو ایسی تاریک شب ہے کہ رستہ تک سجھائی نہیں دیتا تو پھر ان کے آگے دو شمعیں فروزاں ہوگئیں اور انہیں مسجد نبوی تک لے آئیں۔ پھر کیا وجہ ہے اور کہاں گیا وہ اسلام جس میں کنعان کی چھاؤنی پہ پہنچ کر عقبہ بن نافع آواز دیتے ہیں کہ اے جنگل کے جانورو، اے جنگل کے مکینو! اصحاب رسول یہاں قیام کرنا چاہتے ہیں اور تم یہاں سے نکل جاؤ اور تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ دو دن میں یہ دیکھا گیا کہ ان گنت جانور سرعام اپنے بچوں کو اٹھائے جنگل چھوڑ کر جا رہے تھے اور حضرت عقبہ بن نافع نے وہاں کنعان کی چھاؤنی بسائی اور کیا وجہ ہے کہ سعد بن ابی وقاص جو کبھی بھی ایسے متقی مسلمان نہ جانے گئے اور بعد میں ان سے کچھ روایات بھی منسوب ہیں مگر جب قادسیہ کی جنت میں مدائن کے دریا تک پہنچے تو طوفان غالب تھا اور آندھیاں چل رہی تھیں اور لشکر کچھ جھجکا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور جب لشکر نے یہ منظر

دیکھا کہ سردار نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا ہے تو پھر سارا لشکر ہی دریا میں کود پڑا اور جب وہ سب طوفان سے گزر کر ساحل تک پہنچے تو وہ ایرانی جوان پر ہنس رہے تھے، یہ کہتے ہوئے کہ جن بھوت اور دیو آ گئے ہیں، یہ آدمی نہیں ہیں میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور کیا وجہ ہے کہ حضرت خضرؑ کی اور حضرت موسیٰؑ کی طرح ایک صحابی رسول جب جھیل تک پہنچتے ہیں اور سامنے ان کا دشمن کھڑا قہقہے مار رہا ہے تو وہ اللہ کا نام لے کر حضر موت کی جھیل میں گھوڑا ڈال دیتے ہیں اور پھر انتہائی گہری جھیل سے اپنے لشکر سمیت سلامت نکل جاتے ہیں اور کیا وجہ ہے کہ خالد بن ولید جس کا شاید اس وقت کے اصحاب میں کوئی متفقانہ مقام نہیں تھا اور جب دومۃ الجندل کی جنگ میں اور جب جنگ ذات سلاسل میں جب وہ ایک قلعے کا محاصرہ کرتے ہیں تو اس کا پادری نکلتا ہے کہ خالد اگر آج تم صلح نہ کرتے تو میں یہ زہر ہلاہل کھا کر مر جاتا تو حضرت خالد بن ولید نے کہا کہ مجھے وہ زہر ہلاہل تو دکھا اور پھر اس پڑیا کو ہاتھ میں لے لیا اور ہنسے اور کہا تو سمجھتا ہے کہ زہر آدمی کو زندہ رکھتا ہے اور زہر مارتا ہے یہ تو میرے پروردگار کی رضا خواہش اور مرضی ہے۔ یہ کہہ کر اس پڑی کو پھانک لیا اور وہ بعد میں بڑی دیر تک زندہ رہے تو ہمیں یہ سوال کرنا پڑتا ہے کہ وہ کیا علم تھا جو سلیمانؑ کے زمانے میں ایک کتاب کا ایک صحابی کو حاصل تھا اور حضرت عاصم بن نجیہؓ اس کتاب کے علم کی رو سے Transfusion اور Defusion پر قادر تھے اور تختِ سبا کو پلک جھپکنے میں تختِ سلیمانؑ کے دربار میں لے آئے۔ بہت سارے ایسے سوال ہیں کہ وہ کون تھے اور کیسے مسلمان تھے۔ ان میں کیا عجیب وغریب صفات تھیں۔ جب حضرت برّہ بن مالکؓ خدمت حضورؐ میں آئے تو لباس سے بو اٹھ رہی تھی اور اُن کی جوتیاں گرد سے اٹی پڑی تھیں اور اصحاب نے ناک سکوڑنا شروع کیے کہ اتنا گندہ آدمی حضورؐ کی بارگاہ میں، اس کو کچھ خیال نہیں آیا، نہانے دھونے کا تو حضورؐ نے فرمایا کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو بظاہر ان کے چہرے گرد سے اٹے ہوتے ہیں اور لباس سے بو آ رہی ہوتی ہے مگر وہ اگر خدا کی قسم کھائیں تو اللہ ان کی قسم ضرور پوری کرتا ہے اور یہی وہ برّہ بن مالکؓ ہیں کہ جب قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا تو مسلمانوں نے درخواست کی کہ اے ابن مالکؓ آج دعا کر اور تجھے حضورؐ کی بشارت ہے آج دعا کر کہ یہ قلعہ فتح ہو جائے تو حضرت برّہؓ نے فرمایا تم نے رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کو مذاق بنالیا ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ قلعہ فتح ہوگا اور میں قسم کھاتا ہوں کہ میں آج شہید ہو جاؤں گا اور یہ دونوں باتیں ویسی ہی ہوئیں۔ اسی طرح ایک وہ وقت بھی تھا کہ آذربائیجان کے پہاڑوں میں نعیم بن ساریہؓ لڑ رہے ہیں اور ان کو شکست ہونے والی ہے اور دشمن گھیرا تنگ کر رہا ہے اور وہ سوچ میں پڑے ہوئے ہیں، ایک بدترین شکست کا سامنا ہے اور ادھر مدینہ منورہ میں عمرؓ خطبہ دے رہے ہیں کہ اچانک اصحاب مدینہ نے دیکھا کہ خطبہ چھوڑ کر عمرؓ نے بلند آواز میں کہا ساریہؓ پہاڑ کو لو، پہاڑ کو لو اور اس آواز کو نعیم بن ساریہؓ نے آذربائیجان میں سنا اور پہاڑ کی طرف ہوئے اور جنگ جیت لی۔ خواتین و حضرات! یہ محض داستانیں تو نہیں ہیں۔ بے شمار لوگ مسلسل روایت کرتے ہیں، بے شمار لوگ، میں کہوں یہ کہانیاں ہیں قصے ہیں تو شاہد میں احمق ٹھہروں گا جب پانچ ہزار اصحاب شہادت دے رہے ہیں کہ موتہ اور تبوک سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگشتان مبارک سے پانی پھوٹا اور سارا لشکر اس پانی سے سیراب ہوا تو معجزہ کیا ہے اور کرامات کیا ہیں جو ان لوگوں کے ساتھ ہوئی۔ آپ ان کو عجیب و غریب سمجھتے ہو۔ آپ سمجھتے ہو کہ ایسے کمالات تھے جو آپ سر انجام نہیں دے سکتے۔ آپ حیران ہوں گے کہ ایسا کیوں ہوا بات تو بڑی سادہ تھی کہ اللہ نے کہا تو میرے بندوں کو اغوا کرنے کیلئے ان کے آگے سے آئے گا پیچھے سے آئے گا، دائیں سے آئے گا اور بائیں سے آئے گا اوپر سے آئے گا۔ نیچے سے آئے گا مگر اتنا یاد رکھنا کہ میرے خاص بندوں پر تیرا بس نہیں چلے گا۔ اللہ کے مخلصین جو اللہ سے' اپنے مالک سے' اپنے رحمٰن و رحیم اور کریم سے اخلاص رکھیں۔ ہمیں یہاں سوچنا پڑے گا، اور Academic لوگوں سے یہ اہم سوال پوچھنا پڑے گا کہ اے دیوبند، اے اہل حدیث ہمیں تو تم سے کوئی اختلاف نہیں تم نے اپنے آپ کو مکتباتی طور پر علیحدہ کر لیا ہے، تم نے خیال کیا کہ باقی مسلمان دیوبند کے نہیں ہم ہیں، تم نے کہا کہ باقی بریلوی نہیں ہم ہیں۔ تم نے کہا کہ جملہ مسلمین بریلوی نہیں ہم ہیں تو ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمہارے مذہب کو ہم کیسے پسند کریں۔ مجھے بتائیے کہ ہم اس مذہب کو کیسے قبول کریں۔ ہم سکول کو کیسے مانیں کہ ہزاروں مسلمان اس سکول میں پڑھے اور فارغ ہوئے مگر مذہب کے اصل مقصد تک ایک بھی نہ پہنچا۔ پہلے تو سکول نہ ہوتے تھے،

Marfat.com

صرف مسائل پر اختلاف تھا، پھر کیا وجہ ہے کہ زوال بغداد میں حجتہ الاسلام محمد بن احمد الغزالی پیدا ہوئے، دوسری مرتبہ جب بغداد میں زوال آیا تو سیدنا الشیخ' عبدالقادر جیلانیؒ پیدا ہوئے۔ پھر زوال آیا تو ابوالاثر شاذلی پیدا ہوئے۔ کہیں مرابطین اور کہیں مواحدین کی تحریکیں پل رہی ہیں۔ اسلام کا نام بلند ہو رہا ہے، دو دو سو سال تک، ان مفکرین اور ان مجاہدین اسلام کی وجہ سے، اسلام سر بلند ہوا، پھر خدا نے اسے عزت بخشی، کیوں نہ بخشتا کہ عزت دینے والا امریکہ تو نہیں ہوتا آپ کو عزت دینے والا کوئی مشرک نہیں ہوتا، عزت کے بارے میں تو اللہ نے بڑی سادہ سے بات کہی ہے کہ غیب سے عزت ڈھونڈ لی جائے

تو اے بھلے لوگو فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا النساء آیت 139

عزت تو تمام میرے پاس ہے، پھر اگر مسلمان اس قانون کو بھولے گا، اس کو خبر نہ رہے گی، وہ شخص کیا قرآن پڑھتا ہے، جو عزت کے لئے دوسرے در پہ جاتا ہے، قرآن کیا پڑھتا ہے وہ شخص جس نے ہر وقت اپنا ذہن غیبت کے لئے کھول رکھا ہے، کیا قرآن پڑھتا ہے وہ شخص جو خدا کی طاقتوں میں ہزاروں جھوٹے' مکار، فریب کاروں کو شریک کرتا ہے۔ رسول کے پاس جب ایک شخص آتا ہے کہ یا رسول اللہ نصیحت فرمائیے' فرمایا جھوٹ نہ بولنا۔ دس دن کے بعد وہ شخص بولا یا حضرت مجھے تو آپ نے عذاب میں ڈال دیا۔ مجھے تو ایک اس وعدے کو پورا کرتے ہوئے ساری زندگی بدلنا پڑی اور واقعی ساری زندگی بدلنی پڑے گی۔ بہت سارے اصولوں اور فارمولوں کو اکٹھے طور پر نہیں اپنانا ہوتا، ایک بار صرف اک خیال جو آپ نے خدا کے خیال سے اپنایا ہو جو اس کی محبت اور اُنس سے اپنایا ہوٗ ان Dogmatic مولویوں میں وہ چیز کیوں نہیں آتی۔ ان علمائے مظاہر پرست کی تحاریک میں کیوں نہیں جان پڑتی، کیوں سلطان محمد غوری سے جب ایک دفعہ پرتھوی راج ناراض ہوتا ہے تو حضرت خواجہ معین الدینؒ کو کہتا ہے کہ میں واپس پلٹوں تو تو مجھے نظر نہ آئے اور اس کو واپس پلٹنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا، جب سلطان محمد غوری نے 1192ء میں حالانکہ وہ 91 کی جنگ ہار چکا تھا 1192ء اس ایک جملے کی بدولت جو پرتھوی راج کے منہ سے نکلا سلطنت ہمیشہ کے لئے ہندوؤں کے ہاتھ سے نکل گئی۔

Marfat.com

خواتین وحضرات! بہت غور کرنا پڑے گا کہ اس مسئلے میں ہم Academics کو جانتے ہیں، مانتے ہیں، نماز وروزہ کے فضائل سے آگاہ ہیں مگر ہمیں سوچنا پڑے گا کہ اس میں وہ برکت کیوں تھی، کون تھا جو افغانستان میں نماز نہیں پڑھتا تھا، مزے کی بات ہے کہ مخالف بھی پڑھتے تھے اور موافق بھی پڑھتے تھے۔ کلمہ گو لوگوں نے کلمہ گو لوگوں کو قتل کیا، کس کی ایماء پر کیا، کیا اسلام نہ تھا کہ پھر بھائی چارے اور اخوت کی فضا کیوں نہ قائم ہوسکی، ہمیں سوچنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ آخر اسلام کی وہ اقدار کہاں گئیں اور وہ اقدار Dogmatics میں Acdemics میں، اس اصول پرستی میں' عبادت پرستی میں کیوں نہیں آئیں۔ خدا پرست کو خدا پرست رہنا چاہیے تھا مگر وہ عبادت پرست ہو گیا۔ اللہ کے بجائے مذہب اہم ہو گیا، ادارے اہم ہو گئے، درودیوار حاوی ہو گئے۔ ان کے پہلے بت تولات، ہُبل وعزا تھے۔ نئی جماعتوں نے نئے ناموں سے پرانا دھندہ شروع کیا ہے۔

؎ اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستیوں میں مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

لا الہ الا اللہ ہی تو کھو گیا۔ وہ کلمہ جو مسلمان کو ابتدا ہی سے، اپنے آغاز ہی سے، اپنے اندر کی کش مکش سے آگاہ کرتا ہے جو نفس خراب کار کی ترغیبات کے خلاف اعلان جہاد کرتا ہے، جو اس جنگ میں مسلمان کو ہمیشہ مصروف رکھتا ہے اور اسی مصروفیت میں رکھتا ہے کہ موت تک مسلمان کبھی اس وہم اور وسوسہ سے نجات نہیں پاتا۔ موت تک وہ اپنے یقین کے مرحلہ سے نجات نہیں پاتا حتیٰ کہ جب وہ مرتا ہے اور اللہ کے نام پر مرتا ہے اور ایمان کی سلامتی پر مرتا ہے تو علی کرم اللہ وجہہ جیسے جلیل القدر صحابی فرماتے ہیں کہ اے لوگو میں آج کامیاب ہوا ہوں۔ یہ کیا وجہ ہے کہ ابھی ہم نے دو نمازیں نہیں پڑھیں، پھر ہم کامیاب ہو جاتے ہیں یہ کیا مسئلہ ہے کہ انسان Transit میں ہو، سفر میں ہو اور منزل کے دعوے شروع کر دے۔ اصحابِ رسول تو ایسے نہیں تھے۔ جب قرآن کی آیت اتری عبادت کیے جا حتیٰ کہ تو یقین تک پہنچے اور آپ کتاب حکیم اٹھا کے دیکھیں، کسی بھی صحابی نے یقین کا ترجمہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا۔ ان کو پتا تھا کہ یقین موت ہے اور موت تک ہے اور موت سے پہلے کسی لمحۂ اجل میں، کسی وقت میں ہماری کمزوریاں، ہم پر غالب آسکتی ہیں

Marfat.com

اگر مسلسل رجعت نہ اختیار کی جائے، مسلسل توبہ، صرف یہ نہیں کہ گناہوں پر توبہ کرنا۔ دیکھئے پیغمبر الصلوۃ والسلام کے بارے میں اللہ کیا کہتا ہے کہ وہ ابراہیم مجھے اس لئے پسند تھا بہت پسند تھا۔ "اِنَّ اِبْرَاهِيمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيمٌ" (التوبہ: آیت 112) کہ ہر وقت مجھ سے رجوع رکھتا تھا۔ زندگی میں معاملات میں بچوں میں، بیویوں میں کیا وہ مقام ہے جہاں آپ کو رجوع کا سلسلہ نہیں بتایا۔ کون سا ایسا مقام ہے جہاں خداوند کریم نے کہا ہو کوئی چیز اچھی لگے اور تم اس کی معذوری سے ڈرتے ہو، اس کے چھن جانے سے ڈرتے ہو تو یہ ضرور کہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ جب کوئی وسوسہ آ جائے، جب کسی خاتون کو کسی مرد کو آسیب کا ڈر ہو، رنج ہو کوئی شبہ ہو تو اس کے الٹ کرو، اگر دل نے کہا کہ فلاں نے تعویز کیا تو آپ کا دل و دماغ دونوں مل کر کہیں کہ نہیں، مجھے اپنے رب کعبہ پر یقین ہے میں اللہ اور اس کے رسول ہی پر ایمان لایا اور لائی ہوں مجھے یقین ہے کوئی جادو، کوئی سحر مجھ پر اثر نہیں کر سکتا کیونکہ جادو یا سحر تو بقول قرآن، سوائے ان لوگوں کے اثر نہیں کرے گا جو رحمٰن کے ذکر سے غافل ہوئے۔ جو اللہ کے قریب ہوتا ہے اللہ اسے شیطان پر غلبہ دیتے ہیں اور میں اللہ کا نام لیتی ہوں یا لیتا ہوں، میں خدا کے ذکر اور خدا کے انس میں ہوں، مجھے تو ہمسائیگی پروردگار نصیب ہے، مجھے تو حفاظت حفیظ نصیب ہے۔ مجھے کسی کے جادو اور کسی کے سحر سے کیا ڈر ہو۔ خداوند کریم نے ہمیں یہ استطاعت بخشی ہے، اسلام اور ایمان کیا ہے، ایک ہی قدم اسلام اور ایک ہی قدم ایمان ہے، ایمان ایک اندرونی علامت ہے، کیا لوگ یہ نہیں جانتے، کیا Acadmics والے نہیں جانتے کہ ایمان کو کسی ظاہراً معیار پر پرکھا نہیں جا سکتا، کوئی شخص خارجی طور پر یہ رائے نہیں دے سکتا کہ یہ صاحب ایمان ہے۔ کیا آپ کو یاد نہیں کیا آپ کو پتا نہیں کہ جب اصحاب رسول جنگ بدر میں آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں شخص نے بڑی محنت کی اور وہ شہید ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہنمی ہے تو اصحاب نے کہا یا رسول اللہ ہم نے تو اسے لڑتے ہوئے دیکھا ہے فرمایا نہیں وہ جہنمی ہے تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوڑتے گئے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اصحاب رسول نے دیکھا کہ وہ زخموں سے چور پڑا

تھا۔اور آخر اذیتِ موت برداشت نہ کرسکا اور خنجر مار کر کلائی کاٹ لی اور خودکشی کرلی۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ذہنوں کو سوچنے کی عادت ہونی چاہیے کہ ہم کیوں وقت ضائع کررہے ہیں ہمیں اسلام کا حقیقی عرفان حاصل کرنا چاہیے۔

انسان کے پاس اللہ کی امانت کیا ہے؟

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ میں نے زمین پہ، پہاڑوں پہ اور آسمان پر کچھ امانتوں کو رکھا اور انہوں نے اِسے قبول نہیں کیا مگر انسان نے اسے اٹھالیا۔بعض علماء دین کہتے ہیں کہ وہ امانت روح تھی۔کچھ کہتے ہیں کہ وہ بندے کے اعمال ہیں۔آپ پلیز اس کے بارے میں تھوڑا سا بتادیں کہ وہ امانت کیا تھی؟

جواب: خواتین وحضرات نہ تو وہ امانت روح ہوسکتی ہے۔اور نہ ہی اس کا کوئی اعمال سے تعلق تھا۔یہ وہ خصوصی صفت تھی جس کی وجہ سے اس امانت کی کئی ذمہ داریاں تھیں۔اس امانت کے کئی فوائد تھے۔اس امانت کے ساتھ انسان کی برتری وابستہ تھی۔کسی بھی مخلوق کی برتری وابستہ تھی۔ "انا عرضنا الامانة" (الاحزاب : آیت 72) یہ امانتِ علم وفکر تھی، عقل تھی۔اس عقل سے کسی چیز نے باقی چیزوں سے ممتاز ہونا تھا مگر اس میں ایک risk بھی بتایا گیا کہ اس امانت عقل و شعور کا استعمال صحیح نہ ہوا تو اس کا انجام نہایت بھیانک ہوگا۔ابدی جہنم نصیب ہوگی۔تو جب باقی مخلوقات نے یہ risk دیکھا تو انہوں نے راہِ فرار اختیار کی۔ انہوں نے کہا کہ جو انہیں safety ملی ہوئی ہے وہی کافی ہے۔لہٰذا انہوں نے سیادت کا risk لینے سے انکار کیا کیونکہ انہیں ذمہ داری کا بوجھ نہ اٹھانے کے سبب جس عذاب کی وعید سنائی گئی تھی، سارے اس ڈر سے خوفزدہ ہوئے لیکن انسانوں نے اس حوالے سے سرِتسلیم خم کیا۔انسان کو اپنی صلاحیتوں پر اعتماد تھا۔ اسے اپنی عقل ومعرفت پر غرور تھا۔انسان نے اللہ کو جاننے ، ماننے اور پہچاننے میں بخل سے کام نہیں لیا لیکن اللہ نے خود ہی اس کا حکم سنایا "انهٗ کان ظلوماً جهولا" (الاحزاب : آیت 72) کہ افسوس

he has overestimated himself and

underestimated the job.

آج چھ ارب انسانوں کی زندگی اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ اللہ نے قرآن میں جو فیصلہ سنایا تھا درست تھا۔ "انہٗ کان ظلوماً جھولا" (الاحزاب :آیت 72) کتنے ان چھ ارب انسانوں میں سے اللہ کو جانتے ہیں۔ کتنے اسے مانتے ہیں۔ کتنے اس سے خلوص رکھتے ہیں۔ پانچ ارب کافر تو چھوڑ دو۔ ایک ارب مسلمان دیکھ لو۔ ادنیٰ واعلیٰ کو دیکھ لو۔ حکمرانوں کو دیکھ لو۔ اللہ سے زیادہ سچّی کسی اور کی بات تو نہیں ہو سکتی۔ یقیناً ہم ظالم اور جاہل ہیں۔ اس اعتراف میں تھوڑی سی گنجائش باقی ہے۔ اور وہ شفاعتِ رسولؐ تھی۔

Marfat.com

ایمان بیم و رجا کے درمیان

خواتین و حضرات! یاد کرنے والے کو یاد کرنا سنت اللہ ہے آپ یاد کرتے ہیں تو سنت کریم کے مطابق میرے دل میں بھی آپ کی یاد آتی ہے مختصراً جواب میں ادھر آ رہا تھا تو ذوق کا ایک شعر مجھے بہت یاد آ رہا تھا۔

اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقات مسیحا اور خضر سے

خواتین و حضرات! آج کا موضوع اس لحاظ سے انوکھا ہے کہ ایک طرف اس کے پریکٹیکل aspects ہیں اور دوسری طرف اس کے انتہائی ذہنی اثرات ہیں۔ سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ایمان کیا ہوتا ہے، اس کے بعد ہی اس بات کا تعین ہو سکتا ہے کہ ایمان خوف ہے یا امید۔ اتفاق سے یوں تو آپ کو ایمان کی Dictionary Difinition تو بہت نظر آئیں گی، مگر رسول گرامی مرتبتؐ نے جو ایمان کی تعریف فرمائی ہے، مختصر اور جامع ہے۔ فرمایا، ایمان قول و فعل ہے۔ اگر ایمان قول و فعل ہے تو افعال کے بارے میں ایک اور حدیث موجود ہے۔ انما الاعمال بالنیات اگر ان دونوں احادیث رسول کو جمع کریں تو مختصراً ایمان کی definition یہ بنتی ہے کہ نیت فعل اور قول۔ ان تینوں کی یکجائی کو ایمان کہتے ہیں۔ ایمان Transitional ہے، وقتی ہے اور اس میں permanence اس وقت آتی ہے جب آپ عرصۂ مرگ میں ہوں، سکرات کا عالم ہو اور زندگی رخصت ہونے کو ہو اور نئے انداز زندگی روشن ہو رہے ہوں اور پھر بھی آپ کو خدا پہ یقین ہو تو یہ ایمان کا مزا چکھ لینا ہے۔ حدیث رسولؐ ہے کہ جس نے زندگی میں ایک بار دل سے لا الہ الا اللہ کہا اور موت تک اس پہ قائم رہا، یہ ایمان ہے۔ خواتین و حضرات اسلام کے برعکس کہ جو ایمان کی وجوہات کے بغیر بھی قائم رہ سکتا ہے اور اسلام پہ

ہونے کے باوجود لوگ جہنمی ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ اسلام میں بعض اوقات نفاق کی شدید علامات پائی جاتی ہیں۔ اللہ میاں نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا "لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ" (البقرۃ: آیت 177) کہ اگر تمہارے منہ مشرق، یا مغرب کو ہوں تمھاری نمازیں قبلہ کو ہوں یا غیر قبلہ کو ہوں، اس وقت تک تم درستی سے آداب محفل خداوندادا نہیں کر سکتے جب تک تم اللہ پہ ایمان نہ لاؤ۔ وہ تمام عبادات جو خدا کی شناخت، خدا کی محبت اور خدا کے اخلاص کے بغیر ہیں، انہیں اسلام میں واضح طور پہ قبولیت حاصل نہیں ہے جیسے کہ ہم لوگ سمجھتے ہیں۔ حدیث رسولؐ ہے کہ حضورؐ مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے اور ایک شخص کو حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ یہ مومن ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو کچھ بھی نہیں دے رہے تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ یہ تو مومن ہے فرمایا بلکہ مسلم کہو، تھوڑی دیر کے بعد حضرت سعدؓ نے فرمایا، میرا گمان تو یہ ہے کہ یہ مومن ہے۔ فرمایا مسلم کہو، جب تیسری مرتبہ حضرت سعدؓ کو پھر چین نہ آیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ میرے نزدیک مومن ہے۔ فرمایا مسلم کہو پھر کہا بعض اوقات تالیف قلب کیلئے ہم ایک ایسے شخص کو مال دیتے ہیں کہ اگر مال نہ ملے تو خدا کے غضب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ وہ گمراہی حسد اور کینے کا شکار ہو جائے اور باوجود اس کے کہ ہم دل میں بعض بندوں کو اچھا جانتے ہیں اس کے باوجود شائد میں ان کو غنیمت سے حصہ نہیں دیتا تو خواتین و حضرات قرآن حکیم میں بھی اللہ میاں فرماتے ہیں کہ یہ اعراب جو تیرے پاس آتے ہیں۔ یہ ایمان کا بڑا دعویٰ رکھتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ ابھی تم مومن نہیں ہوئے، تم صرف اسلام میں داخل ہوئے ہو اور اسلام میں داخل ہونے کا مطلب ایمان نہیں ہے۔ یہ ایک **inner value** ہے یہ انتہائی اعلیٰ ترین ذہنی قدر ہے۔ ایمان ایک ایسا یقین ہے جس میں کوئی وسوسہ اور کوئی خرخشہ نہیں ہے۔ ایمان اس ذہنی اعتقاد کو کہتے ہیں جو وساوس، تنقید **Scepticism** اور تمام شکوک و شبہات سے گزر جانے کے بعد، جب اللہ آپ کے لئے کنفرم ہوتا ہے تو پھر آپ صاحب ایمان ہوتے ہیں اور خواتین و حضرات اگر آپ کو ایمان کا ایک ذرہ بھی نصیب ہو تو پھر آپ کو کوئی خوف نہیں ہے۔ ایک ایسا

Marfat.com

ایمان، ایک ایسی آنکھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کیلئے ایک آنسو اسلام میں نہیں ٹپکتا وہ آنسو ایمان میں ٹپکتا ہے اور ایمان کی تین بہت بڑی اور Basic Conditions ہیں اگر آپ دیکھیں تو وہ Conditions معاملاتی نہیں ہیں، وہ conditions ایسی نہیں ہیں جو نماز اور روزہ سے حل ہوں۔ ایمان کی پہلی شرط یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جان، مال، اولاد، اقرباء ہر چیز سے زیادہ بہتر اور معزز اور قریب تر محبوب مانو۔ خواتین و حضرات آج کے زمانے میں اسلام کے دو Basic Fundamentals ہیں وہ fundamentals عباداتی نہیں ہیں۔ ایک Fundamental ہے خدائے واحد پہ بحیثیت واحد یقین رکھنا۔ آپ دنیا کے کسی مسلمان کے پاس چلے جائیں۔ سوائے ان لوگوں کے جو گھڑی بھر میں شرک یا کفر کا طعنہ دے دیتے ہیں۔ تمام مسلمان خواہ وہ کسی طبقہ خیال سے ہوں۔ اگر آپ انکو ایک Straight Question کریں کہ اللہ کتنے ہیں، وہ کہے گا ایک ہے اور جب کوئی شخص یہ کہہ رہا ہو کہ اللہ ایک ہے تو پھر آپ اس کو کسی بھی قیمت پہ مشرک یا کافر نہیں کہہ سکتے اور دوسرا Fundamental تمام عالم اسلام میں قدر مشترک ہے۔ کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو اللہ کو واحد نہ جانے، اللہ کو اکیلا، تنہا، احد نہ سمجھے مگر دوسرا Fundamental جو امت مسلمہ کیلئے انتہائی لازم اور ضروری تھا جیسے میں نے ابھی آپ کو ایمان کی شرط اول میں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جان، مال، اولاد ہر چیز سے عزیز تر جاننا یہ Fundamental پورے عالم اسلام میں موجود نہیں ہے۔ زیادہ تر لوگ واحدانیت کے پرستار ہیں، زیادہ تر لوگ خدائے واحد کے اقرار کے شائق ہیں اور لوگ اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ اللہ ایک ہے مگر محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو ایمان کی ایک بنیادی شرط ہے اور شرط بھی اس سطح کی کہ آپ کے جان و مال و اولاد سے عزیز تر آپ کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ یہ شرط Sub-Continent کے مسلمانوں میں کہیں موجود نہیں بلکہ بعض اسلامی ممالک میں Delibrately محبت رسول کو Decadence کی ویلیو سمجھا جاتا ہے۔ بعض مکاتب فکر کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لوکل اور Temporal مینجر تھے۔ جو اپنے

Marfat.com

وقت کے ساتھ ساتھ انکی اہمیت وہ نہیں رہی بلکہ بعض آج کے علماء اپنی اہمیت میں اس وقت سے بھی زیادہ اہمیت پاتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر تھے اور بہت سے مکاتب فکر جو جدید عملیات کی بنیاد پہ استوار ہوتے ہیں۔ وہ بدقسمتی سے محبت رسول کو فروغ نہیں دیتے اور یہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرؓ سے پوچھا کہ اے عمرؓ میں تمھیں کتنا عزیز ہوں، فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے مال، میری زندگی اور میری جان کے بعد آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز تر ہیں۔ فرمایا عمرؓ ایسے تو ایمان پورا نہیں ہوتا۔ اگر میں تمہیں تمہاری جان سے بھی بڑھ کر عزیز نہ ہوں۔ عمرؓ نے کہا، یا رسول اللہ آج کے بعد آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ خواتین وحضرات! اگر یہ Fundamental محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، اس Idealistic پیٹرن میں استوار نہیں ہے۔ اگر اس انداز پہ استوار نہیں ہے۔ اس اخلاق میں استوار نہیں ہے جو آقائے کائنات کا تھا۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا تو پھر آپ کے ایمان میں کچھ کمزوری ضرور واقع ہے۔ بلکہ Basic کمزوری واقع ہے، ایمان کی دوسری شرط خواتین وحضرات یہ ہے کہ آپ صرف اللہ کے لئے دوستی رکھیں اور آپ صرف اللہ کیلئے دشمنی کریں۔ یہ ایمان کی دوسری بنیادی شرط ہے کہ آپ کی دوستی اللہ کیلئے، آپ کی دشمنی اللہ کیلئے، اگر کوئی شخص اللہ کے لئے ہجرت بھی نہیں کرتا ہے تو اس مہاجر کو چاہے وہ بادی النظر میں مہاجر مکہ ہی کیوں نہ ہو، اس کو مہاجر پروردگار نہیں کہا جائیگا۔ بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص کو ایک خاتون سے بڑا گہرا انس تھا۔ ان کا نام ام قیس تھا۔ جب باقی اصحاب رسولؐ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ہجرت فرمائی، تو اس شخص نے اس خاتون کی خاطر ہجرت کی لہٰذا زمانہ رسول اکرمؐ میں اور اس کے بعد تمام احادیث کی روایت میں، وہ ہمیشہ مہاجر ام قیس ہی کہلائے۔ ان کو کبھی بھی اس ہجرت کا صلہ نہ ملا کہ جو ہجرت خداوند کریم کیلئے ہوتی ہے۔ خواتین وحضرات! ایک تیسری شرط بھی ہے جو ایمان کی مٹھاس کا حصہ ہے، اسے حلاوت ایمان کہتے ہیں۔ اللہ نے ایمان کا اگر کسی کو مزہ دینا ہو، سرور دینا ہو، اور اگر کسی شخص میں مکمل ایمان ہو تو اس میں یہ تین باتیں نمایاں ہونگی۔ ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی

Marfat.com

ذات سے بڑھ کر جاننا اور دوسرا اللہ کیلئے محبت کرنا، اللہ کے لیے نفرت کرنا اور تیسرا خواتین و حضرات! کہ جب اس کو کفر کا دھیان آئے، جب اس کو انکار خداوند کا خیال آئے تو اسے محسوس ہو کہ جیسے اسے جہنم میں پھینکا جا رہا ہے۔ اس کو خدا سے ایسا تعلق ہو، خدا سے ایسی محبت ہو، خدا سے ایسی دوستی ہو کہ ہر وقت اسے یہ خوف رہے کہ اس سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جائے کہ جو خدا کی محبت کے خلاف ہو تو وہ شخص کفر کو اختیار کرنا، جہنم میں گرنے سے بھی بدتر جانے۔ یہ تین شرائط! خواتین و حضرات! ایمان عقیدہ ہے اور عقیدے کی بنیاد اگر کم علمی پہ ہو تو کبھی بھی ترقی پذیر نہیں ہو گا۔ کہیں نہ کہیں وہ متقابل نظریات کی زد میں آ کر خطرات کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر عقیدہ علم کی غور و خوض اور عقل و معرفت کی بنیاد پہ ہو تو وہ آپ کو مہد سے لحد تک کبھی کسی وسوسے میں گرفتار نہیں ہونے دیتا۔ پروردگار عالم نے ایمان کی جو پروسیسنگ کی ہے، وہ بالکل آپ کی زندگی کے باقی ادوار کی طرح ہے۔ جب ایک نوجوان اپنی زندگی میں محبت، خلوص کے عناصر، انکوائری کی سپرٹ، سچی جستجو اور اضطراب لیکر نکلتا ہے، جب وہ اپنے ایمان میں نکلتا ہے تو Inveterat condition آپ تمام نوجوانوں میں پائیں گے اور ان میں یہ کنڈیشن نہیں ہوگی کہ شروع کے مصلے، عبادات، نماز، مسجدوں میں جانا، ٹوپیاں پہننا اور تراویح میں شریک ہونا یہ ہمارے مسلمان نوجوان کا وتیرہ ہے پھر جب وہ ذرا بڑے ہوتے ہیں اور زندگی کے حقائق کو face کرتے ہیں اور معاملات دنیا میں ان کا رسوخ ہوتا ہے تو اکثر ماں باپ ایک شکایت کرتے نظر کرتے ہیں کہ پہلے میرا بچہ بہت نیک تھا۔ بڑے خلوص والا تھا ہر وقت پانچ وقت کی نماز میں لگا رہتا تھا مگر اب عجب حال ہے کہ نہ نماز رہی نہ اخلاق رہا۔ اس لئے کہ اس عقیدے کی بنیاد علم پر نہ تھی۔ جب کاؤنٹر نظریات کی فورس پڑی، دنیا کی طلب پڑی Attractions پڑیں، تو وہ ایمان جو Basically ایک illiterate ایمان تھا جس پہ اس کا بنیادی خیال قائم نہ تھا۔ سنا سنایا faith تھا۔ صرف ایک لہر تھی جو آگے نہیں چل سکی۔ اس کے برعکس اس شخص کو دیکھئے کہ جو اس تجسس میں رہا کہ میں خدا کو جانوں، میں وہ تعلیم حاصل کروں، جو اللہ کی طرف جاتی ہو تو اس کے رستے میں بے شمار مشکل، پیچیدہ سوال حائل ہوئے۔ اب سوال حل کرنے کا خواتین و حضرات بڑا

Marfat.com

سادہ سا ایک طریقہ ہے، ایک تو یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے ہی کم فہم اور کم علم کے پاس چلا جائے یا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ متجسس رہے اور کبھی بھی اس جواب سے مطمئن نہ ہو جو اس کے دل کو نہ لگے۔ کیونکہ ایمان دل کو لگتا ہے۔ ایمان کی جگہ ہی دل ہے۔ اگر دل کسی جواب کے باوجود اضطراب میں رہے گا تو ایمان پورا نہ ہوگا۔ یہ یاد رکھئے کہ ایمان گھٹتا بھی ہے اور ایمان بڑھتا بھی ہے۔ حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو ایک برگزیدہ نبی اور اللہ کے دوست تھے۔ جب ان سے اللہ نے پوچھا **"و اذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتیٰ، قال اولم تومن قال بلیٰ ولٰکن لیطمئن قلبی"** کہ اے ابراہیم اتنی ساری باتیں دیکھنے، لکھنے، پڑھنے اور اتنی ساری انٹیلیکچوئل **curiosity** کے بعد کیا ابھی تک آپ کے دل کو امن نہیں ہے، کیا ابھی آپ ایمان نہیں لائے ہو۔ فرمایا اے پروردگار ایسا تو نہیں ہے۔

I have a confirmed faith in you, I have a total faith in you.

مگر دل اطمینان چاہتا ہے۔ دل ایمان کا مرکز ہے۔ یہ وسوسے سے خالی ہونا چاہتا ہے اور وسوسہ صرف مشاہدے سے جاتا ہے اور اس میں کیونکہ قلب **involved** ہے۔ اس لئے قلب بھی کسی نہ کسی صورت مشاہدہ چاہتا ہے۔ خواتین و حضرات! جب ایک نوجوان تجسس کیلئے نکلتا ہے تو کاؤنٹر فلاسفیز اسے بے چین کر دیتی ہیں۔ بے شمار ایسے سوال ہیں جو اہل دل، اہل ایمان، اہل عقل پر گزرتے ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے اس ماحول میں ان سوالات کا جواب دینے کے لئے **efficient probable authorities** نہیں ہوتیں۔ پھر وہ صاحب ایمان، اب وہ ڈر کے مارے ایمان چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اس پر خوف بھی تو مسلط ہے اور تمام خوف **Guilt** کی پیداوار ہے۔ آج اگر میں چاہوں کہ کیوں مجھے اللہ پہ ایمان نہیں ہے تو مجھے معاشرے کا خوف مارتا ہے، مجھے سنی سنائی باتوں کا خوف مارتا ہے۔ مجھے ایسا خوف ہے جیسے جادو اور سحر کا خوف مارتا ہے۔ میں کبھی بھی اس بات کا یقین نہیں کر سکتا کہ میں ایک خدا کے خلاف **Open** ڈکلریشن کے بعد۔ اس معاشرے میں صحتمندی سے **Survive** کر سکتا ہے۔ نتیجہ وہ اپنے دل میں اضطراب

چھپائے ہوئے کچھ ایسی مکروہات کا سہارا لیتا ہے۔ کچھ ایسی غلط reasoning کا سہارا لیتا ہے اور اس کی محض ایک ہی وجہ ہوتی ہے کہ جب بھی آپ اس سے پوچھو، وہ کہے گا، کہ اسے اس کے تجسس کا کافی اور شافی علاج نہیں ملا۔ اسے کسی عالم نے اس کے چند سوالوں کا جواب نے نہیں دیا۔ اس لئے کہ کسی بھی عالم کے پاس اس میٹا فزیکل لیول کا یا اس مابعدالطبیعاتی سوال کا جواب مشکل سے ہوتا ہے کیونکہ ان کے مطالعے لوکل لائز ہوتے ہیں، اسلام پہ ہوتے ہیں۔ عملیات پہ ہوتے ہیں اس لئے اگر کوئی نوجوان ان کے پاس ایسا سوال لے کر جائیگا تو وہ سب سے پہلی بات کہیں گے کہ برخوردار یہ سوال سوچنا کفر ہے اور وہ بیچارہ کیا کرے جس کے دماغ سے وہ سوال جاتا ہی نہیں ہے، وہ بیچارہ کیا کرے کہ جس کا تجسس اس کو اس Blast feeling پہ ابھارتا ہے۔ آپ کو پتا ہے کہ جب کسی نوجوان کے ذہن میں خدا کا خیال ناقص آئیگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال ناقص آئیگا تو اس کا دل مضطرب ہوگا۔ کتنا بے چین ہوگا وہ یا تو سرے سے ہی خدا اور رسول کا انکار کر دے گا اور کچھ عرصہ اس بے چینی اور بربادی کی فضاء میں گزارے گا اور یا پھر وہ ساری عمر کے لئے ایک ایسا بیمار ہو کے رہ جائے گا کہ ایک individual, depressed بنے گا اور کبھی ڈاڑھی رکھ کر ایک طرف جائے گا، کبھی دوسری طرف جائیگا اور اعمال کی شدت میں پڑ جائیگا اور ایک دیوانگی کا شکار ہوگا جو اسے مذہبی ہونے کے باوجود اعتدال سے بہت دور لے جائیگی۔

خواتین وحضرات! جو کلمہ جدلیات کا سبق دیتا ہو، جو اللہ تبلیغی مراحل میں کہتا ہو، "وجادلھم بالتی ھی احسن" (النحل: آیت 128) کہ بحث کر یہ نہیں کہ بحث نہ کر۔ بحث کر اور جو بھی تیرے مخالف آئے، اور جو بھی تجھے reason دے۔ اس کے خلاف reason دے "وجادلھم بالتی ھی احسن" (النحل: آیت 128) مگر دلیل اچھی ہونی چاہیے، یہ نہ ہو کہ شورش وغوغہ ہو۔ یہ نہ ہو کہ آپ غصے میں کف آلود ہو جاؤ اور سوالات وجوابات کے بجائے ایک دوسرے پر اینٹ روڑہ برسانا شروع کر دو۔ پروردگار کہتا ہے کہ بصیرت پیدا کرو، تبلیغ بصیرت پر ہے۔ انداز علم تخلیق کرو۔ اگر کوئی معتبر اعتراض کر رہا ہے تو تم کوئی معتبر جواب ڈھونڈو۔ خدا کے

Marfat.com

کہنے کا لطیف مطلب یہ ہے کہ اے اہل اسلام، اے اہل ایمان اگر دنیا بہت عقل والی ہوگئی، بہت دانشور ہوگئی، اس میں ہبکنز پیدا ہوگئے، رسل اور وٹ کانسٹائن پیدا ہوگیا، کلنٹن پیدا ہوگیا، برگساں پیدا ہوگیا، نیٹشے اور فیشٹے پیدا ہوگئے، تو تمھارے ہاں ایک بھی ایسا فلسفی اور دانشور پیدا نہ ہوا جس نے خدا کیلئے چاہا ہو، خدا کیلئے نفرت کی ہو۔ جس نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں علم کی تلاش کی ہو، جس نے علم کو اپنا مقصد حیات بنایا ہو، جس نے یہ حدیث پڑھی ہو، "طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم" (ابن ماجه، المعجم الصغیر) (علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے)۔ اور جس نے یہ سوچا ہو کہ طلب علم میری زندگی میں کبھی ختم نہیں ہو سکتی، کوئی ابن سینا دوبارہ پیدا نہ ہوا، کوئی ابن رشد تخلیق نہ ہوا۔

دور حاضر میں قحط الرجال علم پیدا ہوگیا ہے۔ جواب مل نہیں رہے سوال بیشمار ہوگئے ہیں خواتین وحضرات سوال تو ہر چیز سے نکل رہا ہے بذاتہ مذہب سے نکل رہا ہے۔ سوال معاشرت سے نکل رہا ہے۔ سوال ماڈرن ٹیکنالوجی سے نکل رہا ہے، سوال کلچرل ڈس ہارمنی سے نکل رہا ہے اگر سوال ہر جگہ سے نکل رہے ہیں تو جواب بھی تو کسی جگہ سے نکلنا چاہئے، جواب بھی تو کسی خیال سے آنا چاہئے آج کا سب سے بڑا بحران کہ ایمان اس لئے مضطرب ہے خواتین وحضرات! میں سمجھتا ہوں کہ ایمان ہمارے سینوں سے جلا وطن ہے، وہ بیچارہ جنگل اور صحرا میں مارا مارا پھرتا ہے۔ کوئی مومن ہو، کوئی ایسا دیندار ہو جو مجھے خدا کے لئے چاہے، اس کے دل میں خدا کے لئے محبت ہو، اس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہو، وہ خدا کے لئے چاہے اور خدا کے لئے نہ چاہے، وہ کفر سے ڈرے اور hate کرے، اور اپنے آپ کو کسی نہ کسی طرح خدا کے قرب وجوار میں آباد رہنا چاہے۔ اس کو استاد نہیں ملتا، اس کو شناخت نہیں ملتی۔ ایمان اس بے چارے کی متاع حیات نہیں بن سکتی، ایمان کا علم پر استوار ہونا بہت ضروری ہے، جب آپ clash of ideas سے گزرتے ہیں، جدلیات فکر سے گزرتے ہیں اور آپ کا سب سے پہلا سبق جو ہے۔ لا الہ الا اللہ ہے، یہی آپ کو جدلیات علم میں ڈال دیتا ہے۔ اگر آپ غور کرو تو یہ کہنا کہ کوئی اللہ نہیں ہے سوائے اللہ کے اور ایک اللہ کے تو پورے کا پورا جملہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا، جب تک بہت

Marfat.com

سارے اللہ کو اللہ نہ بناؤ اور ان کو فکری اور ذہنی طور پر رد نہ کرو۔ حتیٰ کہ جب تمام الہیات کو تم reject کرو گے، تمام ناقص خداؤں کو reject کرو گے، تمام اسباب تخلیق کو reject کرو گے تو بالآخر آپ اللہ کے اقرار تک پہنچو گے۔ جب تک آپ میں جدلیات الہیات استوار نہیں ہوتیں، جب تک آپ غم و فکر کے مراحل سے نہیں گزرتے کہ ہم خدائے واحد کی واحدنیت کا اقرار کیسے کریں، اس وقت تک آپ کا ذہنی اور عقلی ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ خواتین و حضرات! ذرا غور کر کے دیکھیئے کہ آج کے زمانے میں میں حقیقتاً اور علماً یہ کہہ سکتا ہوں کہ لوگ جادو، سحر، ٹونے اور ٹوٹکے پر اللہ کی نسبت زیادہ اعتبار رکھتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال آپ کو پیش کرتا ہوں کہ قریباً قریباً ہر گھر اور ہر گلی میں آسیب زدگی ہے۔ ہر گھر اور گلی میں جادو اور تعویذات اور اس کے اثرات کی بھرمار ہے۔ اب اگر یہ لوگ جانتے ہوں کہ خداوند کریم نے دو خوبصورت آیات جادو اور سحر کیلئے رکھی ہوئی ہیں اور وہ روزانکو پڑھ لیتے ہوں تو پھر ان کا جادو اور سحر جانا چاہیئے۔ مگر ایسا نہیں ہے والناس اور فلق پڑھنے کے باوجود لوگوں کا جادو سے اعتبار اٹھتا نہیں ہے بلکہ والناس اور فلق پڑھنے کے باوجود گھر گھر حساب کے لئے خواتین چل رہی ہوتی ہیں اور مرد اپنی اداسیوں اور رزق کی کمی کے اسباب خدا کی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ جادو، سحر اور تعویذ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جب ہر گلی میں یہ شور ہو ہر جگہ معاشرہ اس الحاد کا شکار ہو تو آپ کا ایمان کہاں رہیگا۔ آپ کا اسلام بھی تو خطرے میں چلا جائے گا۔ اس لئے ایمان کی جب بنیادی definition پوری ہو جائے۔ جب آپ کو پتا ہو کہ ایمان کیا ہے، ذہن کی جدوجہد سے نکلنا اخلاقی پیٹرنز کو استوار کرنا اور اس کے بعد اللہ سے امید رکھنا اب آپ دیکھئے اللہ نے جنت کو کتنا سستا کیا ہوا ہے۔ جنت ایمان والوں کے لئے نہیں ہے۔ جنت اچھے اسلام والوں کے۔ لئے ہے کوئی ایمان والا جنت کی آرزو نہیں کرتا آپ کو پہلے ہی ایمان کی شرائط کا علم ہے کہ ایمان تو خدا کی محبت پہ استوار ہے۔ ایمان تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پہ استوار ہے۔ بھلا ایسا شخص جو اللہ سے محبت کرے گا وہ جنت کی کیا آرزو کرے گا ہاں اس کو کبھی جنت پسند آئی تو صرف ایک وجہ سے کہ جنت میں اہل ایمان کا سب سے بڑا سوال یہ ہے۔ کہ آج کے دن یعنی جمعہ کے دن رب کریم ان کو اپنا دیدار دیگا رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کیا جنت میں جنتی اپنی آنکھوں سے اللہ کو دیکھ لیں گے فرمایا ہاں بالکل اسی طرح جیسے تم سورج کو باریک باریوں کی اوٹ سے دیکھتے ہو اور جس شخص کو خدا سے محبت ہے، خدا سے انس ہے جو صاحب ایمان ہے، وہ جنت اور دوزخ کے حوالے سے impress نہیں ہوتا۔ اس کو یہ پتا ہے کہ میں نے ایمان جنت اور دوزخ کیلئے استوار نہیں کیا مگر اللہ کا قانون جہاں ایک طرف اعلیٰ درجے کے اذہان کے لئے ہے، دوسرا اس کا قانون اس مزدور کے لئے بھی ہے جو شاید اتنی intellectual capacity نہیں رکھتا جو اتنی ذہانت نہیں رکھتا جو اتنی خلاقیات کی اعلیٰ تعلیم نہیں رکھتا اگر ایک طرف ایمان اعلیٰ ترین ذہانت ہے تو دوسری طرف اللہ نے یہ facility creat کردی ہے کہ معمولی سے معمولی انسان بھی کوئی نہ کوئی سطح ادراک اس کے لئے رکھتا ہے، چاہے اب دیکھئے ایک شخص کو آپ لالچ دیتے ہو، ایک شخص کو خوف دیتے ہو تو اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن حکیم بھی تو دوسرے لوگوں کی طرح لالچ دیتا ہے اور خوف دیتا ہے مگر ایسا اس لئے ہے کہ انسانوں کی ذہنی سطح مختلف ہے اور قرآن حکیم میں آپ دیکھیں گے جو آیات منسوخ ہیں، ان کے بھی درجات ہیں۔ "ما ننسخ من اٰیة او ننسها نأت بخیر منها او مثلها" (البقرۃ: آیت 109) کہ جب ہم کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں تو اس سے بہتر آیت عطا کردیتے ہیں۔ دیکھئے اہل ایمان کو اللہ نے کہا کہ اگر تم اہل ایمان ہو اور خدا کے لئے مرنے اور لڑنے کا جذبہ رکھتے ہو۔ تو ہم نے تمہیں بہت بڑی برکت دی ہے۔ تم میں سے ایک آدمی دوسو آدمیوں پر غالب ہے دو چار پہ نہیں۔ اللہ نے کہا کہ تم میں سے ایک آدمی دوسو آدمیوں پہ غالب رہیگا۔ اب مسلمانوں کے درجات تھے، اصحاب کے درجات تھے کوئی ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔

شخصیات کے مقام اور درجات میں بڑا فرق ہے۔ تو کچھ مسلمان گھبرا گئے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھلا اتنی بڑی average ہم سے کیسے نکلے گی یہ تو بڑی جنگ ہے تو پھر خدا نے کہا کہ ہم نے تمہاری کمزوری دیکھی ہے۔ تم میں سے کچھ کی کمزوری دیکھی ہے، اس لئے اب ہم وہ قانون ہٹا کے منسوخ کر کے اب تمہیں کوئی ہلکا پھلکا قانون دیتے ہیں کہ تم واقعی خدا کے بندے ہو، خدا کے لئے لڑنے والے ہو تو ہم ہر حال میں ایک کو دو پہ غالب کریں گے۔ خواتین و

Marfat.com

حضرات بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ یہ پہلی منسوخ ہے۔ مگر منسوخ نہیں ہے۔ اس نسخ میں جیسے اللہ نے کہا کہ ہم نے ایک آیت پیچھے ہٹالی اور اس سے بہتر آیت دے دی۔ بہتر آیت جیسے عام لوگوں کے لئے ہے مگر وہ آیت جو ہے دوسو والی یہ بھی قائم رہیگی ان اہل ایمان کے لئے کہ جو قیامت تک صرف خدا کے لئے "قل ان صلوٰۃ و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العلمین" (الانعام: آیت 161) کہ وہ لوگ جو اپنی جان زندگی موت تمام تر خدا کے لئے صرف کریں گے وہ انکے لیے وہ پہلی قائم رہیگا وہ ایک یا سو پہ ضرور غالب آئیں گے۔ تو ایمان خواتین وحضرات کم ہوتا ہے بڑھتا ہے آپ کوئی خطا کرتے ہو۔ خلاف خدا کرتے ہو خلاف شرع کرتے ہو۔ کچھ عرصے کے لئے ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان آپ سے نکل کر ایک چھتری کی طرح آپ کے سر پر جاتا ہے۔ پھر جب وہ خطا ختم ہو جاتی ہے جب آپ کا گناہ ختم ہوتا ہے۔ وہ ایمان پھر واپس آجاتا ہے اس لئے کہ خطا اضطرابی ہے لوکل ہے۔ ایمان جو ہے انسان کے دل میں رہنے والا ہے۔ ایک انسان ہوسکتا ہے کہ خدا کی خلاف ورزی ذہنی اور منطقی طور پر نہ کرنا چاہئے۔ مگر اضطراب میں وقتی اشتعال میں اور momently Influence میں وہ ایک ایسی خطا کر بیٹھتا ہے جو اس کا دل قبول نہیں کرتا۔ جب بعد میں وہ تاسف کا اظہار کرتا ہے تو اس کا ایمان اسے واپس آتا ہے۔ اتنے لمبے span of life میں جو ایک انسان کو عطا ہوتا ہے۔ کتنے ایمان پر ہر انسان کی نجات ہے۔ یہ بڑی important بات ہے خوف ابھی میرے اس عزیز نے ایک آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی کہ "قُلْ يَـٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ" (الزمر: آیت 53) کہ کہہ دے میرے بندوں کو کہ تم نے بڑے گناہ کئے مگر گناہ کو اللہ گناہ نہیں کہتا، اسراف کہتا ہے، خطا کو اسراف کہتا ہے۔ اسراف بڑی سادہ سی بات ہے۔ جیسے عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ "الاخیر فی الاسراف" اسراف میں کوئی خیر نہیں ہے۔ خدا کی راہ مین جتنا خرچو اسراف نہیں ہے اور خدا کے خلاف راہ میں جتنا بھی خرچو گے اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ اللہ میاں قرض لیتا ہے، دیتا ہے اور اللہ میاں نفع ریٹرن کرتا ہے۔ عجیب سی بات ہے کہ زمین پہ بھی بینکوں کے کاروبار ہیں، اور اوپر بھی ایک بینک کھلا ہوا

ہے۔ اللہ کو لوگوں سے قرض لینے کا شوق ہے، وہ ادھار لیتا ہے، ایسا سرمایا دار ہے جو کثرت نفع سے نوازتا ہے۔ بھئی عام حالات میں اگر ایک شخص ایک روپیہ لیکر دس روپے واپس کرے تو آپ سمجھیں گے بہت بڑا فراڈ ہے یا کسی ultimate بہت بڑے فراڈ کی نیت رکھے ہوئے ہے یا آپ اسے مجنون و پاگل کہو گے مگر اللہ کی یہ عادت شریفہ ہے کہ وہ قرض لیتا ہے اور پھر بہت بڑا اضافہ کر کے لوٹا دیتا ہے۔ "من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضاعفہٗ لہٗ اضعافاً کثیرۃً" (البقرۃ: آیت 245) کہ جس نے اللہ کو قرض دیا اللہ کے لئے خرچا۔ اللہ کے لیے بانٹا۔ اللہ کی محبت میں دیا پھر اللہ اسے یہ قرض ہزار گنا زیادہ کر کے لوٹا دیتا ہے۔ خواتین و حضرات !صاحب ایمان کو اس آیت پہ اعتبار ہو سکتا ہے مگر آپ ذرا اپنے دل ٹٹول کے دیکھ لیں کہ آپ کو اس بات پر کتنا اعتبار ہے ایسے لگتا ہے کہ اس آیت شریفہ پر ہمیں قطعاً اعتبار نہیں ہے۔ ہم روپیہ دو روپے خرچنے کے بعد اس کو آزمائشی روپیہ قرار دیتے ہیں کہ اس ایک روپے کے دس روپے آئے تو دیکھیں گے۔ بڑی قسمت کی بات ہے کہ بہت سارے لوگ عمومی زندگی میں اس طرح میرے پاس آتے ہیں کہ پروفیسر صاحب آپ دعا فرمائیں ہمارے مال میں کثرت ہو۔ میں پوچھتا ہوں کیوں، فرمایا، بس ایک آرزو ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں بہت خرچ کریں۔ میں ان سے کہتا ہوں یار کچھ نا کچھ تو اب بھی تمہارے پاس ہوگا۔ اس مال میں سے اللہ پر تم کتنا خرچتے ہو۔ آپ خدا پر اتنے بڑے کلیم جو رکھتے ہو۔ اگر اس پر آپ کا یہ claim ہے کہ آپ کو پیسے خدا اس لئے دے کہ آپ اللہ کی راہ میں خرچو تو سب سے پہلے جو کچھ تمہارے پاس ہے، اس میں تو خرچ کر کے دکھاؤ نا، اللہ کو کوئی basic اعتبار تو آئے مگر بخل جان سے بڑا کوئی بخل نہیں ہے اور انسان ہمیشہ insecurity کے احساس میں مبتلا ہے۔ خدا سیکورٹی کا احساس دیتا ہے اور انسان insecurity میں مبتلا ہے۔ جو ہے کسی شخص کی insecurity ایک مہینے اور کسی کی ایک سال کی ہے اور بعض سرمایہ دار ایک سو سال کی insecurity کور کر رہے ہوتے ہیں۔ خواتین و حضرات! یہ اللہ پر خاک اعتبارات ہیں۔ آپ اگلے سال کا سوچتے ہو۔ چلو یہ تو مناسب لگتا ہے کہ آپ نے ایک بچہ کالج یا سکول میں داخل کرایا اور آپ اس خیال سے ڈرتے ہو کہ ایک

Marfat.com

سال کی فیس اتنی ہے، اتنا روپیہ ہمارے پاس ہونا چاہیے کہ یہ ایک سال کی فیس جمع کرنے کے لئے ہمارے پاس کچھ ہونا چاہیے مگر میں نے یہ دیکھا ہے کہ لوگ نہ صرف اولاد کا سوچتے ہیں، بلکہ ان کی شادیوں، تعلیمات اور ان کے اثاثے بڑھانے کا سوچتے ہیں، پھر شاید ان کے شاندار مقابر بنانے کا بھی سوچتے ہوں۔ اتنی لمبی insecurity خدا پہ مکمل بے اعتباری کا ثبوت ہے اور اس میں تو کم از کم ایمان کا شائبہ بھی موجود نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی جو سب سے زیادہ چیز پسند ہے وہ اخلاق ہے، جو ہم سب میں سے شاید رفتہ رفتہ کم ہوتی جا رہی ہے۔ اچھی بات کرنا تو حیرت کی بات ہے کہ آج کل اخلاق منافقت کا حصہ بن گیا ہے۔ سیاست کا حصہ بن گئی ہے۔ آج آپ اس شور وغوغا میں دیکھ لیں اس شور وغوغا میں سیاستدان اتنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کر رہا ہوگا۔ گلی گلی، کوچہ کوچہ کہ انسان اسی پہ فیصلہ دیتا ہے چلو جی جو بھی ہو بات تو بڑی اچھی کرتا ہے اور دوسری بات جو اللہ کو پسند ہے وہ کھانا کھلانا۔ خواتین وحضرات! اگر اخلاق اچھا ہے اور اگر آپ مہمان نواز ہیں تو آپ کو اللہ بہت پسند کرے گا اور آپ کو ایمان دار سمجھے گا۔ آپ کو پتا ہے کہ عرب کی جاہل سوسائٹی میں کوئی وصف نہ تھا، بدترین لوگ تھے۔ اس زمانے کو جاہلیت کا بدترین زمانہ کہتے ہیں مگر پھر خدا نے ان کو کیوں چنا کیا ان میں بہتر لوگ موجود نہ تھے، کیا زمین پر ایسے اشراف موجود نہ تھے، جو اللہ کو بہتر کام دیتے ہیں۔ آخر اس بدترین جاہل ترین اور اخبث قوم کو کیوں اس نے چنا، اس کی دو بنیادی وجوہ تھیں کہ وہ مہمان نواز بہت تھے۔ دلیر تھے، شجاع تھے، مرنے کی ہوس رکھتے تھے۔ جذبہ زندگی سے گریز کرتے تھے۔ آپ دیکھئے تو سہی کہ کتنے دلیر تھے۔ کہ مرتے وقت ان کو کافر بھی کہتا ہے کہ او ساربان زادے میری گردن ذرا نیچے سے کاٹنا تاکہ نیزے پر چڑھے تو سردار قریش کا سر لگے، یہ مرتے وقت ابوجہل کا قول ہے اور مہمان نواز اتنے کہ تیمیہ کے حاتم کی داستانیں تو آپ نے سنی ہوں گی خواتین وحضرات! یہ محض داستانیں نہیں تھیں۔ جب سفانہ حاتم کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ کو پتا لگا کہ یہ حاتم کی بیٹی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اچھی چادر بچھائی اور اس کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ تو لوگوں نے استعجاب کیا تو فرمایا کہ اس کا باپ فیاض، مہربان اور نیک

Marfat.com

شہرت والا تھا۔ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ خواتین و حضرات! کہ شیطان سب سے زیادہ ایک فاسق فیاض سے ڈرتا ہے۔ وہ ساری زندگی اس سے مطمئن رہتا ہے۔ وہ منافق پر زور لگا رہا ہوتا ہے، وہ متقیوں کو گمراہ کر رہا ہوتا ہے اور اس کا گمان ہوتا ہے کہ یہ تو پکا فاسق، شرابی، زنا کار، جوا کھیلنے والا اور بدکار ہے اور اس کے تو سارے رستے بند ہیں۔ اس کو تو میں جب چاہوں اپنی گرفت میں لے لوں کیونکہ میں اس کو میں جہنم کے رستے پر ڈال ہی چکا ہوں مگر اس کی بدقسمتی یہ ہوتی ہے کہ وہ فیاض ہوتا ہے اور وہ فسق و فجور کے باوجود جب کسی غریب کی دعائے اجابت سن لیتا ہے تو پروردگار اس کے تمام گناہ معاف کر کے اسے بخش دیتا ہے۔ اس لئے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ شیطان سب سے زیادہ ایک فاسق فیاض سے ڈرتا ہے اور جب حضور گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواتین کے ایک گروہ سے گزرے اور فرمایا کہ تم میں ایمان کی بہت کمزوری ہے

خواتین و حضرات! ایمان عجلت پسند نہیں ہوتا، جلدی جلدی شفٹ ایبل نہیں ہوتا۔ جس کے دل میں ایک ذہنی اعتبار قائم ہو جائے، اخلاص قائم ہو جائے اور ایک مکمل عقیدہ بن جائے تو وہ اتنی جلدی نہیں جاتا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا تو خواتین نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ہم میں ایسا کیا قصور ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طبعی وجہ ایک یہ فرمائی کہ تمہارے، دین کا نقصان یہ ہے کہ کچھ عرصہ نماز روزے سے گریز کرتی ہو اور دوسری ذہنی اور فکری وجہ یہ بتائی کہ تمہارے اثرات اور تفکرات لوکل اور محدود ہوتے ہیں اور تم میں اتنی Possession ہے کہ یہ سارے کا سارا نظام Possession ہوتا ہے۔ آپ کو پتا ہے جب معاشروں کی تقسیم کی گئی تو اس بات کو ملحوظ رکھا گیا کہ معاشرہ انسانی کو توازن اور ہمواری سے چلانے کے لئے عقل و شعور کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا خدا نے فرمایا ہے کہ اگر انسان اس کی عطا کردہ آسمانی صلاحیتوں اور اہلیتوں کو بروئے کار لائے گا تو پھر آخر کار اسے زندگی میں غیر معمولی کامرانیوں اور خوبصورتیوں سے ہمکنار کر دیا جائے گا۔ جب انسان اپنے اندر ذوق، جستجو، محنت اور تخلیق کو رواد دینے کی آرزو رکھے گا آسمان اس پر کرم اور عنایت کی برسات برسائے گا۔ سکائی

Marfat.com

سکر پیر تخلیق کرے گا، آسکیلیٹر تخلیق کرے گا۔ جب سمندروں میں اس کے جہاز چلیں گے، جب موت کو زندگی میں بدل دے گا اور جب اپنی خدائی کا دعوے دار ہوگا۔

Self centered narcissistic God of the West

لہٰذا آپ اس کو face کرنے کے قابل نہیں ہونگے۔ آپ کی ٹیکنالوجی بڑی پست ہوگی۔ آپ بڑے کم تر درجہ میں ہوں گے، پھر آپ خدا سے دعا کریں گے مگر اس وقت آپ کے اندر ایک صاحب ایمان موجود ہوگا، وہ خدا سے دعا کرے گا، مہدی اس وقت موجود ہوگا۔ مہدی کی کیا تعریف ہے۔ کوئی خاص تعریف نہیں ہے۔ آپ بخاری اور مسلم پڑھ لو، اس کی کوئی تعریف نہیں ہے۔ بخاری بالکل سادہ سے لفظوں میں اس کی ایک چھوٹی سی تعریف دیتا ہے کہ حضور گرامی مرتبتؐ نے فرمایا کہ زمانہ آخر میں مسلمانوں کے گروہ کے سردار ایک نیک مسلمان ہوں گے۔ Thats all صحیح بخاری میں حضرت امام مہدی کی یہ ساری تعریف ہے۔ آپ بتاؤ یہ کتنی بڑی تعریف ہے۔ آپ حیران تو ہوں گے آپ کے گمان کے مطابق تو اس معاشرے میں ہزاروں نیک مسلمان گزرتے ہونگے پھر ان کی خاطر اللہ زمانہ کیوں نہیں بدل دیتا۔ فرمایا زمانے کو برا مت کہو۔ زمانہ میں ہوں۔ میں دن رات کو پلٹتا ہوں، میرے ہاتھ میں امر ہے میں دن رات پلٹتا ہوں۔ میں کسی بھی قوم کو پلٹ سکتا ہوں۔ انسانوں کے دل میری مٹھی میں ہیں۔ جیسے ہوا ایک پر کو سطح زمین پر جس طرح چاہے اسے پلٹاتی ہے، ایسے ہی لوگوں کے قلوب میرے ہاتھ میں ہیں۔ جیسے چاہوں پلٹا دوں، جس سے چاہوں چھین لوں۔ آپ بڑے دعوے کرتے ہو، آپ حکومت ساز ہو، اتنے بڑے بڑے دعوے، خدا تو مختصر سی کاروائی کرنے والا ہے۔ مجھے ایک دفعہ بڑی ہنسی آئی ایک حکمران سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ اگلے پانچ سال بھی صدر رہو گے، تو انہوں نے کہا، کس کو پتا، اگلے پانچ سال جیتا بھی ہوں یا نہیں۔ تو مجھے ہنسی اس بات پہ آئی کہ انہیں ان پانچ سالوں کا کیسے یقین ہے۔ یہ ایمان، یہ شناخت نہیں ہے، پلٹنا نہیں ہے۔ اگر مسلمان مغلوب ہے تو واضح بات ہے کہ ایمان نہیں ہے اور ہمیں اپنی ترجیحات درست کرنی چاہئیں اور عقل کی ایک ترجیح یہ ہے جو ایمان کی شرط ہے کہ

Marfat.com

The only top priority of intellectual curiosity is God and nothing else

اور ہمارا مرض کیا ہے کہ

We always give lesser importance to the top priority and more importance to the lesser priority

ہم سب سے بڑی ترجیح کو نظر انداز کرتے ہیں اور کمتر ترجیحات کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ یہی غلطی پورے اسلامک ورلڈ میں ہے۔ کبھی وہ نیشلسٹ بنے ہوئے ہیں، کبھی وہ لوکلسٹ بنے ہوئے ہیں، کبھی ڈاگمیٹس بنے ہوئے ہیں۔ ہر آدمی انقلاب کی کوشش کر رہا ہے اور اس کی ذات کے اندر اس کا ایمان ابھی ویسا بھی نہیں ہے جیسے عرب کے ان اعراب کا تھا جو ابتدائے دور میں اسلام لائے تھے۔

سوالات وجوابات

امام مہدیؑ کا ظہور دین کے غلبے کی ضمانت ہے۔

سوال : کیا امام مہدیؑ کا قرآن میں ذکر ہے؟ اور وہ کب آئیں گے؟

جواب : جی قرآن پاک میں حضرت مہدیؑ کا ذکر نہیں ہے یعنی اگر قرآن میں اللہ نے عہد کا ذکر کیا، تبدیلی کا ذکر کیا، اسلام کا ذکر کیا اور کہا کہ یقین جانو کہ میرا دین اس وقت تک ختم نہیں ہوگا جب تک یہ تمام ادیان پہ غالب نہیں آ جاتا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ آخر کی بشارت دیتے ہوئے نزول عیسیٰ علیہ السلام کی وضاحت کی ہے اور ان آیات کا حوالہ دیا ہے کہ خداوند کریم نے کہا "لیظھرهٗ علی الدین کلہٖ" (التوبہ: آیت 33) کہ میں یقیناً زمانہ آخر میں اپنے دین کو تمام ادیان پہ غالب کر دونگا اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث قرآن کی وضاحت ہے اس لئے آپ نے اس زمانے کی وضاحت فرماتے ہوئے کہا کہ مہدی اور عیسیٰ کا

Marfat.com

زمانہ اللہ کے دین کی برتری اور غلبہ کا زمانہ ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کے ضمن میں کہا کہ اس وقت تو وفات نہیں پائے گا جب تک کہ تمام جملہ ادیان کے لوگ تجھ پہ اعتبار نہیں کریں گے اور یقین نہ لائیں گے۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانۂ آخر کے ساتھ انتباہ کیا اور مہدی اور عیسیٰ کا زمانہ ایک قرار پایا تو میں عرض کر رہا ہوں کہ جب دجال بہت جوش و خروش میں آئے گا اور مسلمان اس سے مقابلے کی استطاعت نہیں رکھیں گے تو حضرت مہدی والصلوٰۃ والسلام دعا فرمائیں گے اور نزول عیسیٰ ہوگا۔

محبت اور عقیدت کا مفہوم

سوال : کیا مذہب میں عقیدت کی گنجائش ہے؟ علاوہ ازیں قرآن کی روشنی میں محبت کی بھی وضاحت فرمائیں۔

جواب : آپ کے دوسرے سوال کا جواب میں دوں میں نے عقیدت کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ میں نے محبت کا لفظ استعمال کیا ہے اور دونوں میں بڑا فرق ہے۔ عقیدت ایک ایسی Blindness ہے کہ جس میں کوئی reason نہیں ہوتی مگر محبت، دانشوری اور علم ہے۔ دیکھیے کہ برصغیر کے لوگ بہت جذباتی ہیں، ٹوٹ کر محبت کرنے والے بلکہ ہمارے نقائص بھی ہماری محبت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ mostly جیسے میں آپ سے وہ فلسفہ بیان کر رہا تھا کہ مادرانہ اور پدرانہ نظام میں ماں کی طرف سے انس اور گہرائی اور محبت شو ہوتی ہے اور باپ کی طرف سے، بے پرواہی اور گنوار پن شو ہوتا ہے۔ چونکہ یہ معاشرہ مادرانہ نظام پر مبنی ہے اور مادرانہ نظام بالآخر انڈیا میں غالب آ گیا تو ہم میں ایک مادرانہ محبت اور انس بہت زیادہ موجود ہے۔ رسول گرامی مرتبتؐ کے ساتھ ہر مسلمان کی ایک گہری وابستگی اور محبت بھی ہے اور تعلق کے سبب حضورؐ کی ازواج مطہرات ہماری مائیں ہیں۔ اگر برصغیر کے کسی شخص کو پتا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے باپ بھی ہیں تو یقین جانئے کہ وہ باپ کی طرف زیادہ جائیں گے۔ کیونکہ برصغیر کا یہ جذباتی ابلاغ ہے جو ان کو Objective Opinion سے روکے رکھتا ہے۔

Marfat.com

One of the major losses which we suffered in the modern age in the modern sciences.

کہ ہمارے شدید جذباتی لوگوں کو کوئی بھی Rigid عالم اٹھ کر exploit کر سکتا ہے۔ یہ شدید محبت ہی کی وجہ ہے کہ نوجوان پگڑیاں باندھے پھرتے ہیں۔ اگر آپ ان سے پوچھو تو یہ محبت رسولؐ ہی میں یہ پگڑیاں باندھے پھرتے ہیں۔ ان میں اتنا انس ہے اور یہ خدا سے اتنی محبت رکھتے ہیں کہ ایک عام سا ان پڑھ آدمی ان کو مولوی کہہ دیتا ہے کہ میرا طریق محبت ہے۔ یہ اس کی پگڑی بھی پہن لیتے ہیں جو اخلاص، انس اور محبت برصغیر میں ہے یہ ان Heartless اعراب میں نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک پریکٹیکل decadent ویلیو سمجھنا شروع ہو گئے ہیں۔ جو اپنے دور میں اتنے academecian ہیں اتنے متشدد مبلغین ہیں کہ وہ اس Importance کو خارج کر دیتے ہیں اور وہ دورِ حاضر کے علماء کو قریباً قریباً اسی سٹیٹس میں دیکھتے ہیں۔ ایک بہت بڑے دور حاضر کے مبلغ اور مفکر کی statement میرے سامنے ہے کہ میں پیغمبر نہ تھا مگر مجھے کام پیغمبرانہ دے دیا گیا تو آپ دیکھتے ہیں ایک idealistic statement ہے جس میں وہ اپنے آپ کو غیر معمولی حیثیت کا حامل قرار دے رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ

Islam as a religion doesn't hate anybody. Islam deosn't hate jews. we have no reason to hate them.

اگر اس وقت کوئی مسلمان یہودی سے نفرت کر رہا ہے تو وہ اس کے یہودی ہونے کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ وہ اسلام جو ایک بنیادی اصول دیتا ہے "لا اکراہ فی الدین" (البقرۃ: آیت 256) وہ کبھی یہودی سے نفرت نہیں کر سکتا، یہود ہونے کی وجہ سے اصل بات یہ ہے کہ آپ کے خیال میں یا مسلمانوں کے خیال میں یا پریکٹیکل کانڈکٹ کی وجہ سے overall جو basic مسلمان ہے، جنرل مسلمان ہے۔ اور جہاں مسلمان اکثریت میں ہے ان کی identity اور ان کی سیکورٹی مسلسل ایک طویل عرصہ سے یہود کی وجہ سے risk میں پڑی ہوئی

Marfat.com

ہے just like Pakistan کہ پاکستان کی سیکورٹی یہود کی وجہ سے Risk میں پڑی ہوئی ہے۔ میں آپ کو اب اسی question پہ ایک دوسرا لیکچر مرتب ہو جائیگا، مختصر سی خوشخبری سنانا چاہتا ہوں۔ حضرت نعیم بن حمادؒ کی حدیث ہے، میں آپ کو پاکستان کا وصف بتا رہا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہند کے مسلمان کفارِ ہند سے جنگ کر چلیں گے اور ان کے امراء اور شرفاء کو گرفتار کر لیں گے تو پھر شام میں مہدیؑ کا ساتھ دیں گے، ویسے آپ کی تسلی ہو جانی چاہیے کہ ہم نہ صرف ہنود سے لڑیں گے بلکہ یہود سے بھی لڑیں گے۔ basically ہم صرف

Survival of Islam

کے لیے لڑیں گے اور تمام احادیث اس بات پہ متفق ہیں کہ survival of Islam میں دجال کا سب سے بڑا instrument یہود ہوں گے۔ یہ ایک question ہے کہ کچھ دانشورانِ عصر کا خیال ہے کہ Prophet صرف اپنے علاقہ اور زمانے کے لیے ہوتا ہے میرا خیال یہ ہے خواتین وحضرات کہ اس سے زیادہ ناقص statement شاید کسی امتی کے ذہن میں نہیں آ سکتی۔ یہی سوال اگر وہ لوگ کریں جو کسی رسول کے امتی نہیں ہیں تو ہم اس کو دوسری طرح سے ٹیکل کریں گے۔ اگر ایک امتی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ سوال کرتا ہے کہ پیغمبر علاقائی ہے، یا پیغمبر لوکل ہے تو میرا خیال یہ ہے کہ وہ اپنے پیغمبر پہ ایمان نہیں لایا۔ اس لیے کہ ہم نے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ زمانہ آخر تک علم کیا حیثیت اختیار کرے گا، زمانہ آخر تک علم کس نوعیت کا ہے اور اگر آپ غور کریں گے تو انتھریالوجی کے ریفرنس سے آپ کو پتا لگے گا کہ سب سے پہلا انسانی معاشرہ پریسٹ معاشرہ ہے۔ سب سے پہلا استاد سب سے پہلا حکمران پریسٹ ہے۔ یعنی پیغمبر ہے اور شروع ہی سے پیغمبر تمام کام سرانجام دیتے ہیں۔ وہ پیغمبر بھی تھے۔ وہ حکمران بھی تھے وہ teach بھی کرتے تھے اور دنیاوی معاملات میں preach بھی کرتے تھے۔ معاشرہ آگے بڑھتا گیا پیغمبر اس کثرت سے نہ آئے۔ انہی پیغمبروں کی تعلیمات پر بیچ کے ادوار میں لوگوں کو ٹرینڈ کیا گیا پھر ان کے ادوار میں تعلیمات خراب ہوئیں۔ پھر نوحؑ کے زمانے میں مکمل عالم کی

Marfat.com

تباہی ہوئی، دوبارہ معاشرے کا اجراء ہوا۔ اگر آپ قرآن پڑھیں تو اس کے historical references اتنے correct ہیں کہ جو آثار و شواہد و آثار باقیات نکل رہی ہیں، وہ قرآن سے بالکل مطابقت رکھتی ہیں۔ قرآن پہلے کہہ چکا ہے اور اب وہ باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ دیکھو نوحؑ! میں نے تیرے ان لوگوں کو جو کشتی میں ہیں بچا کے لے تو آیا ہوں مگر یہ لوگ پھر وہی غلطیاں کریں گے جو اس سے پہلے کرتے آئے ہیں اور پھر میں ان پر اسی طرح کے عذاب توڑتا رہوں گا۔ معاشرہ پیغمبر کے بغیر برا نہیں ہے البتہ جب زمانے نے خدا خلاف سرکشی اختیار کی تو گاہے گاہے کبھی موہنجوداڑو ہلاک ہوا اور یہ ہلاکت اس طرح کی ہلاکت نہیں جیسے کے جنگوں میں ہلاکت ہوتی ہے۔ یہ ٹوٹل ہلاکت ہے۔ اس میں سے بچتا کچھ نہیں ہے۔ آثارِ قدیمہ کوئی نہیں بندوں کا حساب کوئی نہیں کوئی کتاب نہیں بچتی کوئی document نہیں بچتا ہے۔ پیغمبر اپنے زمانے کا سب سے بڑا intellectual ہوتا ہے۔ اگر نہ ہو تو دانشور اس کی بات کیسے مانیں۔ اگر وہ اپنے زمانے کا ذہین ترین انسان نہیں ہے، سب سے بڑا عالم نہیں ہے، سب سے زیادہ موزوں بات کرنے والا نہیں ہے، سب سے موزوں عقل والا نہیں ہے تو لوگ اس کی بات کیسے مانیں گے اگر ہزاروں لوگ جو دانشور ہیں، اہل عرب میں نصاب کے بڑے ماہر تھے، بڑے بڑے دانشور تھے اور وہ تیز طراز تھے مگر جب قرآن اترا پیغمبر کے پاس کوئی ایسی چیز تھی جس نے انہیں عاجز کر دیا پیغمبر کی زبان سے ایسے خیال نکل رہے تھے جو غیر معمولی تھے unusaul تھے۔ پیغمبر خبر دے رہا تھا۔ پیغمبر اگر قیامت کی خبر دے سکتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر زمانے کے بیچ کی خبر دے سکتا ہے۔ اگر مہدی اور عیسیٰؑ کی خبر دے سکتا ہے تو آپ تمام ترین علم کی معراج تھے۔ اگر پیغمبر آپ کو سارے مستقبل رستے دکھا گئے ہیں تو پھر پیغمبر لوکل کیسے ہو سکتا ہے۔ پیغمبر کے دو قول ہیں انھوں نے ایک قرآن اور دوسری حدیث دی اگر آپ کا مطالعہ اچھا ہو تو آپ دیکھیں گے کہ زمانہ آخر تک کی کوئی ایسی بات نہیں ہے جو خدا کے رسولؐ نے آپ کو Advance نہ بتا دی ہو۔ ابھی سائنسز ان اطلاعات تک نہیں پہنچیں "اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت و من الارض مثلھن" اللہ ہی تو ہے جس نے سات کائناتیں تخلیق کیں

اوراسی کی طرح کی سات زمینیں "یتنزل الامر بینھن" اوران تمام زمینوں پہ ہمارا حکم اترتا ہے "لتعلموا ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر" (الطلاق: آیت 12) کہ تاکہ تم جان سکو وہ کتنی بڑی قدرت والا کتنا بڑا قادر ہے تو مجھے بتائیں کیا ابھی تک کسی دوسری زمین کا سراغ کاسمالوجسٹ نے ڈھونڈ لیا۔

But the option is alive. اللہ آپ کو سات کائناتوں کی خبر دیتا ہے اب پندرہ سو برس بعد 1994ء میں یا 1995ء میں یا آگے جاکر آپ صرف اتنے قابل ہوئے ہیں کہ multiuniverse کا کانسپٹ پیدا ہوا ہے۔

multiuniverses کا کانسپٹ اب آ کے ان پچھلے تین مہینوں میں پیدا ہوا ہے۔ جو پندرہ سو برس پہلے قرآن نے رسولؐ کے ذریعے بیان کیا ہے۔ رسولؐ کیسے لوکل ہوسکتا ہے۔ کیسے وہ ایک وقت کا پیغمبر ہوسکتا ہے۔ جب قرآن یہ کہہ رہا ہو اور رسول کی زبان سے کہہ رہا ہو "اذا الشمس کورت O واذا النجوم انکدرت O" (التکویر : آیت 1) سورج لپیٹ لیا جائے گا ستارے ماند پڑ جائیں گے آپ جے ایم جیم سے پوچھو ہابکن سے پوچھو تو وہ آپ کو بتائیں گے۔ The sun is dying سورج مر رہا ہے اس کی روشنی ماند پڑ رہی ہے۔ اٹھارہ ہزار ایٹم جو اس کے پر سیکنڈ پھٹ رہے ہیں۔ جس کی توانائی ہم تک پہنچ رہی ہے وہ کسی بھی اینٹی ایکشن میں مبتلا ہو کہ یا suddenly finish ہو جائے گا یا gradually سائنسدان کیا کہتا ہے کہ gradually ختم ہونے میں زمین کو دس عرب سال لگیں گے، دس عرب سال مگر لگیں گے ضرور The only probable end of this earth جو وضاحت سے نظر آتا ہے۔ قرآن کہتا ہے ذرا غور کیجئے تم زمین والے بڑے اتراتے ہو ایک تو انسان کا بچہ مغرور بہت ہے۔ یہ غیر معقول اپنے آپ کو کائنات میں تنہا پاتا ہے اسی لئے تو اپنے آپ کو important سمجھتا ہے۔ اگر سات زمینوں کا اس کو پتا ہو، اگر اس کو پتا ہو کہ سات زمینیں اور بھی ہیں، ادھر بھی قرآن ڈھل رہا ہے۔ تو یہ اپنے ٹھکانے پہ آجائیں مقابلہ ہو جائے لیکن چونکہ کوئی زمین discover نہیں ہوئی ابھی تک

Marfat.com

But according to scientist the option is always there,

اب کبھی مریخ کی تہوں کو ٹٹولا جا رہا ہے، کبھی کسی ستارے پر تحقیقات کر رہے ہیں کہ ہمیں مخلوقات کا مزید سراغ ملے۔

But ladies and gentle men all this must be clear

کہ آخر وہ کیا source ہے جہاں نہ کوئی laboratory نہ کوئی ٹیسٹ ہے مگر ایک آدمی ہے جو آپ کو زمانہ آخر کی خبریں دیئے جا رہا ہے۔ ہاکن کہتا ہے کہ اگر مجھے Big bang سے پہلے ایک پل کے بارے میں بھی علم ہو جائے تو میں سارا فلسفہ کائنات explain کر دوں۔ بھئی بگ بینگ سے پہلے ایک آدمی کو پتا ہے کہ خدا کیا تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زمین و آسمان کی تخلیقات سے پہلے اللہ دھند میں تھا اور اس کا عرش پانی پہ تھا بھئی پانی پہ کیا کر رہا تھا۔ اللہ پانی پہ عرش رکھ کر کیا کر رہا تھا۔ اب ذرا دیکھئے وہ دھند میں بیٹھا کیا کر رہا تھا آپ نہیں سمجھ سکو گے

There is no knowledge with you

مگر کوئی کاسمالوجسٹ بیٹھا ہو تو ایک پل میں کہے گا حیرت انگیز

so wonderful, this is so true

وہ پاگل ہو جائے گا "اولم یر الذین کفروا ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقاً "

How dare you to deny me

اور تم کیسے میرا انکار کر سکتے ہو نالائقو، چھوٹے چھوٹے بندو تمہیں میرا پتا ہی نہیں ہے۔ "اولم یر الذین کفروا ان السمٰوٰت والارض کانتا رَتْقاً فَفَتَقْنٰھُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ کُلّ شیءٍ حَیّ "

How dare you deny me

"ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقاء " تمہیں نہیں معلوم کہ شروع میں زمین و آسمان ایک

Marfat.com

تھے۔ ایک mass تھے ایک وجود تھے "اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقاً فَفَتَقْنٰھُمَا" (الانبیاء: آیت 30) پھر ہم نے جبراً انہیں پھاڑ کر جدا کر دیا we tore it apart ایک بار میرے پاس ایک کاسمالوجسٹ آ گیا۔ وہ Ph.D تھا۔ وہ مجھے کہنے لگا کہ میں عالم اسلام گھوما ہوں۔ ایک سوال کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میں نے کہا یار عالم اسلام آج کل ذرا سستی کا شکار ہے۔ بہر حال ہو سکا تو میں آپ کو جواب دے دونگا۔ اس نے کہا کہ Christian Theology میں اس کائنات کی عمر چھ ہزار سال ہے اور Indian Mythology کے حساب سے کوئی اٹھارہ ہزار سال ہے۔ اسلام Origin of universe کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ میں نے کہا یار بات سنو، تم گمان نہ کرنا کہ میں کوئی تاویل کر رہا ہوں آیت سنا دیتا ہوں اندازہ تم خود لگا لینا میں اسے انگریزی میں لٹرل ٹرانسلیٹ کر دیتا ہوں تو میں نے اسے سنایا۔ "اولم یر الذین کفروا ان السمٰوٰت والارض کانتا رَتْقاً فَفَتَقْنٰھُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ"

In the beginning the heaven and earth were one mass then I tore them apart.

تو اچھل کر کرسی سے کہنے لگا This is a big bang.

This is a big bang. تو میں نے کہا یار تو تھوڑی سی کاسمالوجی جانتا ہے تو تجھے اس آیت سے بگ بینگ کا پتا چل گیا ہے۔ میں اپنے تمام علماء کے سامنے یہ آیت پڑھوں تو انھیں Big bang کا پتا نہیں لگتا۔ یہ ٹریجڈی ضرور واقعہ ہوتی ہے۔ اب ذرا دوسری آیت دیکھئے اسی سے ملحقہ "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ" (الانبیاء: آیت 30) ہم نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔ یہ بات آپ ہزاروں مرتبہ پندرہ سو برس سے قرآن میں پڑھ رہے ہیں "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ" (الانبیاء: آیت 30) کہ ہم نے تمام اشیاء کو پانی سے پیدا کیا لٹرل ٹرانسلیشن آپ کو کبھی بھی سمجھ نہیں آئی۔ کسی مسلمان نے دعویٰ نہیں کیا۔ کسی نے اس پر فلسفے اور سائنٹفک استدلال کی بنیاد نہیں رکھی ہے۔ جب سر جیمز جیم نے کہا نا

Marfat.com

All life is created out of water.

آپ کوفوراًیقین ہوگیا۔ It is very simple کہ قرآن کا مطالعہ چھوڑ دیا گیا، صاحب قرآن اٹھ گئے، خدا نے جس علم کیلئے آپ کو پیدا کیا تھا وہ آپ نے چھوڑ دیا۔آپ کیوں برطانیہ اور امریکہ کے فلاسفروں اور سائنٹسٹوں پہ اعتبار کرتے ہیں۔ وہ تو انسانی محنت کے ساتھ قائم ہیں، انہوں نے تجسس کی راہیں ڈھونڈی ہیں۔ اللہ کو مولوی پسند ہیں، قطعاً نہیں، میں آپ پسند ہیں، قطعاً نہیں، اس کے پسندیدہ ہم اور آپ نہیں ہیں نہ کوئی ڈاڑھیوں والے نہ بغیر ڈاڑھیوں والے نہ کوئی مہاجر نہ کوئی مقامی۔ اللہ کے پسندیدہ ترین لوگ کون ہیں۔ " اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّ قُعُوْداً وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ " (آل عمران3-191) کہ صبح اٹھتے بیٹھتے کروٹوں کے بل خدا کو یاد کرتے ہیں۔ " وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " (آل عمران 3-191) اور زمیں وآسمان کی تخلیقات پہ غور کرتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک قصہ رہ گیا۔ ہم تسبیح کیلئے رہ گئے وہ غور وفکر کیلئے ہیں۔ بھئی جڑو گے تو کوئی دلیل خداوند پیدا ہوگی نا۔ وہ پروردگار یہ کہتا ہے۔ لِیَھْلِکَ مَنْ ھَلَکَ عَنْ بَیِّنَۃٍ وَ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَۃٍ (الانفال: آیت42) جو ہلاک ہوا، وہ دلیل سے ہلاک ہوا جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا "وَ اَنَّ اللّٰہَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ" (الانفال:42) اللہ نے یہ کیوں نہ کہا کہ اندھا دھند اعتقاد والے مراد کو پہنچ گئے، اندھے اعتقاد کو پہنچ گئے، وہ مراد پاگئے جو بے عقل تھے۔ خدا کو کہنا چاہیے تھا جس کو میراث اور وراثت میں دین ملا وہ کامیاب ہوا لیکن خدا نے یہ نہیں کہا فرمایا اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ (الانفال: آیت22) میرے نزدیک انسانوں میں بدترین جانور وہ ہیں جو میری آیات پر بغیر غور وفکر کے عمل کرتے ہیں، غور وخوض نہیں کرتے۔ سوچتے نہیں اب میں کیا کرسکتا ہوں، اگر مجھے قرآن کی وضاحت ہاکنز دے رہا ہے۔ آئن سٹائن دے رہا ہے۔ واٹسن دے رہا تو میں کیا کیا وضاحت کرسکتا ہوں۔ قرآن مغرب دے رہا ہے مگر مغرب کے نصیب میں قرآن نہیں ہے۔ آپ کے پاس ایمان کی رتی ہوسکتی ہے آپ کے پاس وضاحت نہیں ہے۔ بحران ہر سمت ہے، مشرق ومغرب میں بحران ہے۔ وہ خدا کے بغیر بحران میں مبتلا ہیں، ہم

خدا لے کے بحران میں مبتلا ہیں۔

خواتین وحضرات! اعتدال علم، غور وفکر، سوچنا اور سمجھنا انسان کی شناخت ہے۔ جب اللہ نے عقل کو پیدا کیا تو کہا مجھے ذرا چل کے دکھا پھر عقل آگے بڑھی، پیچھے ہٹی، خدا نے کہا تو مجھے اچھی لگی، تیرے جیسی کوئی چیز میں نے پیدا نہیں کی پھر اسے انسان کو دے دیا پھر وہ بیچاری تب سے رسوا اور ذلیل ہے۔ عقل سے عاری لوگ خدا کے ناپسندیدہ ہیں اور خوف ان کے مذہب کا مرض ہے۔خوف مذہب کے لیے انس اور محبت کو پیدا نہیں ہونے دیتا جب عقل کم ہوتی ہے اور جب علمائے اسلام اس بہتر سمت کو نہ دیکھیں، ان آیات کے مطالعے کو لوگوں کے لیے عیاں نہ کریں اور یہ historical ہے کہ جب برہمن اس ہندوانہ معاشرے میں کھشتری سے جنگ ہارنے لگا تو اس کو بڑا افسوس ہوا کہ ہم تو عاقل و بالغ تھے ہم تو دانشور تھے لیکن کھشتری فوجی آکے ہم سے اقتدار چھین کے لے گئے تو بڑی مثل مشہور ہے کہ جب چندر گپت موریا کے زمانے میں اپنے وقت کا عظیم دانشور کوٹیلیا جو بادشاہ کو مشورے دیا کرتا تھا تو اس نے بادشاہ کے لیے ایک مکمل جاسوسی کا ایک نظام مرتب کیا اور اس کو بتایا کہ یہ بادشاہت کا طریقہ ہے کہ کسی انسان سے بھی جاسوسوں کی نظر نہ ہٹاؤ تو بادشاہ نے تنہائی میں سوچا کہ یہ چالاک آدمی ہے، اتنا دانشور ہے کہ مجھے اتنا قیمتی مشورہ دے رہا ہے تو اس نے ایک اور خفیہ نظام ترتیب دیا تو مثل مشہور ہے کہ کوٹیلیا نے چندر گپت موریا کو خفیہ نظام سکھائے اور اس کے بدلے میں چندر گپت موریا نے ایک سیکرٹ سروس پوری کوٹیلیا پہ لگا دی کہ اس کی مکاریوں سے بھی مجھے آگاہ ہونا چاہیے تو جب برہمن نے یہ دیکھا کہ کھشتری صرف فوجی طاقت کی وجہ سے مجھ پہ قابو پا گیا ہے تو پھر اس نے طریقہ سوچنا شروع کر دیا کیونکہ مذہبی تو تھے، تو اس نے سوچا کوئی ایسا طریقہ ہو کہ میں کھشتری کو کسی طریقے سے اپنے بس میں لاؤں تو خواتین و حضرات برصغیر کی تاریخ میں پہلی مرتبہ خوف کی ٹیکنالوجی استعمال ہوئی religious fear اور allure کی ٹیکنالوجی استعمال ہوئی allure ٹیکنالوجی اور allure کیا گیا اداسیوں کے رقص کے ساتھ آپ کوئی منظر اٹھا کے دیکھ لیں برصغیر کا کوئی منظر دیکھ لو آپ کالی کا ہو یا دُرگاہ کا یا شیوا کا ہو یا وشرو کا، کِھن شان کا ہو کوئی منظر دیکھ لو دو صورتیں آپ کو نظر آئیں گی ایک

Marfat.com

طرف میوزک گھنٹیاں بجتی ہوئی، سازرنگ بے اداسیوں کے رقص اور دوسری طرف چھوٹے چھوٹے تاریک خانوں میں نیم دھندلکوں میں، چراغوں کی روشنی میں زبانیں نکلی ہوئیں، دیوی دیوتا خون آشام دیویاں ہولناک بت طرز کے نئے اور یہ دوطریقے ایک سادہ دل راجپوت کو پھنسانے کے لیے برہمن نے استعمال کیے ایک طرف اس کولالچ دیا، فریب دنیا دیا، رقص وسرور دیا ،میوزک دیا اور دوسری طرف اس کے اعصاب پہ خوف بٹھا دیا وہ بیچارہ راجپوت جب گھر واپس آتا تھا تو اس کو ایلورنگ فلاسفی کم ہی نظر آتی تھی اس کو تو وہ کالی زبان نکلی ہوئی اور بارہ ہاتھوں کی کالی دیکھ کے وہ ساری رات کانپتا رہتا تھا۔ اس خوفناک ماحول میں نیچر لی اب اس کو ضرورت پڑی کہ خوف اور آسیب سے کیسے نجات پائے۔ لہٰذا مجبوراً اس نے برہمنوں کا سہارا لینا شروع کر دیا، برہمن جو فزیکل طاقت use کر بیٹھا تھا وہ دوبارہ اس مذہبی طاقت کے ذریعے کھشتریوں پہ غالب آ گیا خواتین وحضرات! بدقسمتی ہوئی، جب اسلام انڈیا میں آیا تو اسلام کے بارے میں ایک واضح بات تھی اور وہ انسائیکلوپیڈیا آف religion کا مصنف کہتا ہے کہ

There was such a geometrical precision about the oneness of God in Islam. that no methology was possible.

کہ اللہ کی واحدانیت اتنا کڑا احتساب تھا اور اسلام اتنی سخت ججمنٹ دے رہا تھا کہ علم الاصنام ممکن ہی نہیں ہوسکا، کوئی دوسرا بت پیدا ہی نہیں ہوسکا۔ اب ہندو مایوس ہو گیا، ہندو اس بات سے مایوس ہو گیا کہ اسلام میں میرے پاس واحدنیت کا کوئی توڑ نہیں تو اس نے علمائے اسلام کو دوسری ٹیکنالوجی ٹرانسفر کر دی خوف کی، دہشت کی، عذابِ قبر کی، سانپوں کی، وہ خواتین و مرد ہندوؤں سے لی ہوئی بڑی بڑی کتابیں لے کر پھرتے تھے جیسے قبر میں سانپ لیٹے ہوئے، فلاں جگہ یہ لیٹا ہوا ہے۔ عورتیں ان کو دیکھ کر کانپتی تھیں اور مدعا یہی تھا کہ اس خوف سے نجات حاصل کرنے کے لئے عوضانہ پیش کریں۔ تحفظات کا فلسفہ عمل پذیر ہوا۔ ہم سے تو کرسچین بہت بہتر تھے۔ ماشاء اللہ انہوں نے آسان ٹیکنیک نکال لی، وہ خوف و وحشت سے بچ نکلے۔ انہوں نے کہا کہ یسوع مسیح

Marfat.com

کے خون میں نہالیا، وہ پاک ہو گئے، انہوں نے بات ہی ختم کر دی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پیغمبر نے ہمارے گناہوں کا کفارہ دے دیا۔ لہذا اب ہمیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں، پروردگار نے اپنی جانب سے بندہ بھیج دیا اور اس نے پوری نسلِ انسانی کا ذمہ اپنے اوپر اٹھالیا اور پھر وہ قربان ہو گئے اور انسان کو گناہوں سے برات دیدی۔ ان کے لیے ایک easy escape قائم ہو گئی۔ دیکھیے ہمارا کیا حال ہے۔ ہمارے پاس امید والا ایمان نہیں رہا۔ ہمارے پاس خوف والا ایمان رہ گیا۔ آپ دیکھیے کہ ایک شخص صبح کو آپ کو تھری پیس میں ٹائی میں، پائپ لگائے آپ کو نظر آتا ہے تین مہینے کے بعد وہ پائنچے اونچے لمبی سی ڈاڑھی سر گھٹا ہوا۔ اب اس ماہیت پہ حیران رہ جائیں گے کہ خداوند کریم یہ کیا انقلاب آ گیا چلیے اور چھوڑ دیجیے ذرا دیکھیے خوف کا فلسفہ کیا کام کرتا ہے۔ مشہور کرکٹر کو تو آپ نے دیکھا ہو گا جناب سعید انور صاحب کو بھئی سعید انور میاں سوچنے کی بات ہے کوئی اس سے پوچھے کہ ساری زندگی تمہیں اسلام کا خیال نہ آیا، موصوف کی چھوٹی بچی فوت ہو گئی "قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" (البقرۃ: آیت 56) خدا اس بچی کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ حضرت ایک دم ہی اس گلٹ سائیکالوجی کے اسیر ہو گئے یعنی اتنا صدمہ پہنچا کہ اس صدمے میں موصوف مجنون ہو گئے۔ ایک دم سے ہی beyond average ڈاڑھی رکھ لی۔ beyond average تبلیغ میں نکل گئے۔ اس قسم کی ہیوی شفٹ کبھی بھی ذہنی صحت کی علامت نہیں ہوتی۔ آپ یہ کہہ سکتے ہو کہ ادھر بھی سعید انور extremist تھا۔ ادھر بھی سعید انور extremist ہے یعنی یہ رستہ ہو یا وہ رستہ ہو یہ اعتدال کے رستے نہیں اور ایمان اعتدال میں ہے۔ اگر پروردگار کو اعتدال سے آگے بڑھنا منظور ہوتا تو کبھی یہ بات نہ کہتے کہ "قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا" قتل کرو میرے لیے قتل کرو مگر زیادتی نہ کرو "ان اللہ لا یحب المعتدین" (البقرۃ: آیت 190) بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کے ساتھ نہیں ہے اب دیکھیے ادھر بھی اللہ میاں یہی کہتا ہے "قل یا عبادی الذین اسرفوا" (الزمر: آیت 53) بھئی میں نے reporduction کے لیے سیکس دی تھی۔ میں نے مال خرچنے کے لیے دیا تھا تم بخیل بن گئے تم بل گیٹ بن کے بیٹھ گئے۔ وہ بیچارہ بھی

خوفزدہ ہے خلق کے سامنے آنے سے تم قارون بن گئے۔ تم نے مال واسباب کی چابیاں گننی شروع کر دی۔ ایک صاحب مجھے ملے اور کہنے لگے میرے پاس سالانہ 21 کروڑ روپے کا منافع آتا ہے۔ جو پہلے آچکا ہے وہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر میں ساری زندگی میں کوئی کام نہ کروں اور اگر ایک دو کروڑ بھی ماہانہ خرچ کروں تو پھر بھی مجھے اگلے سو برس تک کمی نہیں ہے مگر پھر بھی میں کیوں پیسہ کمانے کے کوشش میں لگا رہتا ہوں۔ میں نے کہا بھئی بات تو بڑی Simple سی ہے کہ پیسہ پہلے ضرورت ہے، جب آپ ضرورت سے گزرتے ہو تو آسائش ہو جاتا ہے پھر کوئی چیز ادھر سے خریدیں مال واسباب اکٹھا کیا پھر جب آپ آسائشات سے گزرتے ہو تو پھر تعین ہو جاتا ہے کہ آپ کو قیمتی ترین اور اعلیٰ ترین چیزیں خریدنے کا شوق ہے، نوادرات خریدنے کا ایک جہاز بھی لے لیا موٹر بوٹس بھی لے لیں، آپ نے پورا بیڑا لے لیا مگر جب اتنا سارا پیسہ ہوگا تو یہ ساری چیزیں خریدنے کے بعد پھر بچ گئے اب آپ کو چیزوں کی ضرورت نہیں رہی۔ اب اگر پیسہ کمار ہے ہو تو صرف پیسے کے لیے کمار ہے ہو اب یہ پیسہ آپ کو ضرورت نہیں آسائش نہیں، تعیش نہیں۔ آپ کا پیسہ خدا ہے، اللہ ہے۔ اب اس کے حضور جانا اس کی زیارت کرنا اس کو دیکھنا صبح شام اس کی فکر کرنا یہ وہی انس ہے جو اللہ اپنے لیے چاہتا ہے۔ یہ وہی انس ہے جو پیسے کے لیے آپ کے لیے پیدا ہو گیا ہے۔ یہ وہی انس ہے جو اللہ نے ایمان کی پہلی شرط قرار دیا کہ اللہ کی خاطر محبت کرنا، اللہ کی خاطر دشمنی کرنا اب آپ کو پتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کثرت مال واسباب دیتا ہے مگر کثرت مال واسباب عثمانؓ کو دیتا ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ بہت بڑے سرمایہ دار تھے جب فوت ہوئے تو عجیب وغریب وصیت لکھی۔ اب دیکھیے نا مسلمان اللہ سے محبت کرنے والا جو سرمایہ دار ہے اس کی فطرت ہی عجیب ہوتی ہے۔ وصیت میں لکھ گئے کہ میرے اثاثے سے سب سے پہلے تمام بدری اصحاب کو ایک ایک لاکھ درہم دیا جائے، اس کے بعد میری اولاد کو اور دوسروں کو دیا جائے۔ یہ وہ سرمایہ دار ہے جو اللہ سے انس کرتا ہے اور اس صاحب کو خداوند کریم کی رضا حاصل ہے۔ خواتین وحضرات! میں آپ سے عرض کر رہا تھا بات سے بات نکل آتی ہے کہ خداوند کریم نے کہا کہ یہ آپ کی انسانی صفات ہی آپ کی خصوصیات ہیں۔ تھوڑا سا غصہ ضروری ہے تھوڑا سے جذبہ ضروری ہے، ممتا

Marfat.com

ضروری ہے، تھوڑی سی سیکس ضروری ہے مگر جب آپ ان کو بے جا خرچتے ہیں، میں نے آپ کو جائز کاموں کے لیے دی ہے۔ آپ نے اس کو بے جا خرچا تو خدا اس صلاحیت کو جس کا بے جا مصرف ہو اس کو اسراف کہتا ہے اور گناہ نہیں کہتا اسراف کہتا ہے۔

package which i gave to you for spending your life, in normal way, you see, you over did it. Your accessed you committed accesses.

یعنی تم معتدل نہیں رہے اس لیے فرمایا "قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ" (الزمر: آیت 53) تم نے بہت اسراف کیا بہت زنا کیے بہت غلطیاں کیں مگر سب سے بڑی غلطی نا کر بیٹھنا "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" (الزمر: آیت 53) میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ خواتین وحضرات ایمان کا فیصلہ بھی یہی ہوگا "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" اب آپ دیکھیے خدا نے ڈھیر سارے گناہ ایک طرف کر دیے، سارے گناہ ایک طرف کر دیے، اور سب سے بڑا گناہ یہ قرار دیا "لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ" کے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا "ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً" اللہ تمہارے تمام گناہ معاف کرتا ہے "انهٗ هو الغفور الرحیم" (الزمر: آیت 53) میرا تو کام بخشنا ہے میرا تو کام ہے تم عجیب مسلمان ہو، خطا کرتے ہو، گناہ کرتے ہو، اور رجوع نہیں کرتے ہو، مجھے اپنا سب سے زیادہ مرغوب ومحبوب کام نہیں کرنے دیتے ہو، میرا تو سب سے زیادہ مرغوب ومحبوب کام بخشنا ہے۔ تم کو کیا آپ نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں سنی (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد اصحاب تشریف فرما تھے ادب کا یہ عالم تھا کہ محدث لکھتے ہیں کہ اس طرح مودب تھے جیسے ان کے سروں پہ پرندے بیٹھے ہوں یعنی سرادب واحترام سے ہلاتے ہی نہیں تھے۔ بنو اسرائیل کے زاہدوں کی باتیں ہوئیں عبادت گزاروں کی باتیں ہو رہی تھیں تو ایک مسلمان صحابیؓ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم بھی پہلی قوموں کی طرح ہیں، تقویٰ اختیار کریں گے، عبادات کریں گے اور کبھی گناہ نہیں کریں گے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ جیسے تمازتِ آفتاب سے سرخ

Marfat.com

ہوتا ہے، ایسے سرخ ہوگیا فرمایا تم ایسی بات کرتے ہو تو خدا سخت ناراض ہوگا تمہیں صفحۂ زمین سے نیست و نابود کردے گا۔ اے متقیو! اے دعویٰ تقویٰ رکھنے والو! اگر تم گناہ نہ کرنے کا عزم کرو گے اور خدا کے سامنے اپنے تقوے لے کے جاؤ گے تو خدا تمہیں صفحہ زمین سے نیست و نابود کردے گا اور تمہاری جگہ ان لوگوں کو لائے گا کہ جو خدا پر اعتبار رکھیں، خطا کریں گے گناہ کریں گے اور اس سے توبہ کریں گے اور اللہ ان کو بخشنے میں زیادہ خوشی، حلاوت، محبت اور مسرت محسوس کرے گا۔ خواتین و حضرات! کیا اس سے محسوس نہیں ہوتا کہ گناہ اعصاب کو شل کرتا ہے، یہ ایک ایسی ناقص فلاسفی ہے جس کی وجہ سے آج کے ماحول میں ہیوی ڈپریشن جاری ہے جس کو دیکھو گناہ پر کف افسوس مل رہا ہے۔ کہاں کہاں گناہ ہے۔ رزق میں کمی ہوگئی اوبھئی رزق میں کمی ہوگئی تو اللہ کو کیوں نہیں کہتے۔ اللہ کو منبع اور ماخذ کیوں نہیں سمجھتے یہ کیوں نہیں کہتے "ان اللـه يبسط الرزق لمن يشـاء ويـقدر" کہ جس کو چاہے رزق عطا کرتا ہے جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے۔ اس کے بجائے حضرت کیا فرمائیں گے اور یہ فلاسفی آف گلٹ ہر مسلمان گھرانے میں موجود ہے۔ فرمائیں گے میرا خیال یہ ہے کہ فلاں مقبرے سے گزرتے ہوئے میں نے فلاں جگہ پیشاب کردیا تھا اس کی وجہ سے میرا رزق بند ہوگیا۔ فلاں درخت کے نیچے میں نے یہ کردیا تھا۔ مجھے لگتا ہے کہ ایک دفعہ میں نے ایک بوڑھے آدمی کو گالی دی تھی، اس کی وجہ سے میرا رزق بند ہے۔ آپ ہر جگہ گلٹ کو لے آتے ہو۔ ہر جگہ گلٹ آجاتا ہے یعنی رزق کی کمی اور کشادِ قلب کا ختم ہونا، اس کی بنیادی وجہ اسبابِ ظاہر میں نہیں ڈھونڈتے، اسبابِ غیاب میں نہیں ڈھونڈتے، آپ اللہ کی مرضی میں نہیں ڈھونڈتے ہو بلکہ آپ اس کو ایک گلٹ بنا لیتے ہو۔ you try to locate the reason اور reson اور کوئی بنتی نہیں۔ آپ کو کوئی جرم یاد آجائے گا، کوئی گناہ یاد آجائے گا آپ کو کوئی خطا یاد آجائے گی اور آپ آ کے کہو گے کہ مجھ سے خطا ہوگئی تھی۔ اس کے برعکس، آپ قرآن پہ یقین نہیں رکھتے۔ یہ سچا ایمان نہیں ہے۔ حضرت جنید بغدادا اور حضرت ابوالحارث دونوں اکھٹے بیٹھے تھے۔ ایک شخص سوال کرنے آیا کہا جنید توبہ کیا ہے۔ جنید نے کہا ابوالحارث جواب دینگے۔ حارث نے کہا توبہ یہ ہے کہ گناہ تجھے ہمیشہ یاد رہے۔ اس نے کہا جنیدؒ آپ توبہ کے بارے میں کیا کہتے ہو جنیدؒ

نے کہا توبہ یہ ہے کہ گناہ تجھے کبھی یاد نہ رہے۔

خواتین وحضرات! آپ دیکھتے ہو یہ بہت بڑے مسلمان آئمہ ہیں اور کیا الٹ بات ہے کہ ایک کہتا ہے کہ گناہ تجھے ہمیشہ یاد رہے اور ایک کہتا ہے کہ گناہ تجھے کبھی یاد نہ ہو۔ مگر خواتین و حضرات! علم کا فرق ہے جنید بہت بڑا عالم ہے۔ اس پائے کی ذہانت ہے کہ عبدالقادر جیلانیؒ اور عثمان ہجویریؒ جیسے جنیدؒ کی شاگردی میں تفاخر محسوس کرتے ہیں۔ وہ ایک ایسا intellectual ہے جو کہتا ہے کہ توبہ یہ ہے کہ اگر آپ گناہ کو یاد کرتے رہو گے تو تھوڑے عرصے کے بعد اس گناہ کے اثرات زائل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ وہ جو پہلا رونا ہے وہ دوہرا رونا نہیں ہوگا۔ تیسرے چوتھے دن آپ کے آنسو خشک ہو جائیں گے۔ پانچویں دن لذت گناہ توبہ کے ساتھ چلی آئے گی، ساتویں دن پھر وہی گناہ کرو گے۔ یہ توبہ نہیں ہے اگر ہے تو ناقص توبہ ہے۔ جو جنید نے کہا وہی اصلی توبہ ہے کہ تجھے گناہ یاد نہ رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو خدا سے کمٹ کر کہ میں نے آئندہ یہ بات نہ سوچنی ہے نہ کرنی ہے۔ یہ آپ کے غیر متوازی رستے ہیں parallel رستے نہیں چلیں گے بلکہ ایک رستہ مشرق کا ہے ایک مغرب کا ہے۔ آپ نے عہد کیا کہ اس سمت جاؤں گا نہیں۔ آپ نے اللہ سے توبہ کی کہ میں اس راہ گزر پہ کبھی سفر فرما نہیں ہونگا۔ میں کبھی سوچوں گا بھی نہیں۔ یہ اصل توبہ ہے۔ اگر گناہ یاد کرتے رہو گے تو لذت گناہ غالب آجائے گی اور پوری خطا کے مرتکب ہوں گے۔ خواتین وحضرات! ترکِ گناہ کا یہی طریقہ ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا توبہ آسان ہے۔ اور ترک گناہ مشکل ہے، اس لئے کہ یہ عادت ہے۔ کبھی کبھی گناہ عادت بن جاتا ہے۔ اور آپ خیر کے ارادے کی خواہش کے باوجود گناہ ترک نہیں کر سکتے۔ خواتین وحضرات! مختصراً میں آپ سے حضرت صدیق اکبرؓ کے قول مبارک پر یہ بات ختم کر رہا ہوں فرمایا ایمان بیم و رجا کے درمیان ہے۔ فرمایا جب میں اپنی خوبیوں پر نگاہ کرتا ہوں، جب اللہ کے وعدوں پہ نگاہ کرتا ہوں۔ جب بخشش اور کرم پہ نگاہ کرتا ہوں تو مجھے خیال آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جنت میں جو سب سے پہلا شخص ہوگا، وہ میں ہونگا اور جب اپنی کمی اعمال پہ نگاہ کرتا ہوں، جب میں اپنے اعمال پہ نگاہ کرتا ہوں، اپنی خطاؤں پہ نگاہ کرتا ہوں تو مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ

Marfat.com

شائد سب سے پہلے میں جہنم میں ڈالا جاؤ نگا تو اہل دل نے کہا کہ جو صدیق اکبرؓ کا ایمان ہے وہی افضل و بہتر ہے کہ بیم ورجا میں ہے مگر بیم ورجا کا اصل مطلب یہ ہے کہ انسان خدا کی راہ میں اپنے آپ سے کبھی مطمئن نہ ہو۔ خوف اپنی ذات میں ہو کہ میں اپنی کمی اور بیشی کے سبب خدا سے زیادہ دور جا رہا ہوں تو اس کے دل میں خدا کی محبت کا خوف ہو اور وہ کوشش یہ کرے کہ خدا کی محبت مجھ سے دور نہ ہو۔ اگر مومن کے دل میں کوئی خوف ہوتا ہے تو پروردگار عالم سے دوری کا خوف ہوتا ہے اور اگر اس کے دل میں اگر کوئی امید ہوتی ہے تو اللہ کی محبت اور آرزو کی امید ہوتی ہے اور ایمان ان دونوں کے بیچ میں ہے۔ ایمان guilt conscience میں نہیں ہے۔ ایمان Over expectation میں نہیں ہے بلکہ ایمان خدا سے ہر وقت امید رکھنے میں ہے، اپنے آپ سے ہر وقت نا امیدی کے عالم میں ہے۔

اللہ کی خشیت کا ہمہ گیر فلسفہ

سوال : اللہ سے ڈرنے کا حقیقی مطلب کیا ہے؟

جواب : خواتین و حضرات! سوال یہ ہے کہ اللہ نے پیغمبر بھیجے، حضورؑ نے خوشخبری بھی دی، گناہ کرنے پہ ڈرایا بھی، اگر انسان دانستہ گناہ کریگا تو اللہ کی طرف سے اس کی سزا بھی سنائی گئی ہے۔ آپ کے کہنے کے مطابق انسان گناہ کرنے کے لئے راغب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بتاتے ہیں کہ گناہ کرنے والے کو میں معاف کرونگا۔ اس پر ذرا صورتحال بتایئے خواتین و حضرات! میں نے آپ کو زیادہ تر یہ بتایا ہے کہ خدا کی محبت گناہ پہ غالب آتی ہے اور گناہ انسان کا ایک ذاتی عذر اور خوف بن جاتا ہے۔ اصل میں اتنی گناہ کی سزا نہیں جتنی عذر گناہ کی ہے۔ جب آپ justify کرنا شروع کر دیں عذر گناہ کو جب Basically ایک کمپیوٹر بھی ناقص ہے۔ جب انسان incomplete ہے۔ جب قرآن میں اللہ کہہ رہا ہے۔ "فلا تزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقیٰ" (النجم : آیت 32) کہ کبھی اپنے آپ کو متقی نہ کہو میں جانتا ہوں کہ تم کتنے متقی ہو تو انسان اگر اپنی ذات پہ گناہ گار اور ناقص کا گمان کرے تو جائز نہیں ہے۔ انسان اگر خدا سے یہ کہے

Marfat.com

اللہ کا یہ حق ہے بندے پر کہ بندہ اس کو واحد جانے، اسؑ کو مانے اور خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ Basically میں نے انسانوں سے جو صلہ طلب کرنا ہے وہ گناہ و ثواب کی صورت میں نہیں کرنا۔ اگر آپ نے گناہ کیئے ہیں تو آپ کے ہیں۔ اگر آپ نے ثواب کمایا ہے تو آپ کا ہے۔ اللہ کو یہ چیزیں نہیں پہنچتیں۔ اس کی جو سزائیں ہیں وہ شرع میں ہیں، معاشرے میں ہیں اور حضورؐ کی حدیث ہے کہ پھر ایک انسان نے ایک مسلمان نے گناہ کیا اگر اس کی سزا اسے دنیا پہ مل گئی تو اللہ نے اسے معاف کیا اور اگر اس کی پردہ پوشی کی گئی اور اللہ نے اسے چھپا لیا تو یہ پھر اللہ پہ ہے، اسے چھوڑے یا نہ چھوڑے۔ اس کا کوئی تعلق ہم خداوند کریم سے براہِ راست نہیں جوڑتے۔ اللہ میاں نے بار بار قرآن میں کہا ہے کہ بھئی تمہارے گناہ تمہارے لیے، جو کوئی اچھے اعمال کرے گا اس کے ثواب اس کے لئے، جو برے کام کرے گا، برے اعمال کا نتیجہ اس کے لئے پھر اللہ کو کیا چاہیے۔ اللہ کو تو وہی بات چاہیے جس کیلئے اس نے آپ کو پیدا کیا ہے۔ اس نے آپ کو ایک ذہنی برتری اور فوقیت بخشی۔ اس نے آپ کو ذہانت عالیہ بخشی۔ اس نے اشرف المخلوقات کا آپ کو تحفہ دیا۔ اس نے ملائکہ سے آپ کو بہتر چنا۔ ذہنی اعتبار سے ایک امانت عطا کی۔ ایسی امانت جس کو اللہ نے کسی اور کو عطا کرنا تھا مناسب نہ سمجھا۔ اب ظاہر ہے کہ خدا نے جو چیز آپ کو دی ہے اس کا کوئی کام بھی تو متعین کیا ہوگا۔ اس کا بھی تو کوئی صلہ اور طلب رکھے تو صلہ یہ رکھا۔ "واذ قال ربک للملائکة انی جاعل فی الارض خلیفة" (البقرۃ: آیت 30) کہ میں نے زمین و آسمان میں آپ کو معزز کرونگا۔ بلا زمین پہ رہا ہوں، مگر معزز آپ کو جنت میں بھی کرونگا اور دوسرا یہ کہا کہ دیکھو بھئی میں آپ کو صرف ایک کام کیلئے بھیج رہا ہوں۔ "ان ھدینا ہ السبیل اما شاکر و اما کفورا" کہ عقل و شعور صرف اس لئے بخش رہا ہوں کہ تم چاہو تو مجھے جانو اور مانو، چاہو تو میرا انکار کر دو۔ اب دیکھئے اب واضح بات ہے کہ اللہ کا کنسرن آپ کی اس mental capacity سے ہے۔ جس میں آپ اللہ جانتے ہیں یا مانتے ہیں۔ یا نہیں جانتے یا نہیں مانتے۔ فرمایا "ما یفعل اللہ بعذابکم" (النساء: آیت 147) مجھے کیا پڑی ہے تمہیں عذاب کروں، دیکھیں نا انداز اللہ کا کہ مجھے کیا پڑی ہے اے بندگان خدا اے میرے بندو! مجھے کیا

Marfat.com

پڑی ہے کہ تمھیں عذاب کروں۔ "ان شکرتم و انتم" اگر تم مجھے ماننے والے ہو اور مجھ پہ ایمان رکھتے ہو تو مجھے کیا پڑی ہے کہ تمھیں عذاب کروں۔ باقی جو آیات قرآن حکیم ہیں۔ عذاب و ثواب کی اگر آپ غور کریں تو ان کو شفٹ کر کے احادیث میں Clarify کر دیا گیا ہے اور سب سے مشہور حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے۔ اس نوعیت کی کم از کم پندرہ احادیث صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ اس موضوع پہ تواتر کے ساتھ احادیث مسلم اور صحیح بخاری میں ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا ارشاد ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس نے دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا اس کو دوزخ کی آگ نہیں جلاتی اور ابو ہریرہؓ نے سوال کیا حضرت ابوذر کی حدیث میں مزید اس پہ سوال کیے۔ چاہے اس نے زنا کیا ہو، چوری کی ہو، فرمایا چاہے زنا کیا ہو، چوری کی ہو، پھر ابوذرؓ نے سوال کیا تعجب میں، چاہے زنا کیا ہو، چاہے چوری کی ہو۔ فرمایا چاہے زنا کیا ہو چاہے چوری کی۔

مگر آپ جب بھی گناہ commit کرینگے وہ شراکت میں ہوگا۔ وہ معاشرے میں ہوگا۔ وہ ایک معاشرتی قانون جیسے آپ شریعہ کہتے ہیں تو شریعہ دراصل سیف ایریا کے وہ قوانین ہیں جو اللہ نے ایک معتدل اور ایک مضبوط سوسائٹی کیلئے دیئے ہیں۔ اگر آپ خطا کرو گے اور اسلامی معاشرہ ہوگا اور اس پہ شہادتیں موجود ہونگی تو آپ کو سزا ملے گی اور جس کو سزا مل گئی پھر وہ خدا کی طرف سے معصوم ہے اللہ کی طرف سے اس پہ کوئی عذر نہیں رہا مگر جس کو سزا نہیں ملی اور خدا نے اس کی پردہ پوشی فرمائی۔ تو پھر یہ اللہ پہ ہے کہ اسے سزا دے یا جزا دے۔ As such جو conduct قرآن میں درج ہے وہ ایک اسلامی معاشرے میں ایک صحتمند معاشرے کیلئے وہ قوانین ہیں جن کو ہر معاشرہ اپنے لئے تخلیق کرتا ہے وہ امریکن معاشرے میں بھی ہیں، وہ برٹش معاشرے میں بھی ہیں، وہ انٹرنیشنل معاشرے میں بھی ہیں معمولی بات ہے کہ اللہ نے قتل کی سزا قصاص رکھی۔ اگر یورپی معاشرے نے یہ سمجھا کہ یہ سزا بڑی ناقص ہے ہم قتل کی سزا معطل کیئے دیتے ہیں۔ تو آپ کر لو چلو یہ تو بڑی بہتر بات ہے کہ اگر انسان معاشرے کو ایسا قانون دے جائے کہ قتل کی سزا کے بغیر مجرم ٹھیک ہو جائے تو بہت بہتر ہم بھی آپ کی بات مان لیں گے مگر اس قانون

Marfat.com

کی کامیابی شرط ہے۔ تو پھر انہوں نے بارہ چودہ سال قانون لگائے رکھا۔ کہ ہم نے قتل کی سزا قصاص نہیں لیں گے۔ قتل نہیں کریں گے۔ ماریں گے نہیں مگر بارہ چودہ سال کے بعد قید مئیر جولیانی صاحب نے دوبارہ ڈیتھ پینلٹی عائد کر دی تو خواتین و حضرات! دیکھنا یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے قوانین کی پائیداری کے خلاف اگر کوئی شخص کوئی قانون پاس کرے گا اور معاشرہ اس کو جج کرے گا اور اگر وہ واقعتاً اچھے قوانین ہونگے تو پھر ہم کہہ سکیں گے۔ خدا کے قوانین پائیدار نہیں تھے۔ معاشرہ safe کرنے کیلئے اور یورپ کے قوانین زیادہ پائیدار تھے۔ چونکہ ہر معاشرہ اپنے تحفظات تخلیق کرتا ہے۔ قوانین بناتا ہے اسلئے اسلام نے بھی ایک معاشرہ تخلیق کیا اسلام نے بھی معاشرے کی تخلیق میں چند ایک حدود نافذ کیں۔ وہ حدود معاشرے کی سیفٹی کیلئے ہیں اس کے تحفظ کیلئے ہیں، اس لئے اگر وہ سزائیں سنائی گئی ہیں تو قانون ہے، کوڈ ہے اور اس سے انحراف معاشرے کو ممکن نہیں مگر ہم بات کر رہے ہیں اس ذہنی سطح کی جہاں انسان اللہ سے کیمٹ کرتا ہے پھر اپنے وہ گناہ کر ہی نہیں سکتا اس کے دل میں اگر اللہ کی محبت زیادہ ہے تو وہ گناہ کرنے سے اجتناب کرے گا۔ اسے خدا کی محبت اور انس ہی اس گناہ سے روکے گی اور بالفرض محال اس نے گناہ کمٹ بھی کر لیا تو اس کی توبہ کی رینج بڑی مختصر ہو گی۔ اور وہ بڑی شدت سے خدا کو پلٹ آئیگا اور اس کے انس کی خاطر میں نے آپ سے پہلے کہا کہ محبت کرنے والے اس لئے گناہ نہیں کرتے کہ وہ خدا سے انس رکھتے ہیں۔ انکو پتا ہے کہ گناہ خدا سے دوری ہے۔ یہ بدصورتی ہے اور اللہ جمیل ہے اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ (مسلم۔ مسند احمد ترمذی) اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے اور گناہ اسراف بھی ہے بدصورتی بھی ہے تو کوئی شخص جو خدا کے قریب جانا چاہتا ہے اپنے آپ کو بدصورت نہیں رکھ سکتا۔

اللہ کے خوف کی معنوی پرتیں!

سوال:۔ اللہ کا خوف کیا ہے اور اللہ سے ڈرنے کا حقیقی مطلب کیا ہے؟

جواب:۔ یہ بات میں نے آپ کو بتا ہی دی ہے کہ میرے نزدیک اللہ کا خوف یہ ہے کہ اہل ایمان

Marfat.com

اس بات سے ڈریں جوان کو اپنے اللہ سے دور کر دے۔ اس کے علاوہ خوف خدا کچھ بھی نہیں ہے، حضرات گرامی اگر رات کو ہمیں پتا چلے کہ تھانیدار صاحب نے ہمیں صبح تھانے میں بلایا ہے۔ تو رات بڑے کرب میں گزرے گی ہم بڑے پہلو بدلیں گے۔ بڑا خوف آئیگا ہم لوگ بہت ڈریں گے اگر آپ ایک تھانیدار کی طلبی کا خوف نہیں سہار سکتے تو مجھے علمائے دین بتائیں کہ خدا کا خوف کیسے سہار سکیں گے اگر آپ نے دنیا کے معمولی سے بندے ایک زور آور کا خوف ایک ایسے فوجی کا خوف نہیں سہار سکتے جس نے آپ پر بندوق تان رکھی ہو تو آپ خدا کا خوف کیسے سہار لیں گے۔ آپ کی ریڑھ کی ہڈی نہ چٹخ جائے آپ زندہ نہ رہ سکیں کبھی بھی نہ رہ سکیں دراصل یہ خوف خدا کی غلط interpretation ہے فرمایا رسول اللہ نے میں تم سب سے زیادہ اللہ کی خشیت رکھتا ہوں اور خدا کا خوف صرف ایک ہے۔ جب کہا اصحاب نے یا رسول اللہ آپ کے تو پچھلے اور اگلے سب گناہ معاف ہیں ہم تو بڑی عبادتیں کرتے ہیں تو حضور گرامی مرتبت کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ فرمایا میں تم سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور اس سے ڈرنے والا ہوں اور جو اللہ کو زیادہ جانتا ہے وہ علم والا ہوتا ہے۔ ''انما یخشی اللہ من عبادہ العلمآ'' اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے اس کے عالم ہوتے ہیں۔ اس کو جاننے والے ہوتے ہیں اور جاننے والے کو پتا ہے اللہ کس چیز سے ناراض ہوتا ہے۔ اسکو پتا ہے خدا حسین ہے، حسن کو پسند کرتا ہے، اس کو پتا ہے کہ گناہ بدصورتی ہے بدعملی ہے۔ اس کو پتا ہے کہ تلخ زبانی اللہ کو پسند نہیں۔ اس کو پتا ہے کہ حسن کلام اللہ کو پسند ہے۔ اس کو پتا ہے کہ بخل اللہ کو پسند نہیں لہٰذا جو عمومی لوگوں کے ثواب ہوتے ہیں وہ خصوصی لوگوں کے گناہ ہوتے ہیں جیسے آپ سمجھتے ہو کیا بات ہے پیغمبر بیچارے نے کیا کر لیا تھا۔ صرف ایک ہی بات اللہ سے کہی تھی نا، یونس بن متی نے کہا اتنا بڑا گناہ، وہ گناہ تھا کوئی، انہوں نے مختصر سی بات کی تھی کہ اللہ تو نے مجھ سے قوم کے عذاب کا وعدہ کیا تھا اور تو نے عذاب ان پہ نہیں کیا، میں بڑا شرمندہ ہو۔ اب یہ کوئی گناہ کی بات ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا نہیں بعض لوگوں کی جو زیادہ ذہین تر اور زیادہ عالم ہوتے ہیں انکی خطا وہ نہیں ہوتی جو عمومی ہوتی ہے تو جتنا ذہن نفیس تر ہوتا ہے اس کا احساس گناہ بھی نفیس تر ہوتا ہے جتنی نگاہ تیز ہوگی، اشرافیہ میں سے ہوگا۔ اتنا بدصورتی کا

Marfat.com

احساس بڑھ جاتا ہے۔اور ہر سطح پر خدا کا خوف یہ ہے کہ آپ وہ کام نہ کرو جس سے خدا کی ہمسائیگی سے دور ہو جاؤ اس کے علاوہ کوئی خوف خدا نہیں ہے۔

Marfat.com

خطاب اکیڈمی ادبیات

خواتین وحضرات! بڑی مدتوں کی بات ہے کہ میں نے اپنے اندرایک عجیب سی آرزو پائی اور وہ مجھے غیرسی لگی۔ اس کا وجود مجھے اجنبیت کا احساس دلاتا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب نارمل تعلیمی ادوار سے گزرتے ہوئے، میں یہ خیال کرر ہا تھا کہ میں نے جو علم کے معاملات میں تکمیل کی آرزو کی یا میں نے جو تحقیق وجستجو کا دامن تھاما تھا، میری مراداس سے پوری ہوگئی، مگر بدقسمتی یہ ہوئی کہ جوں جوں میں علم وآگہی کی طرف بڑھتا رہا، مجھے زیادہ کرب، زیادہ بےچینی، زیادہ انتشار سے وابستگی رہی اور میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ علم اگر امن ہے، سکون ہے۔ اور بغیر علم انسان اگر منتشر ہے تو کیا وجہ ہے کہ دورِ حاضر کے قریب قریب ان تمام علوم کی تحصیل کے بعد جو کسی شناخت کے لئے ضروری ہوتے ہیں، میرے سینے میں یہ بےچینی اور یہ کرب موجود رہا اور میں طاقتور انسان بھی نہ تھا نہ میں ان مرشدانِ گرامی کے طرزِ فکر کی پیروی کر سکتا تھا جنہوں نے برصغیر میں اپنے تقویٰ، طہارت اور ریاضت کی عجیب وغریب داستانیں چھوڑی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے اپنے سرکش نفوش، تمرّ دانا کو اس بیدردی سے کچلا جو کم ازکم میرے لئے ممکن نہ تھا۔ میں اس آرزو کو بڑی عجیب سی نظروں سے دیکھتا رہا جو ایک نوجوان کی حیثیت سے میرے سینے میں پیدا ہوگئی تھی اور یہ آرزو یہ تھی کہ کیا اس جستجو کے آگے بھی کوئی منزلِ فکر ہے جہاں انسان کو سکون وثبات نصیب ہو سکتا ہے۔ میں بھی لوگوں کی طرح اس زمانے کا شکار تھا جس میں کم از کم پانچ سکولز آف تھاٹ ایسے پیدا ہو گے تھے جو تمام کے تمام تشکیک وشبہات کو جارہے تھے اور کم ازکم میرا پرانا Dogmatic faith ان کی ضرب نہیں سہار سکتا تھا۔ میں بڑی کوششوں کے بعد یہ سمجھ رہا تھا کہ جو مذہب میرے پاس ہے جو خیال میرے پاس ہے اور جو ترتیب ذہن وقلب میں مذہبی طور پہ

لے کر آیا ہوں، وہ اس انکوائری کا سامنا نہیں کر سکتی اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ میری مذہبی انڈرسٹینڈنگ میں وہ Instruments ہی نہیں تھے، وہ آلات ہی نہیں تھے، وہ ذہنی کاریگری ہی نہیں تھی جو اس ذہن کا جواب دے سکے جو یورپ اُس وقت ہم پر اعتراض کرتا رہا تھا۔ ان میں logical Postivist تھے۔ ان میں جدلیاتی مارکسزم تھی، ان میں ایسے ایسے لوگ تھے، جیسے انتھروپالوجسٹ بھی جب بیان دینے لگتا تو خدا کے خلاف ہی دے جاتا اور یہ تشکیک کا ایسا صحرا تھا کہ جس میں یقین کی شبنم کے ایک دو قطرے بھی نصیب نہیں ہوتے تھے۔ اس بحران میں دو چیزیں ایسی ہیں جو میں نے از خود سوچیں، ایک تو جب میں اپنے معاشرے، پس منظر، زندگی اور ماحول پہ نگاہ ڈالتا تھا تو مجھے ان اعتراضات میں صداقت نظر آئی تھی اور اپنے لوگوں میں بہت سارا جھوٹ نظر آتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ خاندان میں فیملیز میں ہماری معاشرت میں سوائے منافقت، جھوٹ کے اور کچھ نہیں اور میں یہ ری ایکشن کے طور پہ نہیں کہ رہا۔ میں سوچ رہا تھا کہ میرا باپ کتنا سچ بولتا ہے۔ بدقسمتی سے ایک ایسا معیارِ تنقید مجھ میں پیدا ہو گیا تھا کہ جس کے تحت میں یہ سوچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ قول و فعل نہیں بلکہ قول و فکر کے تضادات کتنے پائے جاتے ہیں۔ جب میں اپنی فیملی سے آگے بڑھ کر دوسرے لوگوں، معاشرے، ادیبوں اور ان Highest values کے علمبردار لوگوں کو دیکھتا تو مجھ پہ ایک عجیب سا انکشاف ہوتا کہ ہر آدمی کسی گہری آگ کی خندق میں ہے۔ اور ہر آدمی بظاہر کتنا بھی نجیب الطرفین ہو۔ دراصل سینے میں منافقت کی اتھاہ گہرائیاں لیے بیٹھا تھا۔ یہ تنقید نہیں تھی بلکہ یہ دکھ اور درد تھا جس سے میرا مذہبی تشخص مجروح ہو رہا تھا۔ میں اسلام اور مسلمان کو سمجھ رہا تھا۔ مومن کو سمجھنے کی کبھی نوبت نہیں آئی تھی۔ میں تو Simple جدلیات کا عرفان حاصل کر رہا تھا اور میرے نزدیک لا الہ الا اللہ کا مطلب ہی یہی بنتا تھا کہ وہ بے شمار خدا اور بت جو اللہ تک پہنچنے میں حائل ہیں میں ان کو سمجھوں۔ جب میں انکو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا تو مجھے یہ شدت سے احساس ہوا کہ میرے اردگرد کوئی اس قسم کا کوئی ایک شخص بھی نہیں پایا جاتا کہ جس سے جا کے میں یہ کہ سکوں کہ اے بندہ خدا مجھے عرفان ذات خداوند کا یاک لمحہ چاہیے، لہٰذا تو نوازش کر اور میرے دل پہ نگاہ کرم فرما۔ مجھے کوئی ایسی نظر مل جائے جو میری کائنات بدل

Marfat.com

دے۔ایسا کبھی بھی نہیں ہوا، وہ تمام رومانوی افسانے جو میں نے اپنے اولیائے اللہ تعالیٰ العزیز کے بارے میں پڑھے تھے نہ صرف یہاں بلکہ مغرب میں کہیں سینٹ فرانسیس آف اسیسی بولتا ہو نظر آتا ہے اور کہیں کسی صوفی کی تاریخ غلط ہو رہی ہے۔ اور کہیں کوئی جو واقعہ کوٹ کر رہا ہے، وہ غلط ہے۔کوئی کہہ رہا ہے کہ غزالی حدیث غلط کوٹ کرتا ہے۔یہ سارے واقعات مل جل کر مجھے ایک پرابلم دے رہے تھے کہ

Is God there? Is it true. Somewhere a high scepticism in my heart was convincing me.

صرف ایک مسئلہ میرے آڑے تھا اور وہ مسئلہ یہ تھا کہ کسی بھی اپوزیشن کے ساتھ انصاف کیئے بغیر اسے Reject کر دینا بہت بڑی حماقت ہوتی ہے۔اگر آپ خدا کو چاہتے ہو تو جیسے ابھی تھوڑی سی گفتگو ہوئی تو ایک صاحب نے بڑی معقول بات کی کہ میں نے پہلے استدعا کی تھی کہ میں تعریف و توصیف سننے کے لئے نہیں آتا یا میں محض ایسی تنقید بھی نہیں سننے آر ہا جس میں کوئی وزن نہ ہو۔ مجھے ان لوگوں سے علم سیکھنا ہے جو مجھ پہ سوال کریں گے۔اور اگر ان کا دل چاہا اور میری بات میں انہیں کچھ وزن نظر آیا تو ہم اور ان لوگوں کے درمیان یہ تحصیل علم کا ایک دروازہ ہے۔میں ان سے سیکھوں اور وہ مجھ سے سیکھیں گے۔اس لیے میں نے سوال و جواب کی شرط عائد کی تھی کہ اگر ایسا کوئی مرحلہ ہے تو میں ضرور جاؤں گا۔

خواتین و حضرات! مجھے جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش آیا وہ یہ تھا کہ میں آزاد ہوں یا غلام ہوں۔ مجھے یورپ کی فکر جو تشکیک، حریت اور شخصی آزادی عطا کر رہی تھی اس کا مقابلہ بھلا پندرھویں صدی کا ٹھاٹ پراسس کیسے کر سکتا ہے۔اللہ کا وہ تصور جو کبھی Judaism یا کبھی کرسچین فلاسفی میں ابھرتا تھا وہ تمام فلاسفیز نہ صرف ناقص ہیں بلکہ جابجا انسانی Guilt کے مظاہرات کی Compensation ہے۔ اس کے علاوہ مذہب میں کچھ نہیں رہا تھا۔اور میں اپنے لئے اسلام میں بالکل Interested نہیں تھا۔اسلام مطلوب نظر ہی نہیں تھا۔مگر اللہ میری طلب ضرور تھا۔ جب بھی میرے دل میں اللہ کی طلب اٹھی تو میں نے اسے غریب الدیار پایا

Marfat.com

کیونکہ میرا وجود اور میری خواہش اس کی نفی کرتی تھی۔ ایک زور آور اور متمرد نفس جو تھا حاوی تھا اور وہ یہ چاہتا تھا۔ کہ اس قسم کا کوئی کمزور عقیدہ جس کے لئے عصر حاضر میں کوئی دلیل مرتب نہ ہو سکے۔ بغیر سوچے سمجھے ہرگز قبول نہیں کرنا چاہیے۔

And then i decided to make, at least, one effort.

میری کوشش صرف اتنی تھی کہ خدا کو Reject کرنے سے پہلے خدا پر ایک مکمل ریسرچ کی جائے۔ اس سے پہلے کہ میں رسم ورواج کی ہوا میں اڑتے ہوئے زرد پتوں کی طرح ان تشکیک کے خیالات کی پیروی کروں۔ میرے دل نے چاہا کہ میں خدا کو ایک موقع دوں۔ میں اب تک خدا سے ایک موقع لے رہا ہوں مگر اُس وقت میں نے یہ چاہا تھا کہ میں خدا کو ایک موقع دوں۔ میں اس غریب کو جو اپنی ہی کائنات میں غربت نصیب ہے، اس کو جاننے سوچنے، پہچاننے اور سمجھنے کا ایک موقع تو دوں۔ وہ مجھ سے یہ توقع رکھتا ہے کہ میں بحیثیت انسان اسے عقل کی روشنی میں تلاش کروں۔ اور انسان خود کہتا ہے کہ میں بھی ڈیڑھ دو ارب سال سے دوسرے جانوروں کی طرح بستا رہا ہوں۔ کہاں Primates والا انسان جو ایک لمبوتری سی Skull لئے ہوئے درختوں پر اچھلتا پھرتا تھا اور اس کے پاس ہوش وحواس کا ایک لمحہ نہیں تھا۔ اور کہاں یہ انسان جو Sky-scraper پہ بیٹھا ہوا خود خدائی کے دعوے کر رہا ہے۔ اب بہت فرق پڑ گیا ہے۔ ڈیڑھ دو ارب سال میں تو انسان کو کچھ نہ ہوا مگر دس بارہ ہزار سال کے بعد ایک دم سے انسان نے بدلنا شروع کیا اور ہم شعور کی رمق کو پتھر کی طرح بار بار Ruin ہوتے دیکھتے ہیں۔ آبادیاں بنتی دیکھتے ہیں۔ پہلے مردوں پہ پھول چڑھائے جاتے ہیں۔ یعنی پہلی رسم ہی عبادت کی رسم ہے۔ مجھے اس چیز نے بڑا حیران کیا کہ جنگل سے نکلے ہوئے کسی انسان کو اگر پہلے ہی کسی چیز کا خیال آیا تو موت کا خیال آیا۔ پہلے ہی اگر کسی چیز کا خیال آیا تو قبر کا خیال آیا۔ پہلے ہی کسی چیز کا خیال آیا تو دعائیہ کلمات کا خیال ہے۔ پھول چڑھانے کا خیال آیا۔ اگر آپ عراق میں سے دریافت ہونیوالی ایک قدیم بچے کی نعش کو دیکھیں تو آپ کو حیرت ہوگی کہ نئی تہذیب کو بڑھتا ہوا یہ انسان دعائیہ کلمات

سے اپنا سفر شروع کر رہا ہے، عبادات سے شروع کر رہا ہے۔ ایسے لگتا ہے کہ اچانک اسے کوئی رہبر نصیب ہو گیا ہے۔ مگر عصر حاضر تک پہنچتے پہنچتے یہ رہبری کہاں کھو گئی اگر کوئی انسان دو بنیادی سوال نہیں سوچتا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ حق شعور ادا نہیں کرتا ہے۔ یہ ہم سب کو اپنے آپ سے پوچھنا ہے کہ ہم آزاد ہیں یا غلام ہیں۔ اگر خدا نہیں ہے تو ہم آزاد ہیں۔ میں ایک جبلی اقدار کا انسان ہوں۔ میں اپنی عقل کو شہوات دنیا کے لئے، شہوات ذات کے لئے استعمال کروں گا۔ میں اپنے عروج کے لیئے دوسروں کو استعمال کروں گا۔ میں مقاصد ذات کے لئے اس دنیا کو مسخر کروں گا اور اگر خدا ہے تو میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں ایسا اس لیے نہیں کر سکتا کہ پھر میں کسی ذات گرامی، کسی سسٹم یا کسی بزرگ و برتر ذات کو جواب دہ ہوں جس سے میری جان قبر تک نہیں چھوٹ سکتی اور قبر کے بعد بھی مجھ پر اس کا احتساب لاگو ہے۔ میں آپ کو ایک بات بتا دوں کہ میں عذاب قبر سے کبھی نہیں ڈرا میں فرشتوں سے کبھی نہیں ڈرا۔ جنات میرے لئے Meaningless ہیں۔ میں نے ان سے کبھی خوف نہیں کھایا اس لیے کہ وہ میرے لیے فضول سی مخلوق ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس دنیا کی تمام کی تمام مخلوقات اور آسیب ایک ذات کی وجہ سے متشخص ہیں۔ اگر وہ ذات نہیں ہے، اگر اللہ نہیں ہے تو ملائکہ کا ہے کے، قبر کا ہے کی، عذاب قبر کا ہے کا۔ دیکھو کفار مکہ کیا خوبصورت دلیل دیتے ہیں کہ بھلا جب ہم قبروں میں جائیں گے۔ ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی۔ پھر بھی ہمیں اٹھایا جائیگا تو عقل اور فراست یہی کہتی ہے کہ اگر کوئی اللہ نہیں ہے تو پھر بھی ہمیں اٹھایا جائے گا۔ اگر زندگی کی یہ تمام جدوجہد اور اس کا تمام سفر قبر تک اسی طرح ہے تو یہ یقینی بات ہے کہ ہم بلا خوف و خطر خدا کے بغیر اپنا سفر شروع بھی کر سکتے ہیں اور اسے انجام تک بھی لا سکتے ہیں۔ مگر اداسی کی بات یہ ہے کہ God is in between my liberties. میری آزادی اور میرے شعور کی گرفت میں اور میری اپنی مرضی کی زندگی گزارنے کے درمیان اگر کوئی ذات حائل ہے تو وہ اللہ کی ذات ہے۔ اس سے چھٹکارا حاصل کیے بغیر میری کوئی نجات نہیں ہے۔ یا میں اسے تسلیم کروں یا میں اسے رد کر دوں مگر تسلیم کرنیکا جو انداز ہم میں موجود ہے وہ انتہائی ناقص ہے۔ دور کیوں جایئے جس کو ہم تسلیم کر رہے ہیں۔ وہ اہل کفر کو ایک

Marfat.com

طعنہ دیتا ہے کہ اگر تم صاحب شعور ہوتے، اگر تم غور و فکر والے ہوتے تو تم کبھی اپنے آباؤ اجداد کے دین پہ قائم نہ رہتے۔ تم یقیناً مجھے مان لیتے۔

حضرات گرامی! مجھ کو اور آپ کو بھی یہی کام ملا۔ اگر ہم عقل و شعور استعمال کیے بغیر آباؤ اجداد کی میراث میں سے خدا کا تصور لیے بیٹھیں گے تو ہم اہل کفر سے بھی بدتر ہیں۔ اس لیے کہ ہم بھی غور و خوض کے بغیر کسی دلیل اور فکر کے بغیر ایک ایسے خدا کا تصور پالے ہوئے ہیں جو ڈرائنگ روم ڈیکوریشن کا باعث ہو سکتا ہے مگر اس کا حقیقی تصور کبھی ہمارے سینوں میں نہیں آ سکتا۔ کون سا خدا ہے، جسے جب چاہا جھوٹ کے لیے، قسم کے لیے استعمال کر لیا۔ یہ کون سا خدا ہے جو فراڈ اور دجل و فریب کے وقت کبھی ہمارے آڑے نہیں آتا۔ یہ کون سا خدا ہے کہ گناہ کی ہر کشمکش میں وہ مفرور ہو جاتا ہے اور جب ہم اپنی مرضی پوری کر لیتے ہیں تو پھر وہ دوبارہ ہمارے سامنے آ جاتا ہے اور ہم عذر پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں اور پھر ہم دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کو ماننے والے ہیں۔ یہ اس Faith کا نتیجہ ہے جسے ہم Blindly لیتے ہیں۔ کیا اللہ Blind faith کو تسلیم کرتا ہے۔ قطعاً نہیں! "اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ (الانفال:8-22) ذرا غور کیجئے گا یعنی میرے نزدیک بدترین جانور وہ ہیں جو میری آیات پہ اندھوں اور بہروں کی طرح گرتے ہیں اور جنہیں شعور حاصل نہیں ہے۔ یعنی انسان کو انسان نہیں کہا جو عقل و شعور استعمال نہیں کرتا وہ میرے نزدیک جانوروں سے زیادہ بدتر ہے۔ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ (الانفال:8-22) کہ جانوروں میں سے بدترین جانور وہ ہے جسے ہم انسان کہتے ہیں جو عقل و شعور کی نعمت رکھتے ہوئے بھی میرے بارے میں غور و فکر نہیں کرتا اور اندھا دھند ایک میراث لیے اٹھتا ہے اور میراث لیے ہوئے قبر میں جا سوتا ہے۔

خواتین و حضرات! اب سوال یہ ہے کہ! بہت سارے لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا کے لیے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ کون سا ایسا عصر ہے جس میں اللہ کے لیے دلیل موجود نہ ہو۔ کیا خدا کے لیے میں نے دلیل مہیا کرنی ہے۔ میرا تو ڈیٹا ہی اتنا نہیں ہے مگر مجھے یہ تو دیکھنا پڑے گا کہ جو

اللہ ہر زمانے میں موجود ہے جو دعویٰ موجودگی کرتا ہے۔ کیا اس نے ہر زمانے کے عرفان وادراک کے مطابق اپنے لیے کوئی ایسی مضبوط دلیل رکھی ہے جو رد نہیں ہو سکتی۔ کیا آج کے زمانے میں انسانی عقل اپنی سرمستی میں ڈوبی ہوئی ہے۔ یہ وہ سانپ کا زہر ہے جو انسان خود چاٹے جا رہا ہے۔ کیا آج کی عقل یہ دعوٰی نہیں کرتی کہ خدا کے لیے کوئی Positive argument آج کے زمانے میں موجود نہیں ہے۔ کیا لوگ یہ نہیں کہتے کہ رحمٰن ورحیم وکریم و جلیل یہ سارے پیاز کے چھلکے ہیں جب چھلکے اتارے جائیں تو وہ خالی رہ جائے۔

There is no doubt.

یہ تو آپ ہی کی Perception ہے۔ کہا وہ آج یہ نہیں کہتے کہ زمانہ اوّل میں جب انسان نے اپنے آپ کو قتل وغارت کرتے ہوئے دیکھا تو وہ ایک دوسرے کا قانون نہیں مان سکتے تھے۔ جب وہ ایک دوسرے کا قانون نہیں مان سکتے تھے تو انہوں نے سوچا کوئی ایسی غیر مرئی خوف کی طاقت پیدا کریں جس کے ڈر سے قبائل تھمے رہیں اور وہ جو سرسبز لہلہاتی ہوئی فصلوں میں کوئی سادہ دل دیہاتی نکلتا تھا تو اس کی سرسراہٹ کی آواز آسیب کی طرح لگتی تھی تو پتا نہیں کتنے اس نے دیوتا سرسراہٹ بنا ڈالے جس کو آپ پینتھی ازم بھی کہہ لیتے ہیں۔ اتنے سارے تصورات کے ہوتے ہوئے اور اتنی ساری Developments جو انسان نے جہالت سے علم کو آتے ہوئے کی ہیں اس میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انسان کے پاس خدا کو نہ ماننے کے لیے کوئی نہ کوئی عذر موجود رہا ہے۔ مگر خواتین وحضرات! خدا کی طرف سے بھی ہر زمانے میں کوئی ایسی دلیل موجود ہونی چاہیے تھی جو معجزہ یا خارق عادت ہے اور خارق عادت کا وجود کسی کم علم معاشرے میں دلیل کے طور پر ہی ہوتا ہے اور وہ دلیل یہ ہوتی ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا کے وجود پہ ہمیں یقین دلانے کے لیے ضروری ہے کہ اس سے پہلے کوئی ایسا کام کر کے دکھاؤ جو ہمارے نزدیک Impossible ہو اور اگر کسی پیغمبر کی ایک پھونک پانی کے گلاس کو دودھ کے گلاس میں بدل دے تو ظاہر ہے کہ اہل کفر کے لیے یہ امر محال ہے لیکن اگر یہ امر محال ممکن ہو سکتا ہے تو خدا بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہر معاشرے میں عقلی بلوغت اور Level کے مطابق انبیاء علیہ السلام اپنے دلائل لاتے رہے، جیسے

Marfat.com

حضرت ابراہیمؑ، جن کے زمانے میں تمام عقل والے عقل ابراہیمؑ سے لیتے ہیں۔ میں نے یہ سچ بات آپ سے کہی ہے۔ اس لیے کہ ان حضرت نے عقل وشعور کی بنیادی Instruments کا استعمال انسان کو سکھایا۔ انہوں نے میتھڈ بھی دیا۔ انہوں نے Inductive logic بھی استعمال کی۔ Deductive Logic بھی استعمال کی۔ جب ستارہ چڑھا، ابراہیمؑ نے کہا یہ میرا خدا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے! بہت سارے علماء اس جملے پر کہیں گے۔ ابراہیمؑ کا مطلب یہ نہیں تھا مگر

Moving from general to particular and moving from particular to general.

جب ستارہ چڑھا تو ابراہیمؑ نے کہا یہ میرا خدا ہے یعنی ایک ایک چیز کو خدا مان کر پھر اس کی صفات کا احاطہ کرنا شروع کیا مگر جب دیکھا کہ یہ تو زوال پذیر ہے، اس کی روشنی تو مدھم ہو جاتی ہے، یہ تو کہیں کھو جاتا ہے، کہیں نمودار ہوتا ہے، اس میں تو وہ پائیداری نہیں جو میں خدا کے تصور سے وابستہ کر سکتا ہوں۔ کہا "لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ" (الانعام:6-78) میں ڈوبنے والوں کو خدا نہیں سمجھتا۔ چاند چڑھا تو کہا، یہ تو بڑا روشن ہے۔ یہ تو بڑا منور ہے، یہ بڑا خوبصورت ہے۔ یہ ضرور خدا ہوگا۔ پھر وہی پراسس دہرایا، پھر سورج، شمس بازغہ کا طلوع ہوا تو کہا یہ تو واقعی جہانوں کا پالنے والا ہے یہ تو فصلیں پکاتا ہے۔ زندگی کو اجاگر کرتا ہے۔ ہمیں نور دیتا ہے مگر جب ایک چھوٹا سا بادل آ کے پورے سورج کی کارکردگی کو تباہ کر دے تو اس نے کہا یہ کیسے خدا ہو سکتا ہے مگر جب خود دلیل نمرود کو دی تو بڑی عجیب و غریب دی۔ دیکھئے ذرا ملاحظہ فرمایئے کے جب پیغمبر دلیل دے رہا ہے تو وہ نا قابل شکست ہے۔ جو دلیل اسے معاشرے سے مل رہی ہے وہ قابل شکست ہے۔ "رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ" (البقرة 2-258) اس نے کہا ٹھیک ہے دربار تک تو تیرا حکم چلتا ہے، ایک شخص کو تو نے پھانسی سے ہٹا لیا۔ ایک معصوم کو تو نے قتل کروا دیا۔ تو خدا ایسے ہی بنتا ہے مگر خدا اتنا لوکل تو نہیں ہوتا کہ ایک دربار تک قید ہو۔ اگر تُو واقعی خدا ہے تو "قَالَ اِبْرَاهِیْمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ" (البقرة:

Marfat.com

(258-2) ''میرا رب مشرق سے سورج طلوع کرتا ہے تو مغرب سے طلوع کر دے۔'' نا قابل شکست دلیل There was no way نمرود ایسا کر ہی نہیں سکتا تھا۔ کیا آج کے زمانے تک پہنچتے ہوئے کیا قرآنی Dialectics ختم ہو گئی ہیں، کیا خدا کریم نے یہ ''لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ'' (الانفال8-42) جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا"وَ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال:8-42) "جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا" ''اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ'' (الانفال:8-42) سننے اور جاننے والا پروردگار یہ کہتا ہے کہ جو ہلاک ہوا وہ دلیل سے ہلاک ہوا، جو زندہ ہوا وہ دلیل سے زندہ ہوا۔ اب ذرا آپ اپنی زندگیوں پر غور کر کے دیکھیں کہ آپ زندہ ہیں یا ہلاک ہیں۔ غور ہی نہیں کیا تو نہ زندگی ہے نہ ہلاکت ہے۔ آپ دیکھیں کتنا عجیب سا منظر ہے کہ جب پچھلے دنوں ایک یورپی سکول کے کچھ بچوں نے بڑے عجیب وغریب سوال کیے۔ ماں باپ کو کوئی جواب نہیں پتا تھا، بحیثیت فرد۔ چلو جی ادنیٰ سا ایک سپیشلسٹ بیٹھا ہے، اس کے پاس لے جائیں کیونکہ وہ سوال نہ صرف بچوں کو کنفیوز کر رہے ہیں بلکہ ماں باپ کو بھی کنفیوز کر رہے ہیں۔ کیوں آپ کو ان کے جواب نہیں آتے؟ آپ نے تو کبھی زندگی بھر غور ہی نہیں کیا۔ آپ نے تو کبھی وجود خداوند کی قربت اور ہمسائیگی کے لیے کبھی تردد نہیں فرمایا تو وہ کیسے آپ کے قریب آئے؟ اس کا تو اصول ہی بڑا سادہ اور خوبصورت ہے۔ کیا آپ سوچتے ہو؟ کس چیز سے مجھے محبت ہے۔ ہر چیز میں خوبصورتی کی طلب اور حسن کی فراوانی ڈھونڈنے والا صرف اس لیے خدا تک پہنچ گیا کہ خدا سب سے حسین ہے، آپ اپنی عقل کو اپنی اس پرکھ سے پہچانتے ہیں جو آپ نے اسے دی۔ آپ کی عقل بھی بالکل آسمانوں کی طرح سات پردوں میں قید ہے، تہہ بہ تہہ، درجہ بہ درجہ، مگر تمام کی تمام intellect کا مرکز سٹیٹس بنا ہوا ہے، آپ کی تمام ذہنی صلاحیتیں status کو جا رہی ہیں۔ آگے بڑھو پیسہ ہے۔ ساری ذہنی صلاحیتیں مال و اسباب کو جا رہی ہیں، ذرا اور آگے بڑھو تو سیاست ہے، وجاہت ہے، ہر چیز لکھی ہوئی ہے۔ علم کے صرف تین مقاصد ہیں ایک علم وہ ہے، جسے ہم facility of life کہتے ہیں وہ علم جو friction of society کو کم کرتا ہے، وہ علم جو آپ کو سہولت بخشتا ہے تا کہ آپ اتنے بڑے کمپیکٹ اور لامحالہ اتنی بڑی

Marfat.com

سوسائٹی میں ایک دوسرے کے انٹرسٹ قائم رکھیں جیسے آپ traffic laws میں دیکھتے ہیں۔

all these laws are made to lessen the friction of movement in society.

اس طرح علم سے کچھ بھی آپ سیکھ رہے ہیں، اس کا مطمع نظر ووکیشنل ہے، وہ علم جس سے روزگار ہے، وہ علم جس سے زندگی ہے، وہ علم جس سے نان نفقہ آپ کا چلتا ہے۔ علم کا ایک دوسرا مقصد علم برائے علم بھی ہوتا ہے۔ یہ ایک علیحدہ امیج! وہ لوگ جن کو تفاخر تھا سوفیسٹ کے سکول سے لے کر افلاطون، ارسطو، آگسٹین، ایکوئناس Saint Dynesius یہ لوگ عالمانہ شان سے گزرے، کیا ہم ان کی قدر اس لیے نہیں کرتے کہ وہ صاحب علم تھے، وہ دنیا کے اس کاروبار حیات کو اس تخلیقات کے پیٹرن کو اور آگے بڑھا گئے مگر جب علم کے پس منظر میں مابعد الطبیعات کا انکشاف نہ لکھا جائے گا، جب نفسیات سے بالائے نفسیات کی قدر نہ پہچانی جائیگی۔

(that is one of the reason some where back in time wrote Psychology if applied to others is a science if applied to one's ownself is Mysticism

اگر نفسیات کا مقصد خدا کی شناخت ہوتا تو آج نفسیات کے سارے ڈیپارٹمنٹ خدا شناسوں سے بھرے ہوتے مگر ایسا نہیں ہے نفسیات جس کو آپ روح النفس کہتے ہیں۔

Basiclly it is one of the most helpful knowledge in understanding of your basic instinct, and in understanding your basic self.

مگر یہ علوم اپنے مطمع نظر میں خدا کی شناخت نہیں رکھتے ان کا مقصد آپ کو خدا تک پہچانا نہیں ہوتا بلکہ basic self کو better self میں convert کرنا ہوتا ہے۔ تمام تر علوم نفسیات کا مقصد basic self سے better self کو جانا ہے اور اس کا مقصد ایک نارمل

Marfat.com

انسان کو، ایک ناکارہ انسان کو ایک ایسے انسان کو جو ایک سوشل یونٹ میں بے قاعدگی کا شکار ہوگیا ہے، اسے دوبارہ اسی زندگی کی توقع میں لانا اور اسی زندگی کے رنگ میں اسے پھینک دینا ہے۔ اس کا قطعاً مقصد خدا کی شناخت نہیں ہوتا، مگر ذرا اللہ کو دیکھیے وہ آپ سے کون سی سائیکالوجی طلب کرتا ہے، وہ تو یہ کہہ رہا ہے "وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى" (النازعات: آیت 40) کہ "اگر تم مجھے جاننا چاہتے ہو، مجھے پہچاننا چاہتے ہو تو پھر تمھیں اپنے نفس کی غرض وغائیت کو قطعاً ترک کرنا ہوگا کہ نفس کسی بھی حال میں میرا دوست نہیں ہے" سوال یہ ہے کہ کیوں نہیں ہے، آخر نفس ہی کو تو خدا نے، پکار کر کہا " یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ O ارْجِعِیْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً " (الفجر: 28-27) کہ "اے نفس مطمئن میں تجھ سے راضی تو مجھ سے راضی" میں، یہ رب کعبہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ خداوند کریم سب سے پہلا معلم ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑے معلم ہیں، یہ سلسلہ تعلیم کا ہے، اس میں کوئی جبر نہیں تھا۔ ذرا دیکھیے تو کتنا بڑا استاد ہے، خدا خود اذیت پسند نہیں آپ لوگوں کے انکار سے اپنے آپ کو خوشی دیتا ہے۔ لگتا تو ایسا ہی ہے

The God has power to change power, to demolish power, to destroy power, to construct power, to reconstruct power.

(Omnipotent-Omnipresent) ادھر دیکھو کہ پانچ ارب انسان اس کو (درخور اعتنا) ہی نہیں سمجھتے، روٹی وہ دے رہا ہے، کہتا ہے نہیں، پانی وہ دے رہا ہے، کہتا ہے نہیں، بیوی بچے وہ دے رہا ہے، کہتا ہے نہیں، یعنی انسان اتنے تمرد میں ہے کہ اس کی ہر خوبی کا انکار کیے جاتا ہے، جس کو دیکھو خدا کا گلہ، جس کو دیکھو وقت کا گلہ، جس کو دیکھو زمانے کی شکایت۔ لیکن اقبال کسی ترنگ میں کہہ گیا ہے کہ "نہ گلہ ہے دوستوں سے نہ شکایت زمانہ" ہر انسان کی زبان پر وقت کا، زمانے کا گلہ ہے مگر یہ بھی دیکھیے یہ جاتا کہاں ہے۔ ذرا سی شکایت اٹھی تعویذ ہو گئے، ذرا سا گلہ اٹھا سحر ہو گیا، ذرا سی بات ہوئی کسی نے جادو کر دیا اور خدا کیا کہتا ہے، کیا آپ مصائب میں

Marfat.com

اپنے بنیادی عقیدے اور بنیادی عقل و شعور کو بھی ترک کر دیتے ہو، کیا خدا اپنی پاورز Share کرتا ہے۔ جس نے پیغمبروں سے کوئی پاور شیئر نہیں کی، وہ ان گلی کوچے میں بیٹھے ہوئے نااہل جادوگروں کو اپنی پاور بانٹتا پھرتا ہوگا، تعویز دھاگے والوں کو پاور بانٹتا ہوگا کہ تم جا کے میری خلق پہ آسیب کرو، وہ کرو، یہ اجاڑو، یہ کرو خدا ایسا نہیں ہے۔ خدا نے بڑی خوبصورت بات کی ،اتنی خوبصورت آیت ہے کہ لگتا ہے لفظ ہی زبان سے نہیں جاتے " وَ اِنْ یَمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ وَاِنْ یَمْسَسْکَ بِخَیْرٍ فَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ O (الانعام : 6-17) یہ بات سن لو کہ "جسے اللہ ضرر سے چھو لے تو کائنات میں ایسی طاقت نہیں ہے جو یہ گرہ کھول سکے "(آیت)" اور جسے وہ خیر سے چھولے تو اس کی بات ہی کچھ اور ہے۔ وہ ہے ہی قدرت والا" اس کا اعلان سنو اور ذرا اس جاہل کا ایمان دیکھو جو اپنی ہر بلا کو، ہر مصیبت کو خدا کے بجائے کسی زمینی خدا کے حوالے کر دیتا ہے۔ حضور گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع والے دن فرمایا کہ "شیطان آج کے بعد اپنی عبادت سے مایوس ہو چکا ہے" اب وہ لات، عزا اور ہبل، پتھر کی صورت میں نہیں پوجا جا سکتا، اب وہ ہمارے لیے آسیب کی صورت ہے۔ اب وہ abstract زمانہ ہے۔ کیونکہ اب زمانہ ہی abstract art کا ہے، اب تمام خدا abstract ہو گئے ہیں، اب ہمارے تصور سے نئے نئے آسیب اور نئے نئے خدا گھڑ لیے۔ اتنا تنوع Greeks کی مائتھالوجی میں نہیں ہے جتنا آج کل چل رہا ہے۔ اس حوالے سے جس گلی، محلے اور بازار میں جاؤ تو شرمندگی ہوتی ہے۔ جب میں لوگوں کے یہ اعتقادات دیکھتا ہوں کہ خداوند کریم کہ یہ بندے خدا کے سوا ہر چیز کو خداوند کریم سمجھتے ہیں۔ بڑی مدت کی بات ہے جو میں آپ سے کہہ رہا تھا کہ میں اس دلیل کی تلاش میں اس سفر پہ نکلا کہ اے پروردگار تیرے پاس دور حاضر میں اپنے لیے بھی کوئی دلیل ہے میں نے ابھی آغاز میں ایک چھوٹی سی دعا پڑھی ہے

" رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا O" (الاسراء۔ آیت:80)

Marfat.com

کہ "اے پروردگار مجھے اپنے پاس سے ایسی دلیل غالب عطا فرما جس پر مشرق و مغرب کے مفکروں، ادیبوں، مفسروں اور دانشوروں کی دلیل غالب نہ آسکے۔ اتفاق سے جب میں نے قرآن دیکھا تو پہلی آیت سے ہی i was shocked میں نے

خواتین و حضرات! میں نے ایک طویل مدت کے بعد قرآن کھولا

Basically I was trained in objecting

کیونکہ میں ایک Subjective explanation کے لئے سرگرداں تھا۔ میری بنیاد ان فلاسفرز اور ریاضی دانوں پر تھی جو کسی کو بخشتے ہی نہیں ہیں، جو کیچڑ کے چھینٹے بھی اڑیں تو فارمولا دے دیتے ہیں۔ وہ کہاں اس طرف آتے کہ خدا کو بے دلیل کیسے مانیں، خدا کے لیے ثبوت کہاں سے لاؤ گے، کونسا ایسا ثبوت ہے جو تم خدا کے لیے لاؤ گے تو خواتین و حضرات جب میں نے قرآن حکیم کھولا تو مجھ پر خوف کا لرزہ طاری ہو گیا۔ میں سمجھا کہ ابھی خدا کی دلیل کی عمارت منہدم ہو گی، لکھا ہوا تھا "الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ" (البقرۃ:2-1) میں نے کہا سبحان اللہ میں اسے کیا سمجھوں، یہ تو وہ خدا ہے جو اتنا intoxicated ہے۔ truth کے ساتھ وہ اپنی سچائی میں اتنا ڈوبا ہوا ہے کہ پہلے قدم پر ہی مجھ جیسے متشکک اور فلسفی کو (پتا نہیں، میں اس وقت کیا کیا بنتا تھا) اس نے کہا، برخوردار آؤ تو سہی، پہنچو تو ہماری بارگاہ میں، یہ میری کتاب ہے، یہ میرا کلام ہے، تم کہتے ہو نا کہ اللہ کا کوئی ڈیٹا نہیں۔ یہ میرا ڈیٹا ہے۔ یہ میرے لفظ ہیں۔ لوگ کہتے ہیں خدا کا ڈیٹا نہیں ہے اور قرآن کہتا ہے کہ میں خدا کا ڈیٹا ہوں۔ ساڑھے تین سو صفحے کی کتاب جس کا ایک ایک لفظ اللہ کا ہے، حیرت کی بات ایک ایک لفظ۔ وہ اللہ جو کسی حد و حساب میں نہیں، جو infinity میں نہیں، جو beyond infinity بھی نہیں۔ وہ اس کائنات میں نہ اُس کائنات میں "دل کے آئینے میں ہے تصویر یار" کوئی ایسا اس نے کارنر سا رکھا ہوا ہے کہ خفیہ خفیہ آئے، خفیہ خفیہ گئے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ کسی صوفی کی interpretation اور صاحب علم کی interpretation میں کیا فرق ہوتا ہے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ جب ملکہ سبا کو خط گیا تو ملکہ سبا نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور کہا دیکھتے ہو یہ کیسے طریقے سے خط آیا ہے، یہ کوئی

بڑا زبردست بادشاہ ہے۔ مجھے بتاؤ کہ میں اس کا کیا کروں تو سب نے کہا اے ملکہ عالیہ ہم نے تیرے کہنے پہ بڑی جنگیں لڑی ہیں، ہم نے تنہا کچھ نہیں کیا۔ ہم نے کچھ اکھاڑ پچھاڑ نہیں کی، ہم شمشیرزن ہیں، بہادر ہیں، جرنیل ہیں۔ آپ حکم کریں ہم اس بادشاہ سے بھی ٹکرا جائیں گے۔ اس نے کہا نہیں۔ میں اتنی نادان نہیں ہوں جو بادشاہ میری خواب گاہ میں میرے تکیے کے تلے خط چھوڑ سکتا ہے وہ اتنا کمزور نہیں ہے کہ تم جیسے لوگوں سے شکست کھا جائے اور تمہیں پتا ہے کہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے امراء اور رؤسا کو ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں اور بستی کو اجاڑ کے ویران کر دیتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ جب تمہارے دل میں اللہ آئیگا تو تمہارے، آگے بڑے بڑے رئیس بیٹھے ہوئے ہیں، بڑے بڑے امراء بیٹھے ہوئے ہیں، بڑے بڑے سرکش اور متمرد انائیں بیٹھی ہیں، بڑی بڑی خاندانی وجاہتیں بیٹھی ہیں، اندر بڑی بڑی سرکاریں ہیں، تو خدا جب تمہارے دل میں جائے گا تو ان تمام آثارِ قدیمہ کو ملیامیٹ کر دیگا، جب تمہارا دل خالی ہوگا تو پھر آرام سے آ کے خود بیٹھ جائے گا۔ یہ فرق ہے mysticism اور ارتکاز کے تمام علوم میں۔

خواتین وحضرات! غور سے سنیے گا آپ نے تبت کے لاماؤں کے کرشمے تو سنے ہوں گے Hindu Yogi کتنے حیران کن حرکات کے مالک ہوتے ہیں۔ ہمارے اردگرد بہت پراسرار مناظر ہیں۔ بعض اوقات واقعات مختلف نتائج دیتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے سفر میں ایک امریکن ملا تو میں نے اس سے کہا کہ تم بڑے اداس اور غمزدہ ہو

and you have been failing with your wife.

اس نے بریک لگالی اور کہنے لگا؟ Man, how do you know میں نے کہا یار میں جس مسلک کا بندہ ہوں وہاں چھوٹی موٹی فراست تو مل ہی جاتی ہے، تو اس نے مجھے کہا کہ اس نے تین سال تک ٹمپل میں یوگا کیا ہے اور صرف اس ایک چیز یعنی اندر کی نگاہ کو پانے کے لیے ان کی خصوصی مشقیں کی ہیں لیکن میں تو حیران ہوں کہ مجھے کچھ بھی نہیں ملا تمہیں کہاں سے مل گیا؟ میں نے کہا، میں نے کوئی ابنارمل طریقہ استعمال نہیں کیا، میں نے صرف اخلاص کے معمولی سے ذرے

Marfat.com

کو جو ابتدائے حیات میں میرے نصیب میں تھا، اس کو تھوڑا سا use کیا ہے، اسی کے توسط سے خدا کو exploit کرتا رہا۔ اللہ میاں تو خوب جانتا ہے کہ میں تھوڑا سا تو اس کے ساتھ Sincere ہوں نا۔ مجھے زیب نہیں دیتا کہ متاع فقیر ضائع کروں۔ تجھے زیب نہیں دیتا کہ میری اس طلب کی توہین ہو۔ میں تیرے لیے تیری توجہ کا طالب ہوں اور میں ضرور تجھے مطلوب بنا کے چھوڑوں گا۔ خدا نے کبھی کسی طلب کو ضائع نہیں کیا۔ خدا نے کسی کے ذرۂ اخلاص کی توہین نہیں کی۔ ذرا خدا کا کرم دیکھو، اللہ کیا بات کرتا ہے، ذرا غور کرو کہ جس نے دل سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دیا۔ اللہ اس پہ نار دوزخ حرام کرے گا۔

خواتین و حضرات! کیوں حرام کر دی، میتھڈسٹ بے چارہ اس بات پر بڑا لڑے گا۔ میتھڈسٹ کو برا لگتا ہے۔ یہ کیا ہم ساری عمر نمازیں پڑھیں، ہم ساری عمر تقویٰ میں رہیں، روزے رکھ رکھ کے ہمارے بدن کی جھلیاں جھڑ جائیں اور یہ کیا کہ یہ مفت خورے جنت لے جائیں۔ تو خواتین و حضرات! اس کی دو وجوہات ہیں، جیسے پطرس بخاری نے کہا تھا کہ بھونکتے کتے کاٹا تو نہیں کرتے لیکن ان کا کیا پتا کہ کب بھونکنا بند کر دیں اور کاٹنا شروع کر دیں۔ تو خواتین و حضرات! transition کے کسی مرحلے میں آپ کسی شخص کو گناہ گار نہیں کہہ سکتے۔ میرا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہہ رہا ہے سکرات سے ایک لمحہ پیشتر بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ پھر کوئی مائی کا لال مجھے کیوں جنت سے محروم کرے گا۔ جب تک میں خود اپنے آپ کو محروم نہ کروں۔ مجھے اپنا باطن دیکھنا ہے کہ کیا نفاق کے علاوہ کہیں اپنے رب کریم کے لیے، کہیں ایک ذرہ اخلاص موجود ہے کہ نہیں ہے۔ جب پہلی دفعہ یہ حدیث اتری حضرت ابوھریرہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ نے اسے نقل کیا۔ کنوئیں میں منڈیر پہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے اور فرمایا جس نے دل سے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی گئی۔ تو ابو ھریرہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، ابوسعید خدریؓ نے فرمایا چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے گناہ ہی کر لیا ہو فرمایا چاہے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو۔ انسانوں کے لئے خوشخبری تھی۔ بقول امام جعفر صادقؒ کہ توبہ آسان ہے ترک گناہ مشکل ہے۔ بقول ان کے

Marfat.com

یہ ذرا مشکل کام ہے اور توبہ کرتے تھے روز توبہ ٹوٹتی تھی روز ایک مایوسی سے گزرتے تھے۔ سیدنا علی ابن عثمان ہجویری سے کسی نے پوچھا کہ اے مرشد گرامی فرمایئے کہ کیا کسی ولی اللہ سے بھی گناہ ہو سکتا ہے۔ فرمایا ہاں گناہ کبیرہ بھی ہو سکتا ہے اور ستر مرتبہ بھی ہو سکتا ہے، ستر مرتبہ آپ کو پتا ہے، عرب کثرت کے معنوں میں لیتے تھے مگر عذر گناہ بدتر از گناہ مگر خواتین و حضرات! تاسف تو اصلی ہونا چاہیے نا، چند دن پہلے مجھ سے جہلم میں کسی نے پوچھا تھا کہ توبہ کا کیا مقام ہے؟ میں نے کہا میں تو دو ہی باتیں جانتا ہوں کہ اولین institution جو تخلیق ہوا، وہ توبہ تھا۔ حضرت انسان نے سب سے پہلی چیز جو Commit کی وہ خطا ہے اور سب سے پہلا کرم جو اللہ نے کیا وہ توبہ کا قبول کرنا ہے۔ میں نے پہلی مرتبہ قرآن پاک کی آیات دیکھیں۔ "الٓـمّٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ" (البقرۃ:2-1) تو مجھے یہ احساس ہوا کہ خدا کہہ رہا ہے اے بندۂ خدا اندھا دھند، Blindly نہیں۔ اگر تیرے ذہن میں کوئی تجسس ہے، کوئی فکر ہے، کوئی شک ہے تو یہ میری کتاب ہے۔ اس میں سے اپنا شک نکال لے۔ اس میں شک نکال لے اپنا پھر اگر تو اس کتاب کو بلا شک و شبہ پڑھ تو پھر تجھے میرے تصور میں عذر نہیں ہوگا۔ اور خواتین و حضرات! بہت طویل بات ممکن نہیں دو چار باتیں آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ آپ دیکھیے گا پندرہ سو برس پہلے بظاہر جو آپ کو اوراق نظر آتے ہیں، خدا کی سچائی کی بہت لمبی داستان ہے اور خدا نے خود کہا کہ سارے درخت قلم ہو جائیں، سارے سمندر سیاہی ہو جائیں تو بھی صفات عالیہ پروردگار کو بیان نہیں کر سکتے۔ صرف دو باتیں ذرا غور کیجیے گا، اس عقل و فراست کو دعوت دیجیے گا۔ جو relativity اور کوانٹم پر تحقیق کرتے رہے ان کو دعوت دیجیے گا۔ جو کاسمالوجی کے آخری حروف پڑھ رہے ہیں اور پڑھا رہے ہیں۔ ان کو دعوت دیجیے گا۔ کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ دو آیات میں۔ ایک میں اللہ تعالیٰ حیاتیات کا اصول دے رہا ہے اور ایک کاسمیاتی اصول دے رہا ہے۔ کہہ رہا ہے "اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا" (الانبیاء: آیت 30) تم کیسے میرا انکار کر سکتے ہو تو دیکھیے ذرا، تم کیسے میرا انکار کر سکتے ہو۔ "اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقاً فَفَتَقْنٰھُمَا" (الانبیاء: آیت 30) تمہیں تو پتا ہی نہیں ہے یہ سب زمین و آسمان پہلے اکٹھے تھے۔ پھر ہم نے انہیں کاغذ کی طرح پھاڑ

Marfat.com

کے جدا کر دیا۔ عربی میں پھاڑنا اس کو کہتے ہیں۔ کاغذ کو جب بے ڈھنگے طریقے سے پھاڑتے ہیں تو جگہ جگہ سے گیپ پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ زمین و آسمان پہلے ایسے تھے۔

In the beginning all the universe was one mass then I tore them a part.

اور اسی آیت میں ہے۔("وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" (الانبیاء : آیت 30) اور میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔ آپ کو انکار کرنا ہے تو آغاز تو کیجئے نا۔ اگر نماز نہیں پڑھتے تو کوئی زبردستی نہیں ہے۔ اللہ کو مانیں گے تو نماز پڑھیں گے، روزے رکھیں گے۔ اللہ کو مانیں گے تو اس کی بات مانیں گے نا، جب اللہ کو تو نے مانا ہی نہیں تو کیسے یہ سارا کام کریں گے۔ مگر یہ تو کوئی ایسے حقائق نہیں ہیں، یہ تو وہ باتیں نہیں ہیں۔ ذرا غور تو کرو کہ " وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ" (النساء: آیت 128) تم گمان کرتے ہو کہ پہاڑ کھڑے ہیں۔ یہ پہاڑ کھڑے تو نہیں ہیں۔ یہ تو سرمئی بادلوں کی طرح اڑتے ہوئے زمین پہ تیر رہے ہیں۔ اس کے لئے آپ کو خلا میں جانا پڑے گا۔ تبھی آپ کو پہاڑ اڑتے ہوئے نظر آئیں گے ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ خداوند کریم کیا فرماتے ہیں۔ ان پہاڑوں کے بہت سارے مقاصد ہیں۔ یہ میں نے میخوں کی طرح زمین میں گاڑ دیئے ہیں تاکہ زمین ڈول نہ جائے۔ آپ ذرا تھوڑا سا غور کیجئے میخوں کی طرح گاڑنے سے مراد یہ ہے کہ میخ کا تھوڑا سا حصہ اوپر اور بڑا حصہ نیچے ہو تب زمین میں ٹھونکی جا سکتی ہے۔ آپ زمین کے اندر اس جگہ کو دیکھئے جس میں پہاڑ کھڑے ہوتے ہیں۔ 3.5 ڈینسٹی ہے اس میٹیریل کی جو زمین کے نیچے سمندر کی طرح تیر رہا ہے اور زمین کے اوپر جو پہاڑ کھڑے ہیں، ان کی 2.3 اور 2.7 Density ہے۔ یعنی اس میخ کی کتنی مضبوط Base ہے۔ زمین کے اندر گڑی ہوئی ہے اور جب پہاڑوں میں friction ہوتی ہے۔ جب یہ تیرتے ہوئے براعظم آپس میں ٹکراتے ہیں تو جو گرد و غبار بنتا ہے، اس سے پہاڑ بنتے ہیں۔ پتا نہیں کہ یہ کتنے بنے ہونگے۔ مگر خدا یہ کہتا ہے کہ اس نے زمین کے اندر انہیں گاڑ رکھا ہے۔ پندرہ سو برس پہلے بھلا کونسا نظریہ ہوگا۔ ہمیں تو پہاڑ زمین کے اوپر ہی نظر آتے ہیں۔ ایک نحیف سا

Marfat.com

faith اس بات کا گمان نہیں رکھتا۔ خواتین و حضرات! ایک ایک صفحے پہ اور خالی یہ سائنس نہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے آپ کے لئے اختلاف کی گنجائش کہاں چھوڑتا ہے۔ کہتا ہے میں نے انسان کو بڑی جبلتیں دیں، بڑی خصلتیں دین۔ مگر تمام جانداروں کو ایک جبلت دی ہے۔ "وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ" (النساء: آیت 128) ہم نے تمام جانوں کو بخل جان پہ جمع کیا۔ ہم نے تمام زندگی کو سب سے پہلے جو چیز دی ہے وہ Survival ہے۔ یہ Instinct ہم نے رکھی ہے۔ آپ کو پتا ہے شہید کیوں بڑا ہے۔ شہید اس لئے بڑا ہے کہ وہ اس Basic Instinct پہ فتح پالیتا ہے۔ وہ Instinct of Survival پر فتح لیتا ہے (آیت) اور کوئی شخص شہداء پہ غلبہ نہیں پا سکتا۔ اس لئے کے اس رب کریم نے یہ Instinct! "عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ" (الحشر: آیت) کہ عالم الغیب میں یہ Instinct رکھی ہے۔ سوائے اس شخص کے۔ "واللہ شکور حلیم O عالم الغیب والشھادۃ العزیز الحکیم O" جو اللہ کا شکر کرنے والا ہے۔ اور حلیم الطبع ہے۔ وہ کبھی بخیل نہیں ہوگا۔ کبھی Survival کے نیچے نہیں آئے گا۔ یہ خدا کی صفات عالیہ ہیں۔ اللہ نے چھوٹی سی بات سمجھائی کہ میاں جب انسان ایک دوسرے کو قتل کر رہا تھا، مار رہا تھا، بگاڑ رہا تھا۔ اپنے سوسائٹی کے تناسب سے جب زمانہ ختم ہو رہا تھا تو ہم نے ایک پیغمبر کو یہ کہہ کہ بھجوایا۔ "ولکم فی القصاص حیوٰۃ، یاولی الباب، لعلکم تتقون O" (البقرۃ: آیت 179) اہل عقل غور کرو تو ہم نے قصاص میں زندگی رکھی ہے۔ اگر تم ایک آدمی کے بدلے ایک قبیلہ اڑا دو گے۔ اگر ایک شخص کے بدلے ایک خاندان مار دو گے تو تم زندہ نہیں رہ سکو گے۔ تم ختم ہو جاؤ گے اور جب نسل انسان اس قتل و غارت پہ اتنی آمادہ ہو گئی کہ آبادیاں کم ہو گئیں اور بڑی بستیاں ویران ہو گئیں دیار اجڑ گئے اور چھتیں اوندھی ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر کو یہ قانون دے کر بھیجا اور اُس کے زمانے میں یہ قانون کتبوں پہ لکھا گیا۔ حضورؐ نے تو یہ کتبے نہیں دیکھے۔ اس زمانے میں تو کتبے دریافت ہی نہیں ہوئے تھے۔ ذرا قرآن اٹھا کے دیکھ لیجئے۔ "الحر بالحر والعبد بالعبد والانثیٰ بالانثیٰ" (البقرۃ: آیت 178) "آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت" "ان

Marfat.com

النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن" (المائدہ : آیت 45) ''بے شک جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت'' یعنی وہ قوانین جو قرآن نے آج سے پندرہ سو برس پہلے دیئے جب آثار قدیمہ نکلے تو وہی قوانین جگہ جگہ کتبات میں ملے، ایسے لگتا ہے آپ کہیں گے کہ قرآن نے اس کو کاپی کیا ہے۔ایک ایک لفظ وہی ہے جو اُن کتبات میں ہے اور دور کیوں جایئے، ملاحظہ فرمایئے ابھی کل کی بات ہے۔آپ نے سورہ سبا پڑھی ہوگی۔

<u>ہدہد بڑی (ہدہد ین خوشخبر از ملک) صبا می آید</u>

حضرت سلیمان کے لئے جب ہدہد خوشخبری لے کر آیا تو سلیمانؑ نے کہا تو نے کیا دیکھا ہے۔تجھے زندہ جلا دونگا بد بخت تو بڑی دیر کر کے آیا ہے۔انس بڑا تھا ہدہد سے تو ہدہد نے کہا حضرت بڑی خبر لایا ہوں۔میں نے ایک قوم کو دیکھا ہے جو سورج کی پرستش کرتی ہے۔حضرات گرامی! قرآن آپ کے پاس موجود ہے کہ ہدہد نے پہلا Sentence شاہ سلیمان سے یہ کہا کہ اے بادشاہ زمانہ میں نے ایک عجیب وغریب قوم کو دیکھا ہے جو سورج کی پرستش کرتی ہے۔ابھی دو چار ہفتے پہلے صبائیل کی آثار قدیمہ نکلی ہیں اور حیرت کی بات ہے جو پہلا ستون نکلا وہ سورج کی پرستش ہے۔ خواتین وحضرات! اگر آپ بڑے سائنٹفک ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ یہ تو کریڈٹ دیں گے کہ وہ اتنے بڑے آرکیالوجسٹ نہیں تھے، Historian نہیں تھے، وہ کوئی عجیب وغریب آلات نہیں رکھتے تھے کہ کاسالوجی ماپتے پھرتے اور ان کو پہلے سے بگ بینگ کا پتا ہو میں آپ کو ایک بڑی ضروری بات بتا تا چلوں کہ لوگ کہتے ہیں کہ سائنس ہر بات پہلے دریافت کرتی ہے اور بعد میں مذہب اس کو اپنا تا ہے۔سائنسدانوں کو اس بات کا زعم ہے اور وہ اسلام کو طعنے دیتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ لوگ کھینچ تان کے سائنس کی باتیں اختیار کر لیتے ہیں۔خواتین حضرات! قیامت ابھی آئی تو نہیں ابھی قیامت کا کوئی طریقہ کار طے تو نہیں ہوا لیکن اللہ کیا کہتا ہے۔ "اذا الشمس کورت O" (التکویر : آیت 1) وہ وقت جب سورج لپیٹ لیا جائیگا "واذا النجوم انکدرت O" (التکویر : آیت 1) اور جب ستارے بجھ جائیں

گے۔پھر دوسری جگہ فرمایا کہ وہ وقت جب کشش ثقل کے سارے دھاگے ٹوٹ جائیں گے اور چاند اور سورج باہم آپس میں مل جائیں گے۔اب ذرا غور کرو کہ یہ ابتدائے حیات کی خبر دیتا ہے کہ ادھر کہتا ہے (اذالشمس کورت O اذالنجوم کدرت O) آپ کا کیا خیال ہے۔ ان Intellectual لوگوں کا خیال ہے کہ اللہ بیچ میں ہمارے زمانے کے ذہین لوگوں کے اذہان نہیں پڑھ سکتا ہوگا۔ابتدا کی خبر دے رہا ہے، انتہا کی خبر دے رہا ہے۔ابھی تو قرآن کی بات تشنۂ تکمیل ہے۔ذرا ملاحظہ فرمایئے قرآن تو بڑے دور کی بات ہے، ابھی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پوری نہیں ہوئی سائنسدانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا ذرا غور کیجئے گا آپ بڑے جدید لوگ ہیں۔آپ سمجھ سکتے ہیں۔پہلے اس بات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔مجھے پروردگار کی قسم ہے کہ اس وقت تک زمانۂ آخر نہ ہوگا جب تک انسان درندوں سے کلام نہ کر لے۔یہ کمزور حدیث نہیں ہے۔صحیحین کی حدیث ہے۔قسم ہے مجھے رب کریم کی زمانہ ختم نہ ہوگا جب تک انسان اپنے درندوں سے کلام نہ کرے گا جب تک انسان کے جوتے کا تسمہ اس کے حال کی خبر نہ دے گا جب کی۔۔۔۔۔۔۔اس پہ گواہی نہ دے گی۔آپ نے ملاحظہ فرمایا وہ تو جنیٹکس ہی ہے نا۔ ایک ۔۔۔۔۔۔ہے۔ایک Decoding of Animal language ہے۔مجھے تیری ابھی سمجھ نہیں آئی۔خداوند کریم یہ کہتا ہے کہ اے حضرت انسان تو نے ابھی کچھ اور آگے جانا ہے اور میں نے "اللہ الذی خلق سبع سمٰوٰت و من الارض مثلھن" (الطلاق: آیت 12) میں کوئی ایک جہان بنا کے تھک نہیں گیا ہوں۔ہم بڑے Narcissist لوگ ہیں۔ حضرت انسان سے زیادہ میں نے Narcissist نہیں دیکھا۔ہم مجموعی طور پر Narcissist ہیں۔ اتنی چھوٹی سی زمین ہے اور بات سے بات نکل آتی ہے۔اللہ کی باتیں ختم نہیں ہوتیں۔ پہلے حضورؐ گرامی مرتبت کی حدیث اور پھر جدید سائنسدانوں کا ایک محاورہ سناتا ہوں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہماری زمین اس کائنات میں ایسے ہے جیسے ساری دنیا جنگل میں پڑا ہوا ایک حلقہ، ایک چھوٹا سا ایک چھلا اور چھوٹی سی ایک مرلی، یعنی اتنی ہے کہ اگر ساری دنیا جنگل ہو جائے تو آپ کی زمین اس جنگل میں پڑے ہوئے ایک حلقے کی طرح ہے۔اور

Marfat.com

سائنسدان کہتا ہے کہ اگر پوری کائنات اور ساری دنیا کے ریگزار جمع کر لئے جائیں تو ہماری زمین بھی ایک ذرے کی طرح ہے

یہ دونوں ذرائع اپنے اپنے زمانے میں بالکل ایک ہی مفہوم دیتے ہیں ۔Hugeness اور Smallness کی ایک ہیability سامنے آتی ہے۔ان کو بھلا کون کہے آپ کو پتا ہے، پیغمبر ہر زمانے میں ٹاپIntellectual ہے، کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیغمبر ہی کوئی نہیں ہے وہ زمانہ آخر تکIntellectual ہیں ۔اول وآخر ان کی ذہانت سے کسی انسان نے بھی قدم آگے نہیں رکھا۔ میں آپ کو یہ سادہ سی بات بتا رہا ہوں کہ جب میں نے اپنے وجود میں خدا کو تلاش کرنے کی ایک اجنبی خواہش دیکھی تو میں نے اپنے آپ کو مغلوب پایا کیونکہ اس ذرہ اخلاص میں بڑی قوت تھی ۔پھر وہ وقت آیا جب مجھے میرا وجود ہی غیر لگا اور پھر میں نے جد وجہد کی میں متقی بننے کی کوشش کر رہا تھا اور نہ ہی پارسا۔آپ کو پتا ہے کہ تقویٰ کتنا سخت ہے اور یہ لوگ تو مقدس ہوتے جاتے ہیں ۔یہ فقراء یہ پیر اور مساکین دس دس لبادوں میں نوعروس کی طرح قدم رکھتے جاتے ہیں ۔ایسے لگتا ہے ان غریبوں کا ایک ایک پاؤں عرش معلیٰ پہ پڑا ہوا ہے۔ان کے انداز جو ہیں۔ ''ومکروا ومکر الله والله خير الماكرين'' (آل عمران: آیت 54) خدا کے نام پر ان لوگوں نے یہ مکروفریب پھیلا رکھا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے آزاد اور محفوظ رکھے ۔خواتین وحضرات! مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میں آپ کو عذاب کی خبر دوں، بھئی پیغمبر کو تو پہنچتا ہے ۔پیغمبر کو تو اس لئے پہنچتا ہے کہ اللہ نے پیغمبر کی نجات کنفرم کی ہے، پیغمبر اللہ کا دوست ہے۔ پہلے پیغمبر کو بخشتا ہے پھر اس امت میں سے کچھ لوگ بخشے گا۔ میں آپ کو عذاب کی کیسے خبر دونگا۔ مجھے تو اپنی بخشش کا پتا نہیں ہے اور میں آپ کو خبر سنادوں اور میری ہوا جہنم میں نکل رہی ہو۔ یہ تو ناممکن ہے۔ ہمارا کوئی حق نہیں بنتا کہ ہم قرآن کے سوا لوگوں کو عذاب کی خبریں دیں۔مگر قرآن بھی آپ پڑھ کے دیکھ لیجئے۔سارا عذاب کافر کے لئے ہے، جو اللہ سے انکار کرتا ہے، اس کے لئے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کسی کو کیا پتا ہے کہ جو شخص بے نماز ہے۔وہ نماز پڑھنا شروع کر دے اور نماز پڑھنے والا بے نمازی ہو جائے۔

Marfat.com

How can you pass a judgement in transition period

وہ کون عاقل و بالغ ہوگا جو آپ کے لئے سفر سے بہت پہلے منزل کا تعین کر دے گا جب تک آپ پہنچیں گے نہیں۔ **There are hundred lips between the cup and lip.**

آپ کس یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ بخشے ہوئے ہیں میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ میں بخشا ہوا ہوں۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور بات ہے۔ وہ بہت لاڈلے تھے۔ ایک بہت بڑے استاد کی کلاس تھی سارے اچھے پڑھے لکھے تھے۔ ماشاء اللہ تعالیٰ اتنی بدتہذیب کلاس کسی استاد کو نہیں ملی۔ گلے میں پھندے ڈالے، پتھر مارے، کانٹے بچھائے، کیا استاد تھے۔ ہم جیسے استادوں کو شرم آنی چاہیے، اس نے کسی کو کوسا نہ کسی کو گالی دی نہ سرزنش فرمائی، نہ کوئی چھڑی ہاتھ میں تھی۔ اس شخص کے لئے اتنی محبت تھی۔ محبت فاتح عالم تھی کیا اللہ کے رسول کی محرومیاں تھیں۔ حضرات گرامی! اگر بچپن میں ایک انگلی خراب ہو جائے تو Inferiority قبر تک جاتی ہے۔ کیا اس شخص کا رتبہ ہے، کیا ذہن ہے۔ اُس کو کون کم تر برین (Brain) کہہ سکتا ہے۔ کون اس کو لوکل برین (Local Brain) کہہ سکتا ہے۔ کہ کبھی باپ دیکھا اور نہ ہی ماں کی ماتا نصیب ہوئی۔ جس پہ تکیہ کیا وہی شاخ چھن گئی۔ اتنی محرومیوں اور غربت کے بعد، اس شخص نے لوگوں کو کیا دیا محبت، محبت، محبت فاتح عالم یہ وہ استاد تھے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس اُجڈ، گنوار، نااہل کلاس کو اصحاب رسولؐ میں بدل دیا۔ رضی اللہ عنہ ورضوعنہ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ راضی ہوا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ سے راضی ہوئے۔ کبھی کبھی لوگ، (برسبیل تذکرہ کہہ رہا ہوں) کہ کبھی کبھی لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بڑی نگہت فرماتے ہیں ـــــــــــــــ۔ بڑی تعریفیں ہوتی ہیں میں نے جب سے خیبر کی حدیث پڑھی ہے تو مجھے لوگ مشکوک لگ رہے ہیں۔ مجھے لوگ اس لئے مشکوک لگتے ہیں کہ شائد Intellectualy یا mentally وہ اس حیثیت کو نہیں جانتے جو کسی لفظ کی ہوتی ہے۔ حضور گرامی مرتبتؐ نے خیبر کے آخری دن فرمایا" کہ آج میں علم اس کو دونگا جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے بڑی محبت ہے، اور جس سے اللہ اور رسول کو بڑی محبت

Marfat.com

ہے۔اس کے بعد میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے بالا کوئی عزت کوئی مقام جناب علی کرم اللہ وجہہ کا ہوسکتا ہے۔کہ جس سے اللہ اور رسول کو بڑی محبت ہو ماشاء اللہ قوت الا باللہ۔خدا کے لئے بندگان عالی اور حضرات گرامی تھوڑا سا غور تو کرو کہ ہم عمریں گنوا دی ہیں۔ہم نے خدا کو کبھی وقت نہیں دیا،ہم نے اللہ سے کبھی آرزو نہیں کی،ہم نے اسے کتاب دین سے باہر رکھا ہوا ہے۔ اللہ باہر ہے اور ہم تمام تر آسیبوں کو جمع کر کے اس کی پرستش کر رہے ہیں۔اب زمانہ زیادہ باقی نہیں رہا ،سچی بات آپ کو بتاؤں بہت کم وقت ہے کہ آنے والے وقتوں میں خوشخبریاں بھی ہیں،آنے والے وقتوں میں تباہی،ہلاکت و بربادی بھی ہے مگر صرف ایک چیز کام آئے گی،صرف ایک چیز کسی نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "زمانہ اتنی آفت میں جائے گا اور ہر چیز تباہ ہو جائے گی،رزق ناپید ہو جائے گا تو لوگ کس چیز پر گزارہ کریں گے۔"فرمایا:۔"تسبیح خداوند پر"

سوالات و جوابات

انسان کے اختیار کی حدود

سوال : کیا خدا انسان کے معاملات میں بلاواسطہ دخل دیتا ہے اور انسان اپنے اعمال کے حوالے سے کس حد تک آزاد ہے؟

جواب : Main question یہ نہیں ہے۔Main question تو یہی بنتا ہے کہ

If God is there, Where is he?

کیونکہ جہاں تک ہمارے اکاؤنٹس ہیں جو ہمیں خدا کی طرف سے ملے ہیں، جو اس کے اپنے لوگوں کے توسط سے ملے ہیں تو خدا ہر چیز اور ہر مسئلے میں، مداخلت کرتا ہے بلکہ creater ہے۔اُن تمام conflicts کا متصادم situations کا،ان تمام خیالات کی situation کا تمام زندگی Generelly اتنا بڑا protocol ہے کہ وہ کہتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ تمہارے معاملات زندگی میں مداخلت کرتا ہوں بلکہ یہ کہتا ہے "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا O فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ

تَقْوٰهَا" (الشمس: آیت 7-8) نہ صرف یہ ہے کہ میں تمہارے نفس پہ الہام کرتا ہوں بلکہ فسق وفجور اور تقویٰ اور خیر کے خیالات میں بھی الہام کرتا ہوں، ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ "وما تشآؤن الا ان یشاء اللہ" (التکویر: آیت 29) "تم چاہ بھی نہیں سکتے اگر میں نہ چاہوں" لہٰذا جو اللہ اس درجہ مداخلت کرتا ہو، آپ اس کو کیسے Irrelevant قرار دے سکتے ہیں۔

There is a very very thin کہ It is very difficult to say, line.

تو وہ ہم سے کیا مقصد چاہتا ہے اور ہم اپنے تئیں اس کے کیا مقاصد پورے کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر رزق، زندگی اور کیریئر کے معاملات میں ہم یہ کہیں کہ ان میں انسان خود مختار ہے اور کسی حد تک اپنے معاملات خود سنوارتا ہے تو Both ends پہ یہ تھیسز غلط ہو جاتا ہے۔ ایک انسان کے بچے یا جانور کے بچے میں آپ فرق یہ دیکھیں گے کہ جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاتا ہے اور بمشکل ایک دو دن کے وقفے سے اس کو ان تحفظات کی ضرورت نہیں رہتی جو انسان کے بچے کو ہے۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ یہ حکایت ہستی جو ابتدا سے پانچ سات سال تک انسان اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ independent existence کے قابل ہو۔ پھر جب وہ بڑا ہوتا ہے، اور اس کی education میں نارمل routine of life کو شامل کریں اور اس کے زندگی کے کردار کی تنظیم، اس کے زندگی کے کردار کا تعین کرنا، اس کے present کے حصول، اس کے present کے جب اثرات ہم دیکھتے ہیں تو بعض اوقات یہ بیس سال، بائیس سال تک جاتے ہیں۔ جوں جوں زمانہ آگے بڑھ رہا ہے، یہ خیال کہ انسان کس حال اور حالات میں خود مختار ہے۔ یہ تھیسز بڑا غلط ہو جاتا ہے۔ جب ہم بڑھاپے کو بڑھتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہی بچپن والی کیفیت پھر پیدا ہو گئی ہے کہ ہمیں کسی نہ کسی کی ضرورت پڑنا شروع ہو جاتی ہے اور بڑھاپا جو independently اپنا وقت گزار نہیں سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں ends چھوڑ کر درمیان کے کچھ عرصے میں انسان کا دماغ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا خود مالک ہے وہ اپنا Career بلٹ کر رہا ہے۔ وہ ذہین ہے، فطین ہے، وہ دانشور ہے

اور وہ اپنے فیصلے خود کر سکتا ہے۔ مگر مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس چیز میں خود فیصلے کر سکتا ہے۔ اگر انسانی پروٹوکول انسان کے حوالے کر دیا جائے، اگر اللہ تعالیٰ معاملات رزق کو انسان کے حوالے کر دے تو دیکھنا یہ ہے کہ کیا پوری انسانی یا پوری حیوانی زندگی میں ایک ہی جین کو اس نے اختیار دیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے لئے خود رزق کمائے یا اپنی زندگی خود گزارے۔ یہی اختیار ایک ارب جین جو اس دنیا میں مختلف animals یا Human beings کے ہیں، ان میں سے کسی کو حاصل نہیں۔ اگر ہم میں سے کوئی شخص یہ ذمہ داری اٹھا لے کہ میں چیونٹیوں کا رب ہوں یا میں مچھلیوں کا رب ہوں یا میں کسی اور جین کا رب ہوں تو پھر کم از کم اللہ تعالیٰ یہ کہنے کے قابل نہیں رہے گا کہ الحمد اللہ رب العالمین O مگر مسئلہ یہ ہے کہ پروٹوکول، رزق اور حفاظت کی حد تک اگر تھوڑا سا آگے یا آپ پیچھے بڑھ کے دیکھیں تو زمین کی creation ہی اللہ تعالیٰ کی relevance کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ سورج اگر ایک لاکھ میل پیچھے چلا جائے تو ہم فریز ہو جائیں سورج ایک لاکھ میل آگے ہو جائے تو ہم سب burn out ہو جائیں اور پھر laws of existence زمین پہ create کیسے ہو۔ ذرا سا اوپر جا کے خلاء میں معدوم ہو جاتے ہیں۔ بظاہر یہ لگتا ہے یہ دنیا واحد ایک ایسا ایریا ہے جو پوری galaxy میں Multiple ہے، imposible ہے۔ اور بڑے سے بڑے سائنسدان بھی یہ کہیں گے ابھی تک تو ریسرچ یہی کہتی ہے کہ اس قسم کی حیات یا اس قسم کا پیٹرن آف لائف کسی اور سیارے پر ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا یہ سوچنا پڑتا ہے کہ irrelevant God نے یہ پوری کائنات تخلیق کرتے ہوئے ایک چھوٹا سا کیمپ، ایک چھوٹی سی جگہ، ایک مخلوق کی رہائش، آسائش اور زندگی کے لئے جو خاص طور پر تخلیق کی ہے اس کے مقاصد کیا ہیں۔ جیسے میں نے آپ سے عرض کیا کہ خدا اذیت پسند ہے اور نہ وہ یہ چاہ رہا تھا کہ انسان کو دنیا میں تکلیف کے لئے لائے Its not a Christian philosophy کہ جس میں انسان Basic Sinner ہے اور sin کے لئے زمین پہ آیا ہے تا آنکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قربانی دیکر انسانوں کا خون دھویا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا قول ہی بڑا different سا ہے۔ اگر آپ خدا کے حق میں دلیل دے رہے ہیں تو میں کہتا ہوں

Marfat.com

کہ خدا کو ماننا انسان کی مجبوری نہیں ہے۔ خدا کے ہاں ایسا نہیں ہے۔ خدا یہ کہتا ہے کہ ایمان تمہاری مجبوری نہیں ہے۔ خدا قرآن حکیم میں کہتا ہے کہ "اگر میں چاہتا تو تمام بنی نوع انسان ایک ہی ایمان کے مالک ہوتے" خدا یہ کہتا ہے کہ میں نے دوسرے جانوروں پہ جو تمہیں عقل و معرفت کا شرف بخشا ہے اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ کسی ایک لیول پہ تمہیں لبرٹی حاصل ہو۔ مختصر سی آیت ہے مگر بڑی جامع ہے کہ (ان ھدینا ہ السبیل) (الدھر: آیت 3) "میں نے تمہیں ہدایت، عقل، شرف اس لئے بخشی ہے "اِما شاکرا و اِما کفورا" (الدھر: آیت 3) چاہو تم مجھے مانو، چاہے انکار کرو۔ اس میں اللہ تعالیٰ انسان کو مجبور قرار نہیں دیتا۔ بلکہ اگر practically دیکھا جائے تو پانچ ارب بلکہ ساڑھے پانچ ارب لوگوں کا خدا سے ہٹ جانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ لوگ اپنی مجبوری سے نہیں بلکہ اپنی آزادی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

کامیاب معاشرتی زندگی کا راز

سوال : ایک انسانی معاشرہ کن عوامل کے سبب ترقی کرتا ہے؟

جواب : خاتون محترم بات یہ ہے کہ جب امیر علی ٹھگ کو پھانسی پہ چڑھانے لگے تو By the time اُس نے کئی قتل کیے ہوئے تھے۔ تو جب اس سے کسی نے پوچھا کہ تجھے کوئی غم و غصہ اور کوئی تاسف نہیں ہے تو اس نے کہا بالکل نہیں ہے۔ اس نے کہا کیوں، اس نے کہا میرے والد نے مجھے کہا تھا کہ ہر آدمی اللہ کے کسی اسم کے سائے میں پیدا ہوتا ہے اور ہم لوگ اسمِ قہار کے سائے میں پیدا ہوئے تھے۔ بات یہ کہ اگر آپ تھوڑا سا Analysis کریں تو تاریخ عالم میں آپ دیکھیں گے کہ ظالمانہ جبر والے معاشرے جلد ختم ہو جاتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ انسانی معاشرہ جبر سے مصالحت کے ساتھ آگے نہیں بڑھا۔ بلکہ انصاف اور اخلاق کے اصولوں سے آگے بڑھا ہے۔ یہ پوری انسانی تاریخ بتاتی ہے کہ حیوانی جبلتوں کی تسخیر کے بعد انسان نے جبلی عقل و معرفت میں ترقی کی ہے۔ اس وقت اس نے ان اصولوں کو اپنایا ہے جن کو ہم Constructive laws of Society کہتے ہیں۔ یہ کوئی شک نہیں ہے کہ تاریخ

Marfat.com

میں بار بار ایسے ادوار ضرور آتے ہیں کہ جب وہ لوگ جو اچھی عقل والے تھے یا جنہوں نے معاشرے کو اچھی تخلیق دے دی تھی، وہ کمزور پڑ گئے، معاشرہ کمزور پڑ گیا۔ ان کی کرپشن اتنی بڑھ گئی کہ کسی ظالم و جابر کو ضرور ان پہ مسلط کر دیا گیا۔ مگر آج تک جو Cave man سے sky scraper تک کا زمانہ آیا ہے۔ اس میں زیادہ تر زمانہ مذہبی عروج کا ہے اور مذہب اسلام بارہ سو سال تک عروج پہ رہا۔ تین ساڑھے تین ہزار سال عیسائیت عروج پہ رہی۔ اس سے پہلے بھی جن سوسائٹیوں نے عروج پایا ہے۔ ان میں ہم کوئی اعتماد دیکھتے ہیں۔ Super natural کوئی نہ کوئی اچھی چیز دیکھتے ہیں، عقل دیکھتے ہیں، معرفت دیکھتے ہیں۔ آپ تین ہزار سال پہلے سے socrates اور افلاطون کو جانتے ہیں۔ آج کی بات نہیں ہے اور زمانے کی ترقی اور تمدن ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ظالم اور مظلوم کی وجہ سے نہیں بلکہ عدل و انصاف کی وجہ سے معاشرہ آگے بڑھا۔

Marfat.com

اللہ کے دوست کی توہین

سوال : کیا اللہ کے حضور کامیاب و کامران ہونے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار اور انؐ سے محبت کرنا لازمی ہے۔

جواب : خواتین و حضرات! پروردگار عالم نے ایک بڑی خوبصورت آیت میں جو ہم سب لوگوں کے لئے بڑی خوشخبری کا باعث ہے بلکہ جب یہ آیت پہلی مرتبہ آئی تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل بڑے کشادہ ہوئے۔ وہ آیت یہ ہے۔ " قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ " (الزمر: آیت 53) اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دے جنہوں نے اپنی ذات پہ بڑے اسراف کئے، جنہوں نے اپنی صلاحیتوں کو بے جا خرچا، یہ یاد رکھیں، خدا گناہ کو ایک اچھی صلاحیت کے بے جا خرچنے سے تعبیر کرتا ہے، اسراف کہتا ہے۔ یہ یاد رکھئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو کلمۂ توبہ لکھایا ہے اس میں اسراف کا ذکر ہے اور خسارے کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے جو صلاحیتیں اللہ نے ہمیں اپنے لئے دی ہیں اگر (مسرفانہ) خرچیں

گے تو ہمیں ضرور خسارہ ہوگا اللہ نے پہلی دعا جو آدم کو دی۔ "ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین" (الاعراف: آیت 23) اس لئے کے "ان یغفر الذنوب جمیعاً انہٗ ھو الغفور الرحیم" (الزمر: آیت 53) یہ Totality کا قانون ہے کہ بیشک تمہارا اللہ تمام گناہ معاف کرتا ہے "ان یغفر الذنوب جمیعاً انہٗ ھو الغفور الرحیم" (الزمر: آیت 53) اب جن لوگوں کا آپ ذکر کرتے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص بڑا مخیر ہے، بڑا نیک ہے، پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے اور دس بیس سال سے اس کا طریقہ زندگی یہی ہے مگر دس بیس سال بعد اچانک پتا چلتا ہے کہ یہ ہیروئن فروش ہے۔ اس کی یہ کوالٹی اس کی بیس سالہ کارکردگی تہ و بالا کرنے کو کافی ہے۔

And Secondly in a flash, all these accomplishments will be lost.

اس طرح وہ لوگ جو صبح و شام نیکیاں کرتے ہیں، خیر کا کام کرتے ہیں یا اچھی صلاحیتوں کے مالک ہیں یا انہوں نے بڑی سائنٹفک اصلاحات دی ہیں جیسے مادام ٹریسیہ (Madam Terresa) تو خدا کہتا ہے کہ جن لوگوں نے سارے اچھے کام جس مقصد کے لئے کئے ہیں میں نے صلہ لوٹا دیا۔ میں نے ان کو شہرت دی، عزت دی، محبت دی، لوگوں کا خلوص دیا، ہر جگہ استقبالیے دیئے، بینرز لگے مگر چونکہ انہوں نے میری ذات کے ساتھ ظلم کیا ہے، ناانصافی کی ہے اور ناانصافی یہ ہے کہ اللہ کا دین جو آدمؑ سے شروع ہوا جبلی طور پہ انسان کی تربیت کرتا کرتا بالآخر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ تک آیا، عیسیٰؑ بھی آ گئے موسیٰؑ بھی آ گئے تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بات پہنچی یعنی دوستی کے رشتے اللہ کے اس major دوست تک آئے جس سے پہلے قرآن اس کی وجہ سے جاری تھا۔ پہلے قرآن اسی کی وجہ سے جزوی طور پر اتر رہا تھا جب وہ تشریف لے آئے تو اللہ نے کہا (آیت) "الیوم اکملت لکم دینکم" یہ نہیں کہا کہ نیا دین دیا ہے بلکہ آدمؑ سے لے کر تمام پیغمبران ۔۔۔ کے رستے سے گزرتا ہوا جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک آیا تو یہ ایسے ہے جیسے academy of religion میں کسی طالب علم نے basic class

پانچویں میں داخلہ لیا تھا میں وہ اب .Ph.D تک آ گیا ہے
اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (المائدۃ: آیت 3) کہ آج نہ صرف میں نے message اور دین پورا کیا بلکہ اپنی نعمت تمام کر دی۔ اگر آدمؑ میں، میں نے نعمت رکھی اور موسٰیؑ میں تمہارے لیے رحمت رکھی، عیسٰیؑ میں رکھی تو آج تمام رحمت عالم سمٹ کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں آ گئی۔ جہاں میں نے نعمت تمام کر دی ہے وہاں message تمام کر دیا۔ اس لیے کہ انسان بلوغت فکر کہ اس مرحلے میں آ گیا تھا کہ اب message پورا پورا قبول کر سکتا تھا۔ قوم (ابریت) یکطرفہ قوم تھی ان کے ہاں تمام کی تمام ٹیچنگ حضرت عیسٰیؑ کی ہے اندرونی ہے۔ وہ قوانین جو آج impracticable ہیں۔ وہ قوانین کہ جس نے ہمسائے کی بیوی پہ بری نگاہ ڈالی اس نے گویا زنا کا ارتکاب کیا۔ جس نے اپنے بھائی کے خلاف یہ سوچا اس نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیا۔ اگر آپ ان قوانین جس نے آپ کہ منہ پر ایک تھپڑ مارا آپ اسے دوسرا گال آفر کریں، یہ تمام چیزیں اندرونی شریعت کی تھیں۔ جب تک آپ بہت گہرے اخلاص میں نہ جائیں یہ totallity کا religion نہیں ہے۔ یہ چند ایک لوگوں کا religion ہے جو خدا کی طرف اتنی شوقِ عبادت سے بڑھے کہ ہر بات کو اپنے اوپر قبول کریں اور اپنے جبر اور سختی سے اس موقف کی تائید کریں جو حضرت عیسٰیؑ نے دیا تھا اس سے پہلے حضرت موسٰیؑ کا تمام مذہب پریکٹیکل مذہب تھا۔ اسی لیے وہ بالکل ایسا ہی تھا جیسے آج ہمارے dogmatic مولوی کا مسئلہ ہے کہ اس کو پریکٹیکل religion کے بعد اور کوئی بات آگے نظر نہیں آتی۔ خواتین وحضرات! میں ایک سوال آپ سے بھی پوچھ سکتا ہوں کہ کسی اکیڈمی اور کسی سکول آف تھاٹ میں انٹری کے وقت اور اس سے نکلتے وقت کوئی پراگرس ریکارڈ تو ہوتا ہے اگر میں ایک کالج میں گیارہویں میں داخل ہوا اور ایم۔ اے کر کے نکلا ہوں تو کم از کم میں اپنے آپ کو کہہ تو سکتا ہوں کہ میں نے علم میں کچھ اضافہ کیا، ترقی کا یہ کون سا مذہب ہے۔ اسلام آپ لیے پھرتے ہو کہ اس میں آپ چھٹی ساتویں جماعت میں نماز اور روزہ سے ابتدا کرتے ہو اور نماز، روزہ پڑھتے پڑھتے گزر جاتے ہو اور کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ یہ کیسا مذہب بن گیا ہے کہ جس میں فکری، ذہنی جلا کی ایک رمق باقی نہیں رہتی

Marfat.com

اور جوں جوں لوگ اس میں آگے ترقی کرتے ہیں تو لگتا یہ ہے کہ مذہب تمام کسی مابعد اطبیعات تاثر سے خالی ہے۔ آپ یقین کرو کہ میں اس حدیث کے مصداق ایک شخص کو ڈھونڈنے کی کوشش کرتا رہا کہ " فراستِ مومن سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے " یہ کہاں سے ملیں گے لوگ اگر مذہب میں نہیں ملیں گے تو پھر فراست مومن والے لوگ کہاں سے ملیں گے جو اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں۔ یہ مذہب کی ایک category تو ہے۔ صرف دو مثالیں میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ یہ صحیحین کی حدیث ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جب میں نماز پڑھتا ہوں تو مجھے لگتا ہے ملائکہ مجھے جنت کا در کھول کر دکھاتے ہیں فرمایا معاذ یہ اخلاص ہے۔ حضرت عسیر بن عزیزؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میں قرآن پڑھ رہا تھا تو بادل جھک گئے ان میں ٹمٹماتی ہوئی روشنیاں تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم تلاوت جاری رکھتے تو یہ ملائکہ تھے جو تیری تلاوت سن کے جھک آئے تھے اور بادلوں سے نکل کے تجھ سے مصافحہ کرتے۔ یہ عجیب و غریب باتیں لگتی ہیں Academically یہ باتیں اس دور میں جب کہ آپ اتنے objective، سائنٹفک طرز عمل کے مالک ہیں۔ بڑی عجیب باتیں لگتی ہیں مگر آپ ان ساری عجیب باتوں کو سمیٹ لیں تو بات پھر اس بنیادی question پہ آ کے رک جاتی ہے کہ آپ اللہ کو مانتے ہو کہ نہیں مانتے ہو، آپ اللہ کو جانتے ہو کہ نہیں جانتے ہو۔ کچھ سسٹم ہی ایسے ہیں جو صرف اللہ ہی سے تشخیص پاتے ہیں ۔۔۔ ابھی اس بنیاد پہ دیکھا جائے کہ خداوند کریم ان لوگوں کو کیا صلہ دے گا کہ جو ابتداء کو تسلیم کرتے ہیں مگر انتہا کو نہیں مانتے۔ جب وہ چھوٹے چھوٹے دوستوں کو مانتے چلے آئے مگر اللہ کے بہترین دوست کو ماننے سے انکار کر دیا۔ ادھر اللہ کہتا ہے، اس بہترین دوست کا انکار جس کے لئے ساری کائنات میں نے بنائی اگر وہ الحمد اللہ رب العالمین ہے تو یہ خطاب کسی اور پیغمبر کو تو نہیں ملا، "وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین" (الانبیاء: آیت 107) کیونکہ جہاں جہاں خدا کی ربوبیت کی حدود ہیں وہاں وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کی حدود ہیں اور یہ یاد رکھئے ایک مخلوق کے لئے نہیں ہے بلکہ خداوند کریم نے یہ فرمایا تمام مخلوقات ارض وسماوی کو پیدا

کرنے سے پہلے میں نے ایک چیز کو معاہدے کے طور پر کتاب میں لکھ دیا۔ "كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" (الانعام: آیت 12) کہ میں ان پہ ہر حال میں رحم کروں گا۔ رحم کرتے کرتے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ انتہائے رحمت فرما دی۔ اب اگر کوئی شخص کتنا ہی نیک ہو، کتنا کریم النفس ہو، کتنا ہی خلیق ہو، مہربان ہو، انسان دوست ہو، بندہ پرور ہو لیکن جب اللہ کے سب سے بڑے دوست کی توہین کرے گا تو اسکا کیا مقام ہوگا۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی شخص نہیں مانتا اور کیوں نہیں مانتا؟ Lets go back to the reason وہ کیوں نہیں تسلیم کرتا۔ آج تک کسی غیر مذہب کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ ماننے کی کوئی reason نہیں ہے۔ میں اس کی وجہ آپ کو بتاتا ہوں تھامس کارلائل کی کتاب

Heroes and Heroes worship

مرتب کرتا ہے۔ اس نے اپنے پیغمبر کو بطور ہیرو کیوں نہ رکھ لیا پر سوال یہ ہے کہ وہ مسلمان تو نہیں ہے مگر پھر بھی مانتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ Heroes and Heroes Worship میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو Prophet as a hero مانتا ہے کہ اگر دنیا میں کوئی سب سے بڑا موثر اور انقلاب انگیز پیغمبر گزرا ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں مگر پھر بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتا۔ یقیناً اس کا نہ ماننا طلوعِ مہر کو چمگادڑوں کے نہ ماننے جیسا ہے۔ اگر سورج کو دیکھ کر آپ الٹا لٹک جائیں تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ خدا کو ان سے کیا پڑی ہے۔ خدا کا تو سارا افسانہ دنیا ہی فسانہ محبت و دوستی ہے۔ اس کو تو اور کسی بات کا پتا ہی نہیں وہ تو اپنے دوستوں کے لیے اس حد تک چلا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلو ابراہیم تو اللہ کے دوست تھے، محبت والے تھے مگر یہ صفا و مروہ کیوں ہے۔ کیا اب ہم خاتون ابراہیم کا بھی طواف کریں گے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا، ایک دم اللہ کے رسول غیرت میں آ گئے۔ فرمایا " اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ " (البقرة: 2-158) کہ خبردار ابرہیم سے منسلک یہ چیز شعائر اللہ ہے، وہ میرا دوست ہے، وہ میری محبت

Marfat.com

ہے، وہ میرا خلیل ہے، وہ ایک ایسا انسان ہے جس نے میری دی ہوئی نعمت کا سب سے بہترین فائدہ اٹھایا ہے، اس نے مجھے عقل وشعور سے پہچانا ہے۔ اس سے بڑا میرا کوئی دوست نہیں ہے اور اس کی بیوی بھی مجھے اتنی ہی عزیز ہے جتنا وہ عزیز ہے۔ اس کا بیٹا بھی مجھے اس طرح ہی عزیز ہے، اس کی دعا مجھے عزیز ہے (آیت) " کہا کے اس کی دعا بھی مجھے عزیز ہے "اور اس کی دعا کی وجہ سے میں نے رحمت عالم کو اس کے خاندان میں رکھ دیا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، یہ تو فسانہ دوستی ہے آپ خود سوچیں حجر اسود کو کیوں چومتے ہیں، کیوں چومیں پتھر کو، عمر نے ٹھیک کہا تھا اس کی حیثیت ہی کیا ہے، ہم کیوں اسے چومیں، جنت سے آیا ہوگا تو دیکھا جائے گا مگر حقیقت یہ نہیں ہے کہ ہم پتھر نہیں چومتے ہم تو لمس دست ابراہیم چومتے ہیں، ہم تو اسماعیل کے ہاتھوں کو چومتے ہیں، ہم تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کے لمس کو چومتے ہیں جو اس پتھر کو لگے ہوئے ہیں،

i tell you, -feeling is a better science

اور emotion کی سائنس ڈویلپ نہیں ہوتی ہے سائنسدان اور mystic میں ایک فرق ہوتا ہے سائنسی تجربات میں سائنٹسٹ کی feeling کا کوئی حصہ نہیں، وہ چاہے ناراض ہے، بیمار ہے، اداس ہے جس عالم میں بھی ہے کیمیکلز نے وہی ری ایکشن کرنا ہے جو اس کے نصیب میں لکھے ہوئے ہیں مگر صوفی کی ایک ایک معمولی سی feeling اس کے تجربے کو غلط کر دیتی ہے۔

he is a better scientist

اس کو یہ پتا ہے میرا ایک emotion، میری ایک feeling، میرے تجربے ہیں اور سب سے قیمتی تجربات حیات کو خراب کر دیتے ہیں، میں جس حیثیت اور جس حقیقت کو جاننے چلا ہوں وہ سائنسز کی غائیت اولیٰ ہے۔ چاہے سائنس اسے پہچانے نہ پہچانے جس سائنس کا مقصد ہی کوئی نہیں ہے، جس سائنس کا مقصد فضائے بسیط میں ٹامک ٹوئیاں مارنا ہے کیا آپ سمجھتے ہو کہ science is going to the right way اب ذرا غور کیجیے میں آپ کو چھوٹا سا فرق بتاتا ہوں یہ کتاب وہ کتاب ہے کہ سلیمانؑ کے دربار میں ایک جن کہتا ہے، اے سلیمان اگر

Marfat.com

تو مجھے حکم دے تو میں تختِ سبا ایک پہر تک تیرے دربار میں پہنچا دوں تو قرآن کہتا ہے اس ایک شخص کو اللہ نے کتاب کا علم دیا تھا وہ ایک شخص آصف بن برخیا؟ وہ ایک شخص جسے اللہ نے ایک کتاب کا علم دیا تھا وہ کہتا ہے پیغمبر مجھے اجازت دے میں آنکھ جھپکنے سے کم وقت میں تختِ سبا ادھر لے آؤں ۔خواتین و حضرات ڈیڑھ سو سال پہلے قریباً جب دونوں قوانین آئن سٹائن نے دے دیے۔

Matter can be converted into energy and vice versa was also true

آج تک توانائی matter میں کنورٹ نہیں ہوئی، آج تک چھوٹے موٹے تجربات ہوتے رہے کافی عرصہ گزر گیا اور

energy and matter convert easily

تو یہ جو آپ سٹار ٹریک میں دیکھتے ہیں ،آدمی آیا شعاع ڈالی دوسری طرف چلا گیا، زمین سے ستارے تک منتقل ہو گیا مگر آپ کو پتا ہے کہ کتاب کے علم سے ایک شخص نے بہت پہلے یہ کرشمہ سرانجام دے دیا تو آپ کا خیال یہ ہے کہ دنیا اتنی آگے جانے کے لیے ہے۔اس زمین میں جسے اللہ نے "مُسۡتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیۡنٍ" (البقرۃ: آیت 36) چھوٹا سا کیمپ، چھوٹی سی دنیا کہا ہے، اس چھوٹی سی دنیا میں آپ جن achievements کے خواب دیکھ رہے ہو، آگے بڑھنے کے خواب دیکھ رہے ہوا بھی تو آپ نے کائنات کی دہلیز پر قدم نہیں رکھا آپ کو کتنی عمر چاہیے galaxies کو دیکھ لیں جہاں کروڑوں اور ملین ایئرز کے فاصلے مختصر ہو جاتے ہیں اور اپنی زندگی کی کوئی average بنتی ہے۔ اس کو اللہ نے کہا "قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡیَا قَلِیۡلٌ" (النساء: آیت 77) انتہائی مختصر یہ اتنی قلیل ہے کہ حیاتِ انسانی کا کوئی تناسب حیاتِ کائنات کے ساتھ نہیں بنتا۔کیا آپ کو اب بھی توقع ہے۔میں نے کہا نا انسان narcissist ہے۔ اپنے وجود کی لذت میں ڈوبا ہوا، اپنے آپ کو کائنات میں یکتا اور خدا کا محبوب سمجھتا ہے اور یہ تصور کرتا ہے کہ وہ سب کچھ تسخیر کرے گا۔شاید اس چھوٹے سے کیمپ سمیت وہ یہ کام اپنے سائنٹیفک

Marfat.com

علوم سے نہیں بلکہ خدا کے کرم سے اس زندگی کے بعد سرانجام دے سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا یہ وجود Perishable ہے۔ اس میں صرف ایک ہلکی سی Permanent Silicon chip ہے جس کو آپ روح کہتے ہیں۔ وہ اتنی باریک ہے کہ حضرت آدمؑ کو تمام اولاد آدمؑ ان کی بقول حدیث ہتھیلی پر دکھائی۔ حضرت آدمؑ کا ہاتھ کتنا بڑا ہوگا، میرے دو ہاتھوں کے برابر ہوگا، بڑے قد کے تھے چلو مگر وہ کتنی ارواح ہوں گی، کتنے موٹے موٹے دانے ہوں گے جو ایک ہاتھ پہ دکھا دیئے گئے، اتنی باریک specialized processed chip ہے یہ روح کہ اس کو نکالتے ہوئے بھی بندے کو بہت تکلیف ہوتی ہے، ملائکہ بڑا لمبا آپریشن کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام چیزیں اور اس کا انفراسٹرکچر اور اس کا لوئر سٹرکچر بھی Destructable ہے۔ انسان ازلی نہیں ہے لیکن ابدی ضرور ہے، اب جہنم اور جنت کے دونوں مظاہر کے لیے وہ لمبی تیاری کر رہا ہے، وہ تسخیر عالم کے لیے نہیں آیا بلکہ صرف ایک سوال کا جواب دینے کے لیے آیا ہے۔ "اِنَّ هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا" (الدھر: آیت 2) دنیا سے گزر جائیں گے اور قبر کے دھانے پہنچیں گے

its an Airport to the galaxy.

قبر کوئی چھوٹی سی جگہ تو نہیں ہے ادھر galaxies ہیں جو heaven کو جاتی ہیں ادھر galaxies ہیں جو hell کو جاتی ہیں۔ پاسپورٹ، آپ کے ہاتھ میں ہے "مـــن ربك" کس کو پوجتے چلے آئے ہو، مادام ثریا تو جواب نہیں دے سکتیں۔ impossible بھئی، کس کی سنیں۔ کوئی کہتا ہے میں نے اللہ کو مانا، اچھا اللہ کو مانا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ مانا، تم خدا کے ساتھ بھی پارٹی بازی کرتے آئے ہو، مجھے بھی الجھا رہے ہو پارٹی بازی میں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مانا اور عیسٰیؑ کو نہ مانا، عیسٰیؑ کو مانا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ مانا، آپ کو یاد ہے، یہودی کہا کرتے تھے کہ ہمارا پیام بر تو میکائیل ہے، جبرائیل تو ہمارا دشمن فرشتہ ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ ایک یہودی کے قریب سے گزرے تو انہوں نے یہودی سے کہا او بد بخت، اللہ کے ایک فرشتے کو دوست بناتا ہے اور دوسرے کو دشمن بناتا ہے یہ تو سب اللہ کی مخلوق ہیں

Marfat.com

اور سب ہمارے لیے ہیں۔وہی حساب یہ ہے کہ جو یہود کہتے تھے ۔وہی اب بعد میں آنے والا کوئی کہے گا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نہیں ہیں،عیسیٰ میرے ہیں۔میں آپ کو ایک چھوٹا سا واقعہ سناؤں۔I met a lady جس کو بارہ سال سے نیند نہیں آرہی تھی۔اس کا نام جوائیس تھا۔اس نے مجھے کہا can you help میں نے کہا yes i will do اس نے کہا How to do it میں نے کہا ایک شرط ہے۔کہنے لگی کیا میں نے کہا

Whould you believe in my prophet to be a prophet.

میں نے کہا اپنے اوپر ایک احسان کرو جب میں تمھارا پیغمبر مانتا ہوں تو کم از کم تم اخلاقاً ہی میرا پیغمبر بھی مان لو۔اس نے کہا نہیں نہیں میں تو سمجھتی ہوں

He was a prophet After all these are two great religions.

کرسچینز ہیں۔مسلمز ہیں تو کوئی حرج نہیں I don,t mind میں نے کہا If you dont mind تو میں ایک تسبیح دے دیتا ہوں تو آپ یقین کرو پندرہ دن کے بعد اس نے کہا professor it look I am sleeping یعنی آپ دیکھیں میں خود بڑا حیران ہوا کہ وہ ذرا سی معمولی سی شناخت کے لیے بارہ سال سے جاگتی رہی۔ کیا شعر ہے کہ

لگتی نہیں پلک سے پلک جو تمام شب اک شعبدہ ہے اس نگاہ نیم باز کا

میں تو کہتا ہوں کہ ہم پر یہ دور حاضر کی تاریخ نازل ہو رہی ہے،جس میں یہ سوال بار بار اٹھتا ہے کہ وہ بڑے نیک لوگ ہیں۔یہ بڑے اچھے کام کرنے والے ہیں۔میرے نزدیک وہ لوگ توہین خداوند کے مرتکب ہوتے ہیں جو اللہ کے ایک پیغمبر کو مانتے ہیں اور ایک کو نہیں مانتے۔

عقیدے اور عمل کا ربط

سوال : اسلام عقیدہ اور اعمال کا نام ہے صرف عقیدہ کا نہیں آپ کی یہ بات کہ انسان اعمال نہ کرے اور مرتے وقت توبہ کرے تو یہ سراسر اسلام کے خلاف ہے اقبال بھی اس کے خلاف تھے۔

جواب : جی ہاں محترم آپ نے خوبصورت سوال کیا ہے مگر میرا خیال یہ ہے کہ اسلام میں جب بندہ داخل ہوتا ہے تو اس کا آغاز ہی نماز سے ہوتا ہے، روزے سے ہوتا ہے، پانچ ابتدائی کلمات سے ہوتا ہے۔ اس سے تو بہتر تھا آپ مجھ سے یہی پوچھ لیتے کہ آپ نماز پڑھتے ہو کہ نہیں پڑھتے مگر میں آپ کو بتاؤں میں نماز نہیں پڑھتا تھا مگر جب سے جستجو خداوند میں پڑا ہوں نماز کوئی قضا بھی نہیں ہوتی اور روزے رکھنے میں تو میں ویسے بھی متقی تھا یعنی جائز ہونے سے پہلے سے رکھتا چلا آیا ہوں

خواتین وحضرات! یہ بڑا ناقص نتیجہ ہے۔ میں جب بار بار آپ سے کہہ رہا ہوں کہ تصوف مذہب کی اکیڈمی کی آخری کلاس ہے۔ مذہب جو نماز اور روزہ سے شروع ہوتا ہے تو میں آپ سے سوال یہ پوچھ رہا تھا کہ وہ نماز اور روزہ آگے بڑھتے ہوئے مسلمان کو نماز اور روزہ سے زیادہ کیوں کچھ نہیں دیتا۔ میں کہہ رہا تھا کہ دنیا کے ہر علم میں ترقی ہے۔ ہر درسگاہ سے بلوغت ذہن والے لوگ نکلتے ہیں۔ آپ کے اسلام سے اب کوئی عبدالقادر جیلانی نہیں نکلتا، کوئی علی بن عثمان کیوں نہیں نکلتا، کیا crisis ختم ہوگیا؟ کیا ایسے ختم ہوگئے؟ کیا قوم مسلم دنیا کی انتہا درجہ کی بلندیوں کو چھو رہی ہے کہ اب خدا کو کسی بندے کی ضرورت نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے dogmatic academics نے باطنی ضرورتوں پر توجہ نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہا نہیں کہ ظاہری گناہوں کے ساتھ ساتھ باطنی گناہوں سے بھی بچو۔ ہمارے علماء ظاہر نے کبھی باطنی گناہوں کی لسٹ بنائی ہے کہ یہ کون سے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ نماز اور روزہ کے علاوہ انسان منافق بھی ہوسکتا ہے۔ تصوف میں اور academics کے علماء میں صرف ایک فرق ہے۔ علماء ظاہر، قول وفعل کے تضاد پر زور دیتے ہیں لیکن آجکل تو وہ بھی بات نہیں رہی ہے۔

اگر کوئی بہت نیک عالم ظاہر ہوگا تو وہ ہمارے قول وفعل کے تضاد کو ختم کرنے پر زور دے گا، وہ کہے گا، جو کہو وہ کرو (آیت) "لِمَاتَقُوْلُوْنَ مَالَاتَفْعَلُوْنَ ہ " (الصف: آیت 2) قرآن کہتا ہے نا کہ وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو مگر ایک شخص ہر منزل مذہب کے دائرہ

Marfat.com

پیٹرن سے گزرنے کے باوجود بدترین منافق ہوسکتا ہے۔کیا مدینہ میں منافق نہیں تھے؟ کیا مسلمانوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے؟ کیا جہاد کے لیے مسلمانوں کے ساتھ نہیں نکلتے تھے؟ اور رستے میں سے نہیں پلٹ آتے تھے؟ کیا قرآن نہیں کہتا صبح مذہب میں داخل ہوتے ہیں اور شام کو چھوڑ جاتے ہیں۔آپ کے پاس کوئی ایسا طریقہ کار نہیں کہ dogmatic religion میں منافق اور مخلص کو علیحدہ کرسکیں the law of mysticisim is little different اس کی بنیاد کو شرع کہتے ہیں حضرات گرامی آپ کہتے ہونا "میں" "یہ میں ہوں کون آپ کو یہ سوچنا پڑے گا میں ہوں کون۔ مجھے ایک شخص نے کہا علم الاسماء کا کوئی اور استاد ہے تو میں نے کہا جب سے میں نے قرآن کے ان علوم پر تحقیق کی ہے صرف آٹھ سو سال پہلے شیخ محی الدین ابن عربی کا سنا تھا تمام تکبرات تجاہل اور حماقت کا حصہ ہیں سوائے اس کے جسے ایک استاد اپنے شاگرد کو دیتا ہے ایک استاد کو صرف یہ حق حاصل ہے کہ وہ شاگرد کو کہہ سکے کہ تُو غلط ہے اور میں صحیح ہوں۔علاوہ ازیں ہر قسم کا تکبر اور بڑائی ناروا ہے مگر جب ایک سفر سے آپ گزر رہے ہوں گے تو میں آپ کی مثال دوں گا جب کوئی دوسرا گزرا ہوگا تو میں اس کی مثال دوں گا یا جب میں پرانے لوگوں کی مثال دیتا ہوں تو میں اس لیے دیتا ہوں کہ مجھے ان لوگوں کے رستوں کا علم ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر میں تصوف میں شیخ سیدنا حجت الاسلام محمد بن احمد الغزالی کو جانتا ہوں تو میں نے ان کا یہ قول پڑھا ہوگا کہ آخری چیز جو سینہ انسان سے نکلتی ہے وہ حبِ جاہ ہے، جاہ طلبی ہے، تعزز ہے اور جو شخص اس راہ سے گزرتا ہے اس کو اس بات کا اچھی طرح پتا ہے کہ

acadamics are just the beginning,

i would only say لوگ ان چیزوں کی جو ابتدائے اسلام ہیں، over stress کررہے ہیں اور جو انتہائے اسلام ہیں، انہیں بالکل ignore کررہے ہیں۔آپ نماز پڑھو۔ میں بھی پڑھتا ہوں، روزے آپ بھی رکھو میں بھی رکھتا ہوں مگر کیا یہاں مذہب ختم ہوجائے گا کہ is that all کیا اسی وجہ سے وہ فراست مومن دیکھنے کی حسرت آپ کے سینے میں کبھی نہیں اٹھے گی پھر کیوں آپ مجذوبوں کے پاس جارہے ہو، آپ کیوں اُن ان پڑھ لوگوں پر یقین کر

رہے ہو جو دھوکے باز اور دغا باز ہیں، ان کی مطابعت کیوں کرر ہے ہو۔ کیوں آپ کی غیر معمولی ذہانتیں چھوٹے چھوٹے جاہلوں کے کرشماتی تسلط میں آئی ہوئی ہیں۔ کیا آپ میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اعلیٰ بصیرت کا حامل ہو اور خدا کی سچی طلب اور جستجو اس کے سینے میں ہو اور وہ اس زمانے کے چبھتے ہوئے بے شمار سوالوں کا جواب دینے والا ہو۔ اگر علماء میں کوئی ایسا ہوتا تو ضرور جواب ملتا اور اگر کوئی mystic میں ہوتا تو زمانہ اسے ضرور جان پاتا۔

سیرت النبیؐ

خطاب ہائی کورٹ لاہور

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اْجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰناً نَصِیْراً۔ (الاسراء آیت 80)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ O وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ O وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ O (الصافات آیت182,181,180)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ

خواتین و حضرات:

میں وہ تعریفات تو Justify نہیں کرتا جو اتنی ساری میرے حق میں کی گئیں۔ صرف اس توقع کا اظہار کر سکتا ہوں کہ پروردگارِ عالم مجھے اس گمان پر پورا اتارے جو میرے احباب کا میرے بارے میں ہے۔ میں بہت شکرگزار ہوں ہائی کورٹ بار کا اور خصوصاً ان عہدیداران کا جنہوں نے مجھے یہ موقع فراہم فرمایا کہ میں اس ملک کے Elite اور ذہین ترین طبقے کے ساتھ، اور جو ماشاءاللہ گفتگو اور اندازِ گفتگو دونوں میں مہارت رکھتے ہیں، ان سے گفتگو کر سکوں۔ خواتین و حضرات: سوادِ چشم انسان سے آج تک کوئی ایسا آنسو نہیں پھوٹا جو وقعت و عزت، میں اس اشکِ لرزاں سے بڑھ کر معتبر ہو جو خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں نکلتا ہے۔ ایک بہت ضروری بات جو ہم سب کے لئے ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ کیا ہم عقیدت اور محبت میں سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مرتبہ عِلمیہ اور وہ مرتبہ ذہنیہ تو بھولنے کی کوشش نہیں کرتے کہ جو شاید تمام دنیا میں

Marfat.com

انوکھا اور غیر معمولی نوعیت کا ہے۔ایک ایسا انسان جس کو اللہ ایک معمولی سا وصف عطا کردے ،دو چار شعر تخلیق کرنے کی صلاحیت عطا کردے یا ایک اچھی انشاء پردازی کا وصف عطا کردے یا اس کو کسی آرٹ اور فن میں کوئی مہارت عطا کردے تو وہ پھولے نہیں سماتا۔ان لوگوں میں کتنا فرق پڑ جاتا ہے۔وہ معاشرے سے کتنے جدا ہوجاتے ہیں۔وہ لوگ کتنے عجیب وغریب سمجھے جاتے ہیں جن میں ایک آدھ وہ وصف جو عام لوگوں کا نہ ہو بلکہ ذرا خصوصی ہو تو ان لوگوں کے اندازِ زندگی ہی بدل جاتا ہے۔مگر یہ کیسی ھستیء مبارک ہے۔جس کے کائنات کے سب سے بڑے غیر معمولی سائیکنگ پری سائیکنگ religious, Spiritual اوصاف بارشوں کے قطرات کی طرح ٹپک رہے ہیں مگر وہ Absolute ان تمام غیر معمولی کیفیات کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرامی مرتبت کی زندگی Absolute normalcy میں ہے اور یورپ تو یہی کہتا ہے کہ Inconsistency is the virtue of genius مگر سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بتاتی ہے جہاں علم زیادہ ہوگا وہاں اعتدال بھی بے حد وحساب ہوگا۔حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ سے علم کے بہت بڑے اصول ٹپکتے ہیں۔دو بہت بڑے اصول جو ہماری نگاہوں میں آتے ہیں کہ اگر قرآن بہترین علم ہے اور یقیناً ہے تو اس کے Container کو دیکھنا پڑتا ہے اور لوگوں کے لئے جذب وسرور اور سرمدی کیفیتوں کو علم کا نشان سمجھتے ہیں۔ان کے لئے نصاب ہدایت تمام ہے کہ اگر بہترین علم قرآن ہے تو اس کے Container کی Condition دیکھنا پڑتی ہے کہ کیا وہ علم کسی Sub-normal میں آیا۔کیا وہ علم کسی abnormal میں آیا مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس زندگی پر غور کرتے ہیں تو علم کا سب سے بڑا اصول جو ہمارے سامنے آتا ہے کہ جتنا علم بڑھے گا، جتنی شناخت بڑھے گی، جتنا ظرف انسان بڑھے گا اتنا اس کا اعتدال بڑھتا ہے اور یہ پہلا قانون ہے جو اللہ کے رسول کے توسل سے تمام اہلِ علم کو عطا ہوا کہ اگر تم نے دعویٰ علمیت کرنا ہے، اگر تمہارے پاس دعویء شناخت ہے، اگر تم واقعی Intellectual ہو مگر وہ فرق دیکھئے کہ دنیا کا ایک Top intellectual اس بات کی استدعا کررہا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا

Marfat.com

چاہتے ہیں۔ پہلے اس بات کو دیکھیے کہ پروردگارِ عالم خود اس علم کا عطا کرنے والا ہے۔ رسول کو امّی رکھا۔ دنیا کی کسی درسگاہ میں پڑھنے نہ دیا کہیں اور سے علم حاصل نہ کرنے دیا۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام تر علم عطیۂ خداوندی تھا اس پر بھی یہ دعوت مستزاد فرمائی۔ "و قل رب زدنی علماً" (طٰہٰ: آیت 114) اللہ کے نزدیک علم کی فوقیت کیا ہے اور اسلام سوائے مذہب علم کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں پروردگار فرماتے ہیں کہ ہم بڑی اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں کہ امانت علمیہ کہاں رکھنی ہے۔ اس سے پہلے خدا اہلِ یہود کے بلم بن داؤد کی مثال دے چکا ہے کہ اگر علم والے خدا کے علم کے باوجود اگر دنیا کو ترجیح دیتے ہیں تو ان کی مثال اس کتے کی طرح ہے جس کی آدھی زبان باہر اور آدھی اندر ہوتی ہے اگر قرآن میں کسی بندے کے بارے میں کوئی سخت مثال دی گئی ہے تو وہ اس عالم کے بارے میں ہے جو علم کو دنیائے دوں کے لئے اغراضِ ذات اور مقاصد شہوات کے لئے استعمال کرتا ہے۔ ایک دنیا دار عالم کبھی بھی لالچ اور فساد سے سیر نہیں ہوسکتا۔ اس کے باوجود جب اپنے بندوں کو امانتِ علمیہ عطا فرمائی تو اس سے مراد وہ پیمبر تھے۔ وہ تواتر کے ساتھ خدا کی اس امانت کے حامل رہے اور انہوں نے لوگوں کے لئے علم اور شناخت پہنچائی مگر خواتین و حضرات! آپ کا کیا خیال ہے کہ پیغمبر کوئی عام سی چیز ہوتا ہے اور خدا نے جس کے نام قرعۂ فال نکالا ہو اسے اس نے پیمبر بنا دیا ہو۔ ایسا بالکل نہیں ہے تمام زمانوں میں آپ نے دیکھا کہ اس نے آدم کی فضیلت علمیہ ملائکہ اور جنات پر کیسے صادر کی تھی۔ اس نے اوٹ پٹانگ Choice نہیں کی بلکہ بہت غور و فکر کے ساتھ اس ہستی کو اپنے علم اور امانت کا حامل چنا جس کو وہ جانتا تھا کہ وہ ذہنی اور عقلی اعتبارات سے ساری دنیا سے اس وقت بہتر ہے۔ اسی لئے جب ملائکہ نے اعتراض فرمایا اور جب اللہ نے کہا "واذ قال ربک للملئکۃ انی جاعلٌ فی الارض خلیفۃ" (البقرۃ: آیت 30) میں آدم کو خلیفۃ الارض و سماوات بنانا چاہتا ہوں تو ملائکہ نے یہ اعتراض کیا کہ یہ فتنہ و فساد کرے گا ہم تو اسے Primate کی age سے دیکھتے چلے آئے ہیں زمین پہ سوائے فتنہ و فساد کے انسان نے کچھ بھی نہیں کیا۔ یہ تو لنگوڑا بدست جنگلی جانوروں کے طرح صرف قتل و غارت اور کشت و خون میں لگا ہوا ہے۔ تو اللہ نے کہا کہ چلو اس

Marfat.com

بات کا امتحان ہو جائے آپ کی ذہانتوں اور اس کی ذہانت کا امتحان ہو جائے۔ اس کی جبلت اور تمہارے شعور کا امتحان ہو جائے "وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا" (البقرة: آیت 31) پھر آدم کو بھی اسماء بخشے اور Challengers کو بھی بخشے۔ "ثم عرضهم على الملئكة" (البقرة: 31) اے ملائکہ تم بھی لو۔ اے آدم تم بھی لو۔ دس ہزار سال لو۔ ایک دو Millenniums بھی لے لو اور پھر مجھے بتاؤ کہ تم نے میرے اسمائے الٰہیہ سے کیا اخذ کیا ہے۔ پھر وہ جب واپس حضور پروردگار آئے تو پوچھا ملائکہ سے کہ پہلے آپ کو فضیلت آدم پر اعتراض تھا۔ اب بتاؤ کہ علم میں کون بہتر ہے۔ کہا اے مالکِ کریم "قالوا سبحانك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم" (البقرة: آیت 34) ہمیں یہ بات سمجھ آئی ہے کہ ہم تو Computers ہیں اور ہمارے پاس تو صرف Data ہے۔ اگر تو ہمارے اندر data نہ ڈال دے، اور ہمیں نہ بتائے کہ ہمیں آگے اور کیا کرنا ہے یا پیچھے کیا چھوڑ آئے ہیں تو ہم کچھ نہیں جانتے کیونکہ ہمارے پاس assimilations ہے اور نہ تجربات کی Continuity ہے۔ ہم ماضی کو نہیں جانتے ہیں اور ہم تو صرف آج کے لئے زندہ ہیں اور آج کے احکامات کو جانتے ہیں جو Data تو نے ہمیں Feed کیا، نہ پہلے ہمارے پاس ہے اور نہ بعد میں ہمارے پاس ہے۔ "یادم انبئهم باسمآئهم" (البقرة: آیت 33) اے آدم تو بتا تو نے ان اسماء کا کیا کیا۔ تجھے ایک تختیِ علم دی تھی، تو نے کیا کیا اس بحرِ طلسم کا۔ "فلما انبئهم باسمآئهم" (البقرة: آیت 33) آدم نے فر فر سنایا سب نام اور شجرۂ نسب ہائے، واقعات بیان کئے۔ ماضی سے نکات اٹھائے اور حال میں استعمال کئے۔ اور مستقبل کے اشارات چھوڑ دیے تو اللہ نے تفاخر کا اظہار کیا۔ وہ اتنا صاحبِ قدرت تھا ملائکہ کو سزا اور جزاء بھی دے سکتا تھا۔ مگر چونکہ علم سے بڑھ کر خدا کے نزدیک کوئی Value نہیں اللہ کے نزدیک تعلیم سے بڑا کوئی رتبہ نہیں جاننے اور پہچاننے کے سوا خدا کو انسان سے کوئی شے مراد نہیں اس لئے فرمایا کہ إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللّٰهِ (الانفال: آیت 22) میرے نزدیک بدترین انسان وہ ہیں الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ (الانفال: آیت 22) جو میری آیات کو غور و فکر، عقل و

Marfat.com

تدبّر، علم و منطق سے نہیں پڑھتے بلکہ اندھوں اور بہروں کی طرح سوچتے ہیں اور ایک Blind Faith پہ یقین رکھتے ہیں۔ ایسا Blind faith جو ایک عالم فاضل بندے کی ضرب نہیں سہار سکتا، ایسا Faith جو تسکین کے صحرا میں اپنے وجود کا تشخص بنتا ہے، ایسا Faith جو آج کل کے Secular نظام کا ایک طنز نہیں سہ سکتا۔ اللہ نے وہ مذہب آپ کو نہیں دیا۔ اس کے برعکس پروردگارِ عالم فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک درجات انسان علم پر ہیں۔ تعلیم پر ہیں، جانچ اور پرکھ پر ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ "نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَآءُ" (یوسف: آیت 76) جس کے چاہتا ہوں درجے بلند کرتا ہوں اور "وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ" (یوسف: آیت 76) اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔ خواتین و حضرات: غور فرمائیں یہ علم کی جنگ ہے زمانہ کبھی Materialism کی جنگ نہیں لڑتا اسباب کی جنگ نہیں لڑتا۔ وہ Toynbee کا Challenge اور Response کا Thesis ہو یا ہیگل کا Thesis of Dialectics ہو یا میکسم کے نظریات ہوں۔ Challenge اور response کے مابین آج اسلام کو جو Challenge آرہا ہے، وہ Materialism میں نہیں ہے۔ لوگ جھوٹ کہتے ہیں کہ زمینی حقائق آسمانی حقائق کا مقابلہ نہیں کرتے ذرا غور فرمایئے دراصل آج کل آپ کی یونیورسٹیوں میں اہلِ علم، اہلِ دانش اپنا علم نہیں عطا کر رہے ہیں۔ یورپ کے Corridors کے یہ بھک منگے آپ کی یونیورسٹیوں میں ان کے علوم کے Agent تو بنے ہوئے ہیں مگر آج تک کسی ہود بھائی جیسے Cosmologist نے اپنی کوئی تھیوری پیش نہیں کی ہے۔ آج تک کسی Critic of Islam اور یورپ سے متاثرہ علوم کے ماہرین نے پاکستان آکر بھی کوئی نظریہ سائنس Develop نہیں کیا۔ تاریخ سائنس اور تاریخِ علم و ادب میں یہ لوگ تو مغربی فلاسفہ کے تو کئی نام Quote کرتے چلے آرہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ علم بازاری Marketable شے ہے اور ہمارے اساتذہ اس کے بڑے اچھے Agent اور Sellers ہیں۔ اگر واقعی ان کا علم اتنا معتبر اور اعلیٰ تھا خواتین و حضرات اگر واقعی ہمارے طالبِ علم اتنا اچھا پڑھ کے یہاں آتے تھے تو پھر یہاں آکر بھی کوئی کارنامہ اپنے طور پر سرانجام

Marfat.com

دیتے، کوئی ایسے علمی وقار کے حامل ہوتے، کوئی ایسی ایجاد کر دیتے، کوئی ایسا نو دریافت خیال پیش کر دیتے بلکہThey only appreciate، ان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں، ان کو یہ پتا ہی نہیں کہ اسلام علم کا مذہب ہے۔ خیرات کا مذہب نہیں ہے اور خواتین و حضرات غور فرمائیں کہRussell کہتا ہے۔

We do not know the nature of things. we only know the relationship of things.

ہم نے مغرب کے جس فلاسفر کے اقوال اور خیالات پر ایک صدی نثار کر دی۔ ہم نے جس فلسفی کو علم و دانش کا امام قرار دیا مختصراً اس کے علم کا خلاصہ یہ ہے اور وہ خود کہتا ہے کہ

We do not know the nature of things. we only know relationship of things.

مگر ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ پندرہ سو برس پہلے آپ کا رسول کتنی عجیب و غریب دعا مانگ رہا ہے کہ اے مالکِ کریم مجھے حقیقت اشیاء کا علم دے۔ آج کا مفکّر، سائنس دان، آج کا بہت بڑا عالم یہ اقرار کر رہا ہے کہ ہمیں صرف اشیاء کے تعلق کا علم ہے۔ ہمیں حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں اور آپ کے پیمبر پندرہ سو برس پہلے خدا کے حضور دعا مانگ رہے ہیں خدا کے حضور کہ اے صاحب حقیقت اگر مجھے علم عطا کرنا ہے تو حقیقتِ اشیاء کا علم عطا فرما۔ خواتین و حضرات! علم کا ایک اور دوسرا بڑا وصف بھی ہے۔ بڑے بڑے عالم اور دانشور اس وقت اپنی حقیقت کھو جاتے ہیں جب وہ دنیا سے الگ تھلگ اپنے نظریات کے حصار میں، اپنے خیالات کی بندشوں میں قید ہو جاتے ہیں اور ان کے ان خیالات کو جنہیں آپIntellectual کہہ لیجیے یاInstitutional کہہ لیجیے اس کا کوئی مفاد دنیا کے عمومی بندوں تک نہیں پہنچتا۔ ایسے لوگوں کو عالم نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات طیبہ سے علم کا ایک اور بہت بڑا اصول سامنے آیا ہے کہ علم وہ ہے جو زیادہ سے زیادہ حقیقتوں میں ڈھل جائے، علم وہ ہے جو زیادہ سے زیادہ عوام کی فلاح اور بہتری کے لئے ہو، جس علم اور عمل کاdistance زیادہ ہوگا ایسا علمschizophrenic میں ختم ہو جائے

Marfat.com

گا اور نہ اس علم کو قبولیت عام نصیب ہوگی اور نہ اس کو مفادِ عامہ سے کوئی واسطہ ہوگا۔ اگر آپ دنیائے کل میں غور کیجیے تو آپ کو صرف ایک ہی شخص ایسا نظر آئے گا جس نے علم اور عمل کو ایک کر کے اسے وقار بخشا ہے یعنی

the closest co-relationship of knowledge and action

کی یہ صورت ہمیں رسول اللہ ﷺ کے علاوہ زمین و آسمان میں کسی اور استاد میں نظر نہیں آتی ہے کہ جو کہا وہ کیا جو اس سے سنا گیا، ویسے ہوا اور وہ اتنی عجیب وغریب حقائق کے پیمبر ہیں کہ اگر آپ یہ کہیں کہ ان کو کیا علم تھا اور کیا علم نہیں تھا تو میں مختصراً صرف یہ کہوں گا کہ یوں تو تمام انسان اللہ کے کنٹرول میں ہیں اور خداوندِ کریم نے قرآن حکیم میں فرمایا "مَا مِنْ دَآبَةٍ فِي الْاَرْضِ" (ھود: آیت 56) زمین پہ ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے چاہے وہ آدمی ہو جانور ہو یا پرندہ، کوئی بھی ایسا نہیں "اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا" (ھود: آیت 56) جسے ہم نے اس کے ماتھے سے نہیں تھام رکھا۔ خواتین و حضرات جب ایک طویل تحصیل علم بعد میں بتائے گی کہ ماتھا جس کو اللہ نے اشارۃً استعمال کیا Forebrain کو کہتے ہیں جو اعلیٰ ترین خیالات احکامات اور فیصلے کرنے والا حصہ ہے تو پروردگار یہ فرماتے ہیں کہ "مَا مِنْ دَآبَةٍ فِي الْاَرْضِ" ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے کہ جس پر ہم نے ایک Remote Control نہیں رکھا ہوا کیونکہ ہم نے ان سے اپنی مرضی کے کام کرانے ہوتے ہیں۔ ہم نے ان کو کہیں بھیجنا ہوتا ہے۔ کہیں اسے روکنا ہوتا ہے، تو یہ تمام اختیارات ہم بڑی دور سے ایک Remote Control سے استعمال کرتے ہیں۔ "اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" (ھود: آیت 56) بے شک آپ کا رب ہمیشہ سیدھے راستے پر ہے اور وہ کنٹرول جو وہ Exercise کرتا ہے انسان کی بہتری کے لئے استعمال کرتا ہے مگر خواتین و حضرات یہ کنٹرول تھوڑا تھوڑا آگے بڑھتا ہوا پیمبروں میں ٹوٹل کنٹرول ہو جاتا ہے۔ ان کو کسی چیز کی آزادی اس لئے نہیں دی جاتی ان کو کسی لمحے کی فراغت اس لئے نہیں دی جاتی کہ ان کا کوئی عمل بحران تک رہے گا، تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی تعلیم Issue ہو جائے، کوئی ایسا عملی

Marfat.com

نکتہ Issue ہوجائے جو انسانیت کے لئے کارآمد نہ ہو۔ غور فرمایئے کہ حضرتِ یونس بن متیؑ جب اپنی قوم کی طرف پیمبر بنا کے بھیجے گئے اور مدتوں تبلیغ فرمائی لیکن کچھ اثر نہ ہوا بددعا دی اللہ نے قبول کی کہا اے یونس بن متیؑ صبح ہم سائبان کا عذاب نازل کریں گے، سرخ چمکتی ہوئی بجلیوں کے بادل آئیں گے اور تیری قوم کو تباہ کر دیں گے۔ حضرت یونسؑ وہاں سے نکل آئے اور ان کو بددعا دے کے آئے کہ اب تم میں سے کوئی بھی نہ بچے گا مگر جب یونسؑ نکل آئے تو ان کے کارخاص جو Second-in-command تھے وہ گلی گلی، کوچے کوچے پھرے اور کہا اے لوگو پیمبر کی بددعا سر پہ آگئی ہے، سائبان تمہارے سر پر کھڑا ہے۔ کوئی فرد تم میں سے نہیں بچے گا سوائے اسکے کہ تم توبہ کرو۔ اللہ سے پناہ مانگو۔ تمام شہر اپنے جانور اور بچے لے کر ایک کھلے میدان میں گیا۔ آہ وزاری کی۔ اللہ نے عذاب ٹال دیا۔ خواتین و حضرات حضرت یونسؑ بن متیؑ کو رستے میں پتا لگا کہ وہ جو بددعا دے کے آئے تھے عذاب تو نہیں اترا۔ ناراض ہو گئے۔ اللہ سے کہا کہ اے مالک میں تیرا پیمبر تھا تو نے مجھ سے ہی تو بددعا کرائی تھی میں تبلیغ سے عاجز ہوا تھا۔ اب میری قوم کے سامنے میرا کیا وقار رہا۔ مجھے تو تُو نے رسوا کر دیا، میں واپس نہیں جاؤں گا۔ پھر رستے میں واقعہ پیش آیا۔ مچھلی کے پیٹ میں گئے۔ پھر گرفتارِ بلا ہوئے۔ پھر ایک چھوٹی سی آیتِ کریمہ ان کو عطا ہوئی۔ اب دیکھئے بظاہر یہ غلطی لگتی ہے لیکن یہ انسان کی فلاح و بہبود برکت اور خیر میں کہاں تک جاتی ہے۔ اس اندھیرے، تاریکی اور بلا میں یونسؑ نے آواز دی۔ اے پروردگار "فنادی فی الظلمت ان لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین" (الانبیاء: آیت 87)

You are perfect and you know that i am not perfect.

اگر اس آیت کا اک Simple سا ترجمہ کیا جائے تو یونس بن متیؑ نے یہ آواز دی کہ اے مالکِ کریم

You are perfect, I am not perfect and you know that i am not perfect, i made a mistake,

i am sorry.

Marfat.com

خدائے کریم نے فرمایا ہم نے اسے غم سے نجات دی اور نہ صرف یہ کہ یہ ہمارے پیغمبر کا سادہ سا انداز تکلم اور اپنی غلطی کا کھلا اعتراف اتنا خوبصورت تھا کہ ہمیں پسند آیا اور ہم نے اس کلمے کی بدولت نہ صرف یہ کہ یونس بن متیؑ کو نجات دی بلکہ یہ ہمارا وعدہ رہا کہ کوئی مسلمان، کوئی صاحب ایمان ہم سے اگر اس انداز سے معافی مانگے گا "لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین" (الانبیاء: آیت 87) تو تمام اہل ایمان کو اسی طرح معاف کردیں گے۔ خواتین و حضرات! اگر شیطان کسی سے گناہ کرائے اور وہ شخص ندامت میں توبہ کرے اور پھر اس ندامت سے خدا کی مغفرت ہاتھوں ہاتھ لے اور بخشا جائے تو مجھے بتایئے کہ شیطان کو یہ واقعہ سستا پڑا یا مہنگا پڑا۔ وہ تو انسان کو گمراہ کرنے کے لئے بیٹھا ہے۔ وہ تو انسان کی بلا اور مصیبت میں Interested ہے جو انہیں اغوا کرنے اور سیدھے رستے سے ہٹا کر انہیں شکوک وشبہات کی پگڈنڈیوں پر ڈالنے کے لئے ہے۔ وہ ایسا گناہ کیوں انسان سے کرائے گا کہ جس کے بعد انسان معافیاں مانگیں گے۔ توبہ کریں گے اور توبہ تو انسان نے خود سے تو نہیں شروع کی۔ "فتلقیٰ ادم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہٗ ھو التواب الرحیم" (البقرۃ: آیت 37) ہم نے ہی القا کیے آدمؑ کے سینے پر کلمات توبہ، ہم نے ہی اسے اندازِ انکسار سکھایا، ہم نے ہی اسے منسکر المزاجی دی، ہم نے ہی اسے بتایا کہ تکبرات ذہنیہ کا علاج انکسار اور توبہ میں ہے۔ وہ ہماری طرف پلٹا اور ہم نے اسے معاف کر دیا۔ ہم اسی طرح تمام مومنین کو معاف کریں گے۔ خواتین و حضرات حضور گرامی مرتبت کی زندگی میں ایک Special accomplishment ہم دیکھتے ہیں وہ پہلے کسی انسان نے نہیں دیکھے کچھ نہ کچھ تو اپنے نفس کی چاہت ہوتی ہے مگر اللہ کی ذاتِ گرامی کا اپنے پیغمبر پہ اتنا ٹوٹل کنٹرول ہے کہ ان کی نیند آزاد ہے اور ان کا جاگنا آزاد ہے۔ ان کی نظر آزاد ہے اور نہ عمل آزاد ہے اور نہ ان کی خطا آزاد ہے۔ بہت سے لوگ جب احادیث پہ اعتراض کچھ افعالِ پیغمبر پہ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو اس چیز کا علم نہ تھا۔ اُس چیز کا علم نہ تھا۔ خواتین وحضرات! آپ جدید ترین academic یونیورسٹیوں کے پڑھے ہوئے ہیں مجھے بتایئے کیا تمام علم positive سے نکلتا ہے بہت سارا علم ایسا ہے جو

Marfat.com

negative سے نکلتا ہے جو پرہیز سے نکلتا ہے جو کسی experience کو avoid کرنے سے نکلتا ہے۔ جو اس کے اثرات کو دیکھتے ہوئے اس کے نتائج کو مدنظر رکھے۔ جس شخص نے پہلے آگ سے ہاتھ جلایا ہوگا اسی نے اپنے ہاتھ کو بچایا ہوگا۔ تو بسا اوقات یہ غلط فہمیاں ہو جاتی ہیں پیغمبر کبھی بھی خدا کے کنٹرول سے آزاد نہیں ہوتا وہ ہمیشہ ایک ایسی پاکیزہ اور لطیف روح کی طرح ہوتے ہیں ۔خواتین و حضرات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہمیں یہ بتاتی ہے کہ ان کے افعال، اعمال، ان کی علمیت اور ان کی رسالت میں کوئی فرق نہ تھا۔

By far there has never been another intellectual on earth

کوئی اتنا بڑا دماغ نہیں گزرا جس میں یہ distance اتنے co-related ہوں، اتنے قریب ہوں اور پھر یہ دیکھیے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رہتی دنیا تک پیغمبر رہنا تھا تو رہتی دنیا تک ان کے معیارِ عقل کو سب سے بہتر ہونا تھا۔ آج کی دنیا میں اگر

if i am a high sceptic, if i am a philosopher,if i am a secular

تو مجھے یہ لازم تھا کہ میں یہ دیکھنے کی کوشش کروں کہ میں اس پیغمبر کو کیسے مان سکتا ہوں جو میرے لیے data information سے بھی کم تر ہو۔ میں اس پیمبر کو کیسے پیمبر مان سکتا ہوں جس کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ یہ میرے لیے intellectual calibre سے بھی کم ہے۔ میں اسے کیسے پیمبر مان سکتا ہوں مگر آپ غور کیجیے کہ آپ ان کے اصلی علم کی تو بہت دور کی بات ہے میں آج تک وہ دعا بھی اتنی comprehensively نہیں مانگ سکا جتنی میرے پیغمبر نے پندرہ سو برس پہلے مانگی تھی اللھم اجعل صبراً "اے اللہ مجھے صبر عطا فرما" وجعلنی شکوراً "اے اللہ مجھے اپنی یاد والا بنا" مجھے میری نگاہ میں ہمیشہ چھوٹا رکھ مجھے میری نگاہ میں عزت و حرمت بخش۔ اگر چھوٹا سا ٹکڑا جو ہے اور مجھے میری خلق کی نگاہ میں چھوٹا رکھ "۔ پروردگارِ عالم اس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لہجہ اتنی Maturity ہے۔ اتنا بڑا Brain، اتنا بڑا

Marfat.com

ذہن کہ ایک چھوٹی سی دعا میں وہ پوری زندگی کی Complications کو سمیٹے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ اگر آپ نے زندگی میں کوئی بھی دعا نہ مانگی ہوتو آپ بڑی کوشش کر کے سمیٹیں گے اس لہجے اور خیال کو کہ کوئی ایسی دعا ہو کہ اس دعا کے مانگنے کے بعد مجھے کسی اور دعا کے مانگنے کی حسرت نہ رہے۔ تو فرمایا ''اللھم احسن عاقبتنا فی امور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الآخرۃ" (مسند احمد) اے پروردگار میرے تمام کاموں کا انجام بہتر بنادے اور مجھے دنیا کی رسوائی اور عذابِ آخرت سے بچا"۔ خواتین وحضرات آخر ایک دماغ ہے اس کے اندر it is not a simple fact. اس ذہن کو دیکھئے جو وہ دعائیں آپ کو عطا کر رہا ہے۔ اور دوسری طرف وہ ذہین ہے جس کو الفاظ کے انتخاب پورے نہیں آتے اور اپنی اعلیٰ ذہانتوں کے باوجود آپکی رہنمائی نہیں کرسکتا، ذخیرۂ الفاظ کے باوجود اسے اختصار نہیں آتا اور علوم کی بہتات کے باوجود اسے اعجاز نہیں آتا مگر یہ کیسا Mind ہے کیسا brain ہے جو حقائق دنیا کی بھی خبر دیتا ہے اور حقائق آخرت کی بھی۔ اگر پروردگار عالم یہ کہے الا یعلم من خلق کہ بھئی تم کیا سمجھتے ہو کہ مجھے اپنی تخلیقات کی خبر نہیں آپ کا خیال یہ ہے کہ اکیسویں صدی کی مجھے خبر نہیں۔ میں تو ابتدائے کائنات کی خبر دیتا ہوں۔ تمہارا خیال ہے کہ بیچ میں جو کچھ ہوگا مجھ سے اوجھل ہے۔ میں ایسا خدا ہوں کہ دوسروں کا مالک ہوں۔ جب دنیا اپنے زور پر چلتے ہوئے انجام تک پہنچے گی تو وہاں مجھے کھڑا پائے گی۔ مجھے بیچ کی کوئی خبر نہیں

سنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سنی نہ ابتداء کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

اگر وہ ایک آیت میں یہ کہے کہ "اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" (الانبیآ: آیت 30) How dare you deny me تو یہ انکار کیسے کرسکتے ہو

In the beginning Heavens and earth were one mass, then I forcibly tore them apart

یہ تمام کائنات پہلے ایک وجود تھی۔ قرآن میں اللہ نے کہا کَانَتَا رَتْقاً فَفَتَقْنٰھُمَا چیر کے پھاڑ دیا۔ اس کو جبراً ایک دوسرے سے جدا کیا، اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے "وَجَعَلْنَا" اور پیدا کیا

"مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شیءٍ حَيٍّ" (الانبیاء: آیت 30) اور میں نے تمام حیات کو پانی سے پیدا کیا۔ یہ تو ابتداء تھی ایک حیاتیات کی ابتداء ہے۔ ایک کائنات کی ابتداء ہے اور یہ پھر فرمایا "اذا الشمس کورت" (التکویر: آیت 1) مجھے اس ساعت کی بھی calculation ہے جب میں سورج کو لپیٹ لوں گا۔ ستارے ماند پڑ جائیں گے۔ "القارعة ما القارعة O وما ادرٰک مالقارعة" (القارعة: آیت 1-2) یہ قیامت یہ زلزلہ عظیم یہ کھڑ کھڑانے والی شے یہ تم پر حادثہ ء کرب و بلا ضرور آنے والا ہے ۔یہ تمہارا انجام ہے اس انجام تک چاہے تم secularist ہو چاہے تم مسلمان ہو یا کچھ اور ہو۔ تمہیں اس انجام تک ضرور پہنچنا ہے ۔خواتین وحضرات سوال پیدا یہ ہوتا ہے کہ کیا آج کا ہارڈ وڈ، کیمبرج کا، آکسفورڈ یا قائداعظم یونیورسٹی کا طالب علم معمولی سا حیاتیات اور کائنات کا علم جاننے کے بعد کیا یہ گمان کرے گا کہ اب اس نے علم حاصل کرلیا ہے یہ گمان کرے گا وہ اپنی دانست میں قدرت خداوند سے آگے نکل گیا ہے ۔ایسا امکان صرف جہلاء ہی کر سکتے ہیں اور یہی قرآن حکیم میں اللہ ان سے کہتا ہے۔ اگر تم جانتے ہو تو یہ کبھی نہ کہنا کہ زمانہ ہمیں زندہ رکھتا ہے اور زمانہ ہمیں مارتا ہے اور اس سے آگے کوئی ایسی حقیقت نہیں جس کا ہم نے سامنا کرنا ہے۔

خواتین وحضرات جس اللہ کے علم کا یہ عالم ہو اس کے پیغمبر آخر کو کچھ تو شناخت ہوگی ان زمانوں کی شناخت تو ہوگی ، ان وقتوں کی شناخت تو ہوگی جو آگے آنے والے ہیں تو پھر ملاحظہ فرمایئے۔ بہت کم آپ نے یہ حدیث سنی ہوگی۔ بہت کم۔ یہ وہ احادیث ہیں جو normally اس لئے نہیں کہی جاتیں اور جانی جاتیں کہ ان کا کوئی براہ راست واسطہ اختلاف سے نہیں آپ کو پتا ہے ہمارے علماء عموماً وہ احادیث اٹھاتے ہیں جس سے ایک دوسرے سے لڑائی ممکن ہو سکے تو چونکہ اس حدیث کا کوئی اس قسم کا واسطہ نہیں ہے اس لئے اس حدیث کو pick نہیں کر سکتے ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سوال اوپر تلے آئے اور پوچھا گیا سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ تخلیق کائنات سے پہلے اللہ کیا کر رہا تھا۔ "فرمایا اس کا عرش پانی پہ تھا۔ پھر تخلیق حیات سے پہلے اس کا عرش پانی پہ تھا اور مختصراً اس کا مطلب یہ ہوگا خدا اس وقت پانی پہ کام کر رہا تھا اور تمام تخلیق کو

Marfat.com

پانی سے پیدا کر رہا تھا" تو پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا زمین وآسمان بنانے سے پہلے کہاں تھا جب یہ ستارے نہیں تھے۔ چاند نہیں تھے، سورج نہیں تھے، galaxies نہیں تھیں کوئی کچھ بھی نہیں تھا تو اس وقت اللہ کیا کر رہا تھا gases میں تھا۔ اس وقت وہ ایسے پانی ایسے دھوئیں میں تھا جس میں پانی ملا ہوا تھا۔ اس وقت اس کے اوپر بھی ہوا تھی اور نیچے بھی ہوا تھی اس وقت پوری کائنات میں کچھ بھی نہ تھا سوائے ہوا کے اور ہوا کو اللہ تعالیٰ نے نفس سے فرمایا اور ایسا پانی ابن عباس نے کہا جس میں گیس اور پانی ملی ہوئی ہوا میں سے اگر آپ تھوڑا سا غور کیجئے ابھی تو انسانوں نے حقائق کی تعلیم شروع کی۔ خواتین وحضرات یہ کہ ہم مغربی جستجو سے ناکارہ ہیں بلکہ جب ہم قرآن حکیم کے معیار دیکھتے ہیں تو پتا یہ لگتا ہے کہ مسلمانوں نے صرف ان Corridors میں عقیدتیں جمع کی ہیں۔ انہوں نے اپنا تو کچھ نہیں کیا مگر جب ہم کوئی قرآن کی وضاحت چاہتے ہیں جب اللہ کی کتاب کی وضاحت چاہتے ہیں میں یہ بات بالکل آپ پہ واضح کردوں کہ قرآن کتابِ تخلیق ہے اور سائنس کتابِ تحقیق ہے۔ ان دونوں کا آپس میں کوئی as such واسطہ نہیں سوائے اس کے کہ

Sciences are there to explain the ultimate world of God.

اور جس شخص نے قرآن توجہ سے نہیں پڑھا اور تحقیق اور جستجو سے نہیں پڑھا وہ محض اس کا قصور ہے کہ اس کو یہ نہیں پتا کہ قرآن میں کیا حقائق درج ہیں اور کس دور کے حقائق درج ہیں اگر ایک معمولی سی حدیث کو ہے اگر آپ کو سمجھنے بیٹھیں تو آپ کو اس زمین و آسمان سے پرے ان Cosmologists کے ان Thesis سے واسطہ پڑتا ہے کہ جو آپ کہتے ہیں کہ

Before the building of the Cosmos, before that the stars come into existance, before that whole of the universal system came into existence there were clouds, there were moisturized

Marfat.com

gases.

ان کی تشریحات شروع ہوئیں۔ اور پھر یہ حیرت یہ نہیں ہوتی کہ Sciences کتنی آگے نکل گئی ہے۔ خواتین وحضرات انصاف کرنا پڑتا ہے۔ انصاف یہ کرنا پڑتا ہے کہ پندرہ سو برس پہلے کون سے ایسے Sophisticated instruments تھے، کون سی ایسی Greeks کی کتابیں موجود تھیں کون سے فضلائے روم کے حقائق موجود تھے، کون سے ایسے دانشور موجود تھے جن کو ان حقائق کا علم تھا۔ خواتین وحضرات! علم بہت محدود تھا۔ Greeks کی محنت سے علم میں دو چار اصول ضرور قائم ہو گئے تھے۔ علم الابدان میں Roman's کی محنت سے چند اصول ضرور بن گئے تھے تو حکایت یونان میں سے ایک حقیقت جو حکیم بطلیموس نے پیش کی تھی۔ Ptolemy نے کہا تھا کہ

Earth is stationary and the stars are revolving around it.

یہ بات ماضی بعید کی ہے اور پھر قرآن کے آنے کے بعد کا پرنیکس نے جو Thesis دیا تھا تو اس نے کہا

In fact, Ptolemy was wrong

The sun is stationary and the most of

the stars are

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بطلیموس اور طوسی کے درمیان قرآن (PTOLEMY) آیا اور دیکھنا یہ چاہئے اگر لوگ یہ کہیں کے قرآن پچھلے علوم کو قاطع کرتا ہے تو اصولاً قرآن کو بطلیموس کی بات Copy کرنی چاہیے تھی اگر یہ کہیں کہ بہت بڑا کوئی Psychopath تھا۔ اور اگر اس نے قرآن میں کچھ حقائق اکٹھے کئے تو Maximaum Best اس کو کوپرنکس کی بات نقل کرنی چاہیے تھی مگر قرآن ایسی بات نہیں کرتا۔ قرآن بالکل Different بات کرتا ہے۔ ''وسخر الشمس والقمر'' (الزمر: آیت 5) چاند، سورج، ستارے سب ہم نے مسخر کئے ہیں اور ان

Marfat.com

تمام کائناتی چیزوں کا ایک اصول ہم نے وضع کیا۔ وہ اصول کیا ہے۔ "کل یجری لأجلِ مسمیً" تو یہ تمام چل رہے ہیں ایک وقتِ مقرر تک۔ نہ صرف یہ کہ یہ تمام وقتِ مقررہ تک چل رہے ہیں بلکہ "کل یجری لأجلِ مسمیً" ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔ جوش نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ

ہم ایسے اہلِ نظر کو ثبوت حق کے لیے اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

مگر خواتین و حضرات میں سمجھتا ہوں کہ جس کے پاس تھوڑا سا علم کا انصاف ہے، عقل کا انصاف ہے جو اپنے آپ کو کسی بھی پائیہ اعتدال اور میزان پہ رکھتا ہے جو کسی بھی Prejudice سے خالی ہے۔ ربِ کعبہ کی قسم کہ قرآن کی صرف ایک آیت ہی اس کے ایمان کے لئے کافی ہے۔

Otherwise they will have to find reasons, otherwise they will have to tell me and you. They will have to find the reasons.

کہ آخر کیا Source تھا اس علم کا اتنے Exact علم کا آخر کیا Source تھا۔ ان کو ثابت کرنا پڑے گا کہ کون سا ایسا نفسیاتی عارضہ ہے جو رہتی دنیا تک علوم کی اتنی Exact شناخت کر سکتا ہے۔ ان کو یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ ایسے آثارِ علم موجود تھے جس کی وجہ سے قرآن نے اِدھر سے یہ چھینا اُدھر سے وہ لیا۔ اُدھر سے وہ مانگا اور یہ کتاب مرّتب ہوئی۔ پیمبر کے ہاتھ سے ایسی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ ایک معمولی سی بات آپ کو بتادوں کہ قرآن فہمی کے لئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی سمجھنے کے لئے تھوڑے سے زیادہ علم کی ضرورت ہے۔ ایک چھوٹی سی مثال آپ کو دوں۔ غلام احمد پرویز بھی اور برق بھی اور بہت سارے ایسے مفکرین ہیں جو اسلام میں شاید اقلیت کی ابتدا کر رہے تھے دانشوری کے مراحل طے کر رہے تھے انہوں نے چند حدیثوں پر اعتراض کیے اور اعتراض بڑی بڑی احادیث پہ کیے لیکن میں ایک حدیث، آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ ضرور بتانا چاہوں گا۔ جہاں مفکرین عصرِ حاضر کی کم علمی حائل ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں کوئی فرق نہیں پڑتا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوذرؓ

Marfat.com

پتا ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے۔ فرمایا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ خدا گواہ ہے کہ ہم میں تو انکسارِ علم اصحاب کے درجے کا بھی نہیں آیا وہ اتنے شریف اور اعلیٰ درجے کے علمی لوگ تھے کہ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو کہہ دیتے تھے کہ خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتا ہے۔ And we insist کہ ہم زیادہ جانتے ہیں اور ضرور کوئی نہ کوئی بات احمقانہ حد تک ہم جانتے ہیں تو پوچھا اے ابوذرؓ تمہیں پتا ہے یہ سورج کہاں جاتا ہے۔ فرمایا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتا ہے۔ ارشاد ہوا ابوذرؓ آسمانوں کی بلندیوں یعنی عرش پہ جاتا ہے پھر وہاں سے اسے پلٹنے کا حکم ہوتا ہے اور یہ پلٹتا ہے ایک دن آئے گا کہ جب اس کو پلٹنے کا حکم نہیں دیا جائے گا یہ مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس حدیث میں خواتین و حضرات بے شمار اعتراضات آئے اور اعتراضات Secular فلسفیوں کی جانب سے آئے۔

اب دیکھئے اس وقت تک جب یہ حدیث تھی اور سورج کی movements محدود نہیں تھی اور یہ آج تک بہت سارے لوگ اتنی سنجیدگی سے تو نہیں پڑھتے اور ان کو کچھ پتا بھی نہیں تھا کہ ایک علم ہمارے پاس تھا وہ بھی Movement of the sun کا تھا مگر جب تحقیق علم ہوئی تو پتا یہ چلا کہ سورج ڈیڑھ سو میل per second کی رفتار سے Upper galaxy تک مع اپنے ستاروں کے Move کرتا ہے اور جس مقام پر جاتا ہے، اس کا نام ہی انہوں نے Solar Apex رکھا ہوا ہے۔ اگر آپ تھوڑا سا غور کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سورج عرش تک جاتا ہے اور Apex کا اس سے بہتر ترجمہ کوئی نہیں ہے خواتین و حضرات! پیشتر اس کے ہم زبانِ اعتراض دراز کریں ہمیں کم از کم کچھ دیر رک کے یہ جانچنا چاہیے پرکھنا چاہیے اب بتایئے اگر قولِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم Discard کریں گے۔ ابھی میرے ایک بڑے دوست نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے کہ اللہ کا یقین کس چیز پر ہے اللہ کے یقین اور واحد اعتبار کی آیت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اس لئے کہ خدا کے کلام اور نظام کی بنیاد صرف ایک قولِ رسول پر ہے۔ صرف۔ اور وہ قولِ رسول یہ ہے ذرا خود غور کر کے بتایئے کہ محمد ﷺ اللہ کے ہاتھ میں کس درجہ کنٹرول میں ہوں گے کہ جس سے حضرتِ گرامی کی چالیس برس کی زندگی کو

Marfat.com

Particularlyایک angel کی وساطت سے Watch کیا گیا تا کہ ان کی زبان مبارک سے مذاقاً بھی کھیل کود اور مشغلے میں بھی ایک ذرہ برابر جھوٹ نہ نکلے کیونکہ ان کی زبان مبارک سے نکلا ہوا کلام بندگانِ خدا کے لئے کلامِ خدا کا درجہ رکھتا ہے اور سب اس پہ اعتبار کرتے ہیں۔اس کے علاوہ قرآن کی صداقت کا کوئی اور ثبوت نہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائیں کہ یہ قرآن ہے تو اس کے علاوہ قرآن کی صداقت کا کوئی ثبوت نہیں بہت سارے لوگ اس بات پر کہتے ہیں کہ قرآن کی زبان بڑی اچھی ہے یقیناً اچھی ہوگی لیکن خواتین وحضرات! ہمیں کیا پتا عربی کیا شے ہے۔ ہمیں کیا پتا کہ وہ اندازِ بلاغت کیا ہے۔ ہمیں اگر کچھ پتا ہوگا تو اپنی پنجابی زبان اور اردو کے متعلق پتا ہوگا کہ یہ ہمارے آس پاس بولی جاتی ہیں۔ہم زبان کے اعتبار سے کسی طور بھی قرآن کی گواہی نہیں دے سکتے کیونکہ ہمارا اس کی زبان سے گہرا تعلق نہیں ہے علاوہ ازیں کوئی انسان اس بنیاد پر بھی قرآن کو قرآن نہیں کہہ سکتا کہ اس کی Language، Different ہے۔ ہمارے پاس صرف ایک دلیل ہے کہ قرآن اس لئے اللہ کا کلام ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ بات میری نہیں میرے خدا کی ہے۔ اگر وہ اسے اپنی Own کر رہے ہیں تو وہ حدیث ہے اور اگر اسے خدا سے منسوب کریں تو وہ قرآن ہے اور خواتین وحضرات یہ Prophethood کے بغیر نہیں ہے۔ یہ Prophethood کے ساتھ ساتھ شہادتِ سفرِ علم بھی ہے۔ وہ سفرِ علم جو آدم سے شروع ہوا اور وہ قرآن جو جستہ جستہ پہلے پیمبروں کو عطا کیا گیا۔ایک ایک آیت کی صورت میں ان میں بانٹا گیا اور قرآن سے پہلے بھی قرآن اترا اور تمام پیمبروں اور حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ نے کہا گیا کہ میں آپ کو نئی کتاب نہیں کو دے رہا۔ میں آپ کو اب مکمل کتاب دے رہا ہوں اور ساتھ ساتھ اس کتاب کی حفاظت کی یقین دہانی بھی کرا رہا ہوں۔ کیونکہ اب کسی اور پیغمبر نے نہیں آنا۔اب کوئی شخص خدا کی طرف سے شہادت دینے نہیں آئیگا۔ اس لئے تمہاری صداقت اور امانت قیامت تک لوگوں کے لئے سند رہے گی کہ میں اللہ ہوں، قرآن میرا کلام ہے اور تُو میرا رسُول اور آپ کو معلوم ہے کہ جنت اور دوزخ کی تقسیم میں ایک فرق ہے۔ جنت اور دوزخ کا حصول اعمال پر نہیں ہے۔ خواتین و

Marfat.com

حضرات اس لئے کہ اس کا تعلق علم سے ہے۔ خدا پر اعتبار اور رسول پر اعتبار عمل سے نہیں علم سے تعلق رکھتا ہے اور اگر آپ کا علم ناقص ہو گا تو چاہے آپ کے اعمال کیسے ہی کیوں نہ ہوں آپ خدا کی بخشش کے حقدار نہیں ہو سکتے۔ حضرت اُنسؓ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کچھ ایسا کام بتایئے کہ اس کے بعد مجھے کسی اور سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے، فرمایا اللہ کو اللہ جان اور ایک جان اور اس کی عبادت کر اور لا الہ الا اللہ کہہ۔ اور پھر اس پر استقامت سے قائم رہ پھر اس میں کوئی دوسری ملاوٹ نہ کر، جہاں تک شریعت کا تعلق ہے خواتین و حضرات شریعت صرف ایک پاکیزہ فضاء Create کرتی ہے۔ ایک ایسی سوسائٹی، ایک ایسا ماحول، ایک ایسا قانون، ایک ایسا اندازِ زندگی جس کی بنیاد پر کچھ ایسے لوگ پیدا ہو سکیں جن کی انتہا شاید کسی خداشناس پر ہو، کسی اللہ کے ولی پر ہو، کسی پیمبر پہ ہو مگر جب Secular وراثت ہی ہمیں یہ کہتی ہے کہ ہاتھ کاٹنا غلط ہے تو خواتین و حضرات! اگر واقعی ہاتھ کاٹنا غلط ہے، یہ سزا غلط ہے۔ لیکن رب تک کیا کسی Secular society میں خواتین و حضرات! میں آپ سے Question پوچھ رہا ہوں کیا امریکن اور برٹش سوسائٹی نے اپنے اعلیٰ ترین Legal تفکرات کے ساتھ ہمیں کوئی ایسا System دیا ہے کہ جس سے جرائم کی تعداد کم ہوئی ہو؟ کیا کوئی ایسا نظام Replacement کے لئے دیا ہے؟ یہ جو ہر وقت اسلام اور اس کے نظام پر تنقید کی جاتی ہے۔ یقین جانیے میں ربِ کعبہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں امریکن لا جوڈیشنل سسٹم کا ضرور قائل ہو جاتا مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کے بہترین سسٹم کے باوجود دنیا میں سب سے زیادہ Crimes امریکہ میں ہو رہے ہیں۔ بھئی کسی نظام کے حوالے سے Replacement دو گے تو ہم مانیں گے نا۔ آپ ہمیں Replacement دو نا! کیا آپ ہمیں جاہل مطلق سمجھتے ہیں؟ کیا مسلمان اتنا ہی احمق اور بے وقوف ہے کہ اپنے نظام کو کسی کم تر اور بدتر نظام کے لئے چھوڑ دیں اگر آپ کو اپنے نظام کے بہتر ہونے کا دعویٰ ہے اور اگر آپ کہتے ہیں ہم بڑے مہذّب ہیں۔ تو ہمیں آپ بتایئے کہ پندرہ اور اٹھارہ سال آپ نے قتل کی سزا معطل کر رکھی۔ اور کہا کہ قتل قتل کرنے اور مارنے کی سزا نہیں ہونی چاہیے لیکن پھر میئر نے نیویارک

They failed ہے اس کا مطلب ہے Death penalty شروع کر دی ہے اس کا مطلب ہے They failed میں دوبارہ
psychologists اور مفکرین اور psychologists لہٰذا آپ نے جو نظام چنا تھا اور آپ نے اگر کم از کم دس ہزار مفکرین اور
جرائم پیشہ افراد کی اصلاح کی لئے جمع کر لئے لیکن آپ ہمیں نتائج بتاؤ تاکہ اتنی زیادہ اصلاح اور
اتنی زیادہ مروّتوں کے بعد جرائم پیشہ نے آپ کو بخش دیا۔ اتفاق دیکھیے اس وقت دنیا کے بدترین
جرائم پیشہ لوگ امریکہ اور یورپ میں ہیں اور دنیا کی سب سے بڑی Crime average جو
ہے امریکہ کی ہے کیا ہم اس وجہ سے تمہارا نظام اختیار کر لیں کہ ہمیں اپنے جرائم پیشہ کی تعداد بھی
مقابلتہً اب کم لگتی ہے اور کیا ہم اس میں زیادتی کے خواہش مند ہیں۔ یہ قوانین Replace
نہیں ہو سکتے۔ خواتین و حضرات قرآن حکیم کہتا ہے کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جو تمہیں
دے وہ لے لو اور جس سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ۔ مسئلہ یہ ہے کہ آج تک دنیا کے کسی نظام
نے اپنے اندر مداخلت پسند نہیں کی یعنی آج تک یہ نہیں ہوا کہ Communism نے کسی قسم
کی مداخلت اپنے اندر برداشت کی ہو۔ Capitalism نے کسی قسم کی مداخلت اپنے اندر
برداشت نہیں کی۔ کوئی بھی نظام دنیا کا اپنے اندر مداخلت برداشت نہیں کرتا اس لئے کہ کسی سسٹم کی
تمام کڑیاں مل جل کے اس نظام کے فوائد مرتب کرتی ہیں۔ اگر ساری دنیا کے نظام میں ایک
Social security ہے تو اسلام میں دو Social security system
system ہیں۔ ایک زکوٰۃ کا ایک صدقات کا مگر یہ زکوٰۃ و صدقات اس وقت نافذ العمل ہوں
گے جب ان کے ساتھ نظامِ عدل بھی وابستہ ہوگا۔ جب ان کے ساتھ دوسرے بھی Islamic
Systems آ کے جڑیں گے تو یہ دنیا کا سہل ترین نظام ہے۔ اس کے پیچھے نظام خدا کی ایک
گارنٹی ٹھہری ہے کہ "ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ" (طٰہٰ: آیت 2)۔ اے محمد صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تجھے جو نظام دے کر بھیجا اس میں کوئی مشقت نہیں لیکن یقین جانیئے کہ
قرآن Warn کرتا ہے کہ تم نماز رکھ لیتے ہو اور صدقات چھوڑ دیتے ہو۔ تم یہ سود رکھ لیتے ہو اور
تمہیں یہ نہیں پتا کہ سود کس System سے ختم ہوتا ہے۔ تم لوگوں نے کارکردگی کے معیار ایسے
ناقص رکھ لئے ہیں کہ تم خدا کے احکامات سے نت نئے بہانے ڈھونڈتے ہو۔ ایک بات اچھی

Marfat.com

طرح سن لو "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً" (البقرۃ:208) اگر تم نے اسلام کا فائدہ اٹھانا ہے۔ اگر تم نے اسلام کا اور میرے رسول کی دی ہوئی اس نعمت کا فائدہ اٹھانا ہے تو تمہیں پورا پورا یہ نظام لانا ہوگا۔ لولا لنگڑا اور Bypass نہیں لا سکتے۔ ہاں ایک دفعہ اسے پورا پورا لے آؤ۔ پورے نظامِ اسلام کو نافذ کرلو اس کے بعد مجھ سے آ کے گلہ کرنا کہ اسلام Decadent ہے، پرانا ہے، کمزور ہے اور معاشرے کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔ یہ کر رہا ہے وہ کر رہا ہے خواتین و حضرات یقین جانیے کہ کون سا ایسا قانون آپ کو ملے گا جس کے نتیجے میں آپ اپنے معاشرے، تمدن اور زندگی کو آسان، دلکش، اور خوبصورت بنا سکتے ہیں، اسلام ایک امن پسند، انسانی دوست اور ماڈرن نظام دیتا ہے۔ لیکن اسلام میں جس قدر ایک اعلیٰ نظام ہے، اس کی ایک بدبختی بھی ہے کہ اس کو ہمیشہ غلط انداز اور بری نیت سے پیش کیا گیا اور مکروہ سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کیا گیا یہی وجہ ہے کہ آج تک اس نظام کے مقاصدِ جلیلہ اور ثمرات عوام کی بہتری اور فلاح و بہبود کے لئے عام نہ ہو سکے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی نہایت لذیذ ترین چیز موجود ہو اور اس کا ذائقہ روزمرہ آپ کی کمزوری بھی ہو اور دینے والا اگر اس چیز کو اگال دان میں ڈال کر آپ کو پیش کرے تو آپ کا کیا حشر ہوگا۔ یہ تمام عالم، یہ تمام دانش، یہ تمام مذہب اور تمام خدائی اگال دان میں پڑی ہوئی ہے۔

We must check up our credentials.

میں آخر میں آپ کو عدل کی ایک چھوٹی سی بات بتاتا ہوں۔ کیا جو پہلے لوگ تھے وہ مناصب کے حریص نہیں تھے؟ اگر سنّتِ پیمبر نہیں تو سنّتِ انصاف کیوں ادا کرتے ہیں۔ ایسے علماء جو سرکارِ رسالت مآب کی سنّت پہ چلے تھے۔ یہ ان کے انصاف کا کچھ اور ہی قرینہ تھا۔ امامِ اعظم ابوحنیفہ کو جب خلیفہ نے کہا کہ ہم آپ کو قاضی القضات بنانا چاہتے ہیں تو امام نے کہا میں نہیں بن سکتا مجھ میں اہلیت نہیں ہے تو خلیفہ نے بلایا اور امام سے کہا تم جھوٹ بولتے ہو تو امام نے کہا ہاں میں بولتا ہوں۔ اب تو ظاہر ہو گیا ہے کہ میں جھوٹ بولتا ہوں لہذا جھوٹ بولنے والا کیسے Chief Justice بن سکتا ہے اس بات سے خلیفہ وقت زچ ہو گیا اور اس کے نتیجے میں امام اعظم کو اس

Marfat.com

نے جیل میں ڈال دیا اور جیل ہی میں انکی وفات حسرت آیات ہوئی تھی۔ یہ کیا مناصب کی ہوس تھی کہ جس نے پورے پورے دین کے مناصب کو تہ وبالا کر دیا۔ خواتین وحضرات! ہم وہ جو باغیان ہیں مگر اس میں سے میں بھی آپ سے ایک بڑا اعتراف کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس لئے اعتراف کرنا چاہتا ہوں کہ بڑی کوشش کی زندگی میں مگر صدق وسخا کا ایک شمہ برابر علم حاصل نہ ہوا جو میرے آقا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا، بڑی کوشش کی مگر اس مہمان نوازی کو نہ پہنچ سکا جو میرے آقا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھی، بڑی کوشش کی کہ میں مقروض ہو کر قرض خواہی کا وہ انداز اپنا نہ سکا جو میرے آقا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھا، میں زندگی بھر اس صبر وتحمل کا مظاہرہ کبھی نہ کر سکا جو میرے آقا ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھا، میں نے صفات کی ہر شاہراہ پر اسے بلند مرتبہ دیکھا اور بڑی کوشش کی کہ کوئی Identification کی صورت اختیار کروں لیکن مجھے اعتراف شکست ہے۔ خواتین وحضرات! میں کبھی بھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ذہنی مرتبے کو نہ پہنچ سکا جو اس نے میرے لئے چنا تھا۔ میں کبھی بھی اس کی خواہش اور تمنا کو نہیں پہنچ سکا۔ مگر ایک بات میں نے کبھی ترک نہیں کی جو میرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے عطا فرمائی تھی اور یہ بات ان کی اپنی ذات محبت اور اُنس تھا جسے میں کبھی ترک نہیں کر سکا۔

سوالات وجوابات

ابوجہل موحد تھا لیکن منکرِ رسول ﷺ کیوں؟

سوال: جب ابوجہل بھی اللہ کو مانتا تھا تو پھر اس کا نبی سے جھگڑا کس بات پہ تھا؟

جواب: خواتین وحضرات! انسان کی زندگی ماننے اور نہ ماننے سے نہیں بلکہ ترجیحات سے ہے وہ کس بات پہ کس بات کو ترجیح دیتا ہے۔ یہ فیصلہ کن بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ ابوجہل کیا مانتا تھا، ابوجہل اللہ کے رسول کو سچ مانتا تھا اس کو پتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی غلط بات نہیں کہتے کبھی ان کے زبانِ مبارک سے کوئی لغو بات نہیں نکلی، جھوٹ نہیں نکلا۔ امانت دار اتنے

Marfat.com

تھے کہ تمام معاشرہ، تمام زمانہ ان کی امانت کا گواہ تھا۔ مگر اس سوال کا جواب ابو جہل نے خود دیا کہ باوجود یہ جاننے کے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچ تھے باوجود یہ جاننے کے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں۔ صحیح کہہ رہے ہیں شریک بن اخنس نے ابو جہل سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے ہو اس نے کہا نادان سقایا پہلے ہی بنو ہاشم کے پاس، ولا یہ پہلے ہی بنو ہاشم کے پاس، ھذا یا پہلے ہی بنو ہاشم کے پاس اگر نبوت بھی بنو ہاشم لے گئی تو باقی قریش کے پاس کیا بچے گا خواتین وحضرات! یہ بالکل واضح جواب ہے کہ ابو جہل عمر بن ہشام وہ مطلق اس بات کا قائل تھا کہ نبوت، رسالت اور حقیقت اپنی جگہ مگر خاندانی تمرد اور وجاہت اپنی جگہ پر ہے۔ اگر غور کیجیے تو ابو جہل بالکل واضح الفاظ میں یہ بات کہہ رہا ہے کہ میری خاندانی عزت اور وجاہت کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور نبوت سے خطرہ ہے۔ کیوں کہ بنو ہاشم اور ان کا قبیلہ ایک دوسرے کے دشمن تھے قبائل کے اپنے تعصب تھے وہ کسی قیمت پہ نہیں چاہتے تھے جیسے بنو امیہ، جیسے بنو ہاشم ایسے اور بھی جو قبائل تھے عرب کے وہ اپنے استحکام کے لیے اپنے اپنے اختیارات طلب کرتے تھے اور ابو جہل نے بڑے صاف لفظوں میں کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی میں تو کوئی کلام نہیں ہے مگر سقایا، ھذا یا، ولا یہ پہلے ہی بنو ہاشم کے پاس ہیں اگر وہ نبوت بھی لے گئے تو پھر ہمارے۔ پلے کیا رہ جائیگا تو اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ ابو جہل کو اپنی خاندانی عزت و جاہت سچائی سے زیادہ عزیز تھی اور یہ priority یہی decide کرتی ہے کہ مسلمان کون ہے ایماندار کون ہے اگر آج بھی آپ کی خاندانی وجاہتیں آپ کے عزت وجاہ ومنصب آپ کی رواداریاں آپ کے خاندانی روایت آپ کے دین پہ آج بھی غالب آجائیں گے تو آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہیں بلکہ عمر بن ہشام کی ہی تقلید کر رہے ہوتے ہیں

اللہ کی واحدانیت اور رسالتؐ کی شہادتیں!

سوال: حضرت آدم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک 1,24,000 نبی اور رسول بھیجے گئے اللہ کی واحدنیت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کی گواہی تو دنیا کے وجود کے

Marfat.com

ساتھ بھی دی جا سکتی تھی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شروع میں مبعوث ہو کے یہ کام کر سکتے تھے پھر یہ ہزاروں سال کا سلسلہ کیوں مرتب کیا گیا؟

جواب: خواتین و حضرات جیسے میں نے آپ سے کہا پہلے انسان کی جو تاریخ ہے anthropological سروے ہے، جو تھی ایک last ice age سے شروع ہوئی ہے۔ اس last ice age کو neolithic age بھی کہتے ہیں اور neolithic age کی زیادہ سے زیادہ عمر تیس ہزار سے چالیس ہزار سال کی ہے۔ تیس اور چالیس ہزار سے بہت پہلے ایک چھوٹا سا واقعہ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اسی کروڑ سال سے پہلے تمام مخلوقات دو چیزوں میں بانٹی گئیں وہ مخلوقات جو زمین میں تھیں تو کچھ مخلوقات نے فیصلہ کیا ہم زمین کے اندر رہنے کے بجائے زمین کے بالائی حصے کو جائیں گے، ہم درختوں پہ جائیں گے۔ ہم آسمان کی طرف بڑھیں گے، ان کو ہم primate کہتے ہیں۔ primate جو پہلے انسان سے مشابہت رکھنے والی مخلوق ہے۔ انہوں نے سب سے پہلا اجتہاد یہ کیا کہ زمین اور سوراخ اور بلوں کو چھوڑ کر یہ درختوں کو بلند ہوئے ان میں انسان بھی تھا مگر آپ دیکھئے کہ اسی کروڑ سال سے لیکر تیس ہزار سال تک جب تک ice age شروع ہوئی، انسان کی عقل نے کوئی progress نہیں کی بلکہ chimpanzee کی اگر مقدار ذہن دیکھی جائے اور اس وقت انسان کی مقدار ذہن دیکھی جائے تو حیرت انگیز انکشاف یہ ہوتا ہے کہ آج کے بچے کی brain quantity اگر 2000 cc ہے تو آج بھی وہ primate کے ساتھ چلنے والا chimpanzee 750 cc brain quantity پر کھڑا ہوا ہے تو obviously اتنے کم مقدار ذہن میں کوئی بڑے معقول عقل کی بات اور فیصلے کی بات نہیں ہو سکتی۔ جتنا عرصہ انسان کو اللہ نے عقل دینے میں لگایا خداوند کریم نے قرآن حکیم میں اس کو واضح کیا "هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا O" (الدھر: آیت 1) کہ بلاشبہ زمانے میں انسان پر ایک طویل عرصہ ایسے گزرا کہ وہ کوئی قابل ذکر شے نہ تھا، اس کو عقل و شعور کچھ نہ تھا۔ پھر خداوند کریم نے اس کو دو سسٹم دیئے، دیکھنے کا سسٹم دیا اور سننے کا سسٹم دیا۔ اس کو ڈبل نطفے سے پیدا کیا "اِنَّا خَلَقْنَا

Marfat.com

الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ" پھر اس کو دوہرے نطفوں سے پہلے اسے سنگل پھر ڈبل کیا اس کے بعد ہم نے چاہا کے اس انسان کو آزمائیں اسے آگے بڑھائیں، اسے باقی مخلوقات سے علیحدہ کریں تو فرمایا "فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعاً بَصِيْراً" (الدھر: آیت 2) پھر ہم نے اس کو دو سسٹم دیئے سماعت اور بصارت۔ لاکھوں سال گزر گئے ان سسٹم کو پانے کے باوجود انسان اس قابل نہیں تھا کہ خدا پہچان سکے پھر آخری مرحلہ تربیت انسان آیا اور پروردگار عالم نے فرمایا کہ (آیت) "اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِراً وَ اِمَّا كَفُوْراً" (الدھر: آیت 3) اب میں نے تمہیں راہ دکھائی اتنی تمہاری عقل ہوگئی کہ تمہیں روشنی عطا کی، فکر عطا کی، عقل عطا کی۔ اب تمہاری مرضی ہے بہت بڑے اور بہت اعلیٰ ترین استاد کی طرح اب اس نے choices کو بندے پہ چھوڑ دیا۔ "اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِراً وَ اِمَّا كَفُوْراً" اب تمہیں راہ روشن دکھا دی، فکر دے دی، عقل دے دی، چاہو تو مجھے مانو چاہو تو نہ مانو۔ ہدایت کے تمام سلسلوں میں یہی رواج رہا جیسے میں نے آپ سے پہلے کہا کہ انسان کبھی اس قابل نہیں تھا کہ مکمل قرآن کو حاصل کر سکے مکمل سوچ کو حاصل کر سکے تو جیسے ایک بچہ بڑا ہوتا ہے، اسے ایک ایک لفظ، ایک ایک جملہ آپ تعلیم دینے کی کوشش کرتے ہو۔ ا، ب، سے شروع کرتے ہو اسی طرح اقوام عالم کا اور حضرت انسان کا یہ حال تھا کہ شروع میں انسان بہت بڑی سوچوں کا مالک نہ تھا۔ محدود عقل کے ساتھ اس کی فکر اور اس کی کشادگی ذہن درجہ بدرجہ بڑھ رہی تھی اور جیسے جیسے بڑھ رہی تھی اسے قرآنی احکامات دیئے جا رہے تھے اسے کتاب دی جا رہی تھی حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ کے زمانے تک انسان اس قابل ہو گیا کہ بیشتر احکامات الہیہ کو سمجھنا شروع ہو گیا۔

"وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوْا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوْا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلاً مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ O" (البقرۃ: آیت 83) پھر ان لوگوں کو وہ قوانین دیئے گئے، نماز دی گئی، آداب دیئے گئے مگر اللہ نے دیکھا کہ ابھی انسانی جبلت، انسانی عقل پہ حاوی ہے اور یہ لوگ بار بار جبلتوں کو پلٹ جاتے ہیں، بار بار ہدایت کے باوجود اپنی

Marfat.com

خواہشات کو لپیٹ جاتے ہیں۔ ابھی انسان احوال اور normal کے اس اندر تک نہیں آیا تھا۔ معجزات کے باوجود جو حضرت عیسیٰؑ کو عطا ہوئے، آیات کے باوجود جو حضرت موسیٰؑ کو عطا ہوئیں واقف ہیں ان کی جہالت کی تقلید کا یہ عالم کہ موسیٰؑ نے اس قوم کے لئے کیا کچھ نہ کیا۔ من و سلویٰ کی بارشیں ہوئیں، معجزے ہوئے، بیابان کے بیچ سے رستے گئے، کچھ اڑ دیا گیا قوم کو سلامتی سے نکالا گیا مگر جونہی بالیات شہر کے قریب سے گزرے وہاں عالیشان بتوں کو دیکھا اور مندروں کو دیکھا تو فوراً موسیٰؑ سے request کرنے لگے کہ ہم بھی اپنے خدا کے لئے ایک ایسا ہی بت نہ بنالیں۔ ان کی جہالت، منافقت اور تقلید کی روش جس کی وجہ سے قرآن نے ان پہ لعنت کی ہے کہ یہ صفات انسانوں میں کم اور بندروں میں زیادہ ہوتی ہیں۔ جا بندر بن جاؤ بھٹکے ہوئے بندرو تمہاری یہ عادتیں نہیں جائیں گی ابھی تم اس قابل نہیں ہو کہ امانت الٰہیہ کو مکمل حاصل کر سکو اور ابھی تم اس قابل نہیں ہو کہ میں قرآن حکیم کو پورا تم پر نازل فرماؤں۔ پھر وہ لوگ آئے جن کو آپ بڑے بدتمیز اور جاہل کہتے ہو جو دورِ جاہلیت کے لوگ تھے۔ وہ اعراب جو تند خو، بد سرشت پھر ان میں وہ مشکل ترین استاد آئے۔ ایک عظیم استاد جس کو صرف پڑھانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ایسا استاد جس کے ہاتھ میں کوئی چھڑی کوئی طعنہ نہیں تھا، کوئی سخت بات نہیں تھی، اس نے اس قوم کی جاہلیت کا جبر سہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استادی کا شرف یہ دیا آج استادوں کو سبق یہ دیا کہ وہ کتنی محنت کے بعد انہوں نے بالآخر اس بدتمیز گنوار اور شیطنت پرست قوم کو اصحاب رسول میں بدل دیا اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا وہ اللہ سے راضی ہوئے تو خداوند کریم کسی کام کو اچانک نہیں کرتا بلکہ gradually ترتیب سے اللہ نے قرآن میں کہا کہ عجلت کا کام شیطان کا ہے اور اللہ تو اپنی مرضی سے آہستگی سے، تدبر سے، فکر سے، علم سے، عقل سے انسانوں کی اصلاح کرتا ہے اور تمام بڑے پیغمبروں کا یہی شیوہ کار رہا اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے کیونکہ عقل تمام ہوگئی انسان اپنی بلوغت کو پہنچ گیا کتاب اسے دے دی گئی اس کے بعد کسی اور پیغمبر کے آنے کی گنجائش نہیں رہی۔ کیونکہ ایک بڑی سادہ سی بات آپ کو سمجھانے کی کوشش کروں گا کہ جب تک کتاب پوری نہ ہوئی تھی پیغمبر آتے رہے، amendments آتی رہیں، شیریعتیں بدلتی

رہیں، موسیٰ کی اور تھی، عیسیٰ کی اور تھی، آدمؑ سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک شریعتوں میں تغیر ہوتا رہا، جب تک شریعتیں متغیر رہیں جب تک حلال وحرام کی تکمیل نہ ہوئی پیغمبر آتے رہے، پیغمبر اس لئے آتے رہے کہ اللہ کی طرف سے کتاب کی تبدیلی کا حق کسی فرد بشر کو سوائے اللہ کے پیغمبر کے حاصل نہیں ہے۔ لہٰذا جب تک احکامات میں تبدیلیاں ہونا تھیں، شریعتیں change ہونا تھیں، تب تک پیغمبر آتے رہے مگر جب اللہ نے یہ کہہ دیا کہ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" (المائدۃ: آیت 3) تو میں نے آج کتاب پوری کردی دین تمام کردیا نعمت سے مراد یہاں رسالت ہے۔ آج محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اب اگر آپ کو کسی guidance کی ضرورت ہے کسی instruction کی ضرورت ہے تو بقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن موجود ہے اور حدیث رسول بھی موجود ہے۔ اس لئے اب کسی قسم کی further گنجائش نہیں رہی کسی بندے کی رسالت کی گنجائش نہیں رہی کسی اور کتاب کی گنجائش نہیں رہی اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں قرآن، رسالت محمدیہ اور حدیث رسول کی وجہ سے آج مسلمان ہوں مجھے کسی اور واسطے کی ضرورت نہیں رہی۔

کیا جہاد کی فرضیت انفرادی ہے؟

سوال: آج کل مسلمانوں کا کشمیر، فلسطین اور عراق میں بہت برا حال ہے۔ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں اور ایک جسم کی مانند ہیں۔ کیا ہم پر جہاد فرض ہوتا ہے کہ نہیں؟

جواب:۔ خواتین وحضرات! جہاد کبھی معطل نہیں ہوتا جہاد دور امن میں بھی جاری رہتا ہے اور جہاد آج اس وقت بھی جاری ہے جب کبھی جنگ آزمائی بھی ہو۔ جہاد جنگ میں دفاع ہے۔ مسلمان تہذیب کا دفاع ہے۔ آج تک مسلمانوں نے کوئی جنگ ایسی نہیں لڑی کہ جس میں دفاع پیش نظر نہ تھا، تہذیب کی مدافعت پیش نظر نہ تھی اور آج بھی اگر آپ کی تہذیب کو خطرہ ہے اور آپ کو من حیث المجموع جہاد کا حق ہے جب بھی individual شریعت ہاتھ میں لیتا ہے جب

Marfat.com

individualایک struggle آغاز کرتا ہے تو یہ physical retaliations ہیں۔for example اگر ایک فلسطینی، ایک اسرائیلی اور یہودی کو مارتا ہے تو وہ وجہ صرف یہ ہے کہ ایک فلسطینی کے حقوق غصب ہیں مگر آپ کے نہیں ہیں آپ جو فلسطین سے باہر ہیں۔آپ کے حقوق غصب نہیں ہیں۔کم ازکم اسرائیل کے ہاتھوں سے نہیں۔مگر آپ کو جب درد محسوس ہوتا ہے تو ایک natural affinity ہے جو ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے ہوتی ہے مگر یہ کہنا بڑا مشکل ہوگا کہ اگر فلسطین اسرائیل کے تسلط سے آزاد ہو جائے تو کیا پھر بھی وہ اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھیں گے کہ نہیں رکھیں گے۔ملاحظہ فرمایئے میں آپ کو فرق بتاتا ہوں جس وقت بہت ساری امت مسلمہ غیروں کے قبضے میں تھی جب مصر پر قبضہ تھا، شام پہ قبضہ تھا، سوڈان پہ قبضہ تھا، عراق پہ قبضہ تھا، سعودی عرب پر بھی وہ لوگ غالب تھے وہ لوگ اس وقت چار بڑی تحریکیں اسلام میں اٹھیں۔ایک تو اخوان المسلمین مصر میں، ایک تحریک محمدیہ انڈونیشیا میں آپ کے وقت میں بھی اس وقت دو بڑی organisations جیسے جماعت اسلامیہ وغیرہ یہ اٹھیں اور انہوں نے اسلامی نظام کی حمائت کا نعرہ اٹھایا اور کوشش کی۔مگر قومیں آزاد ہو گئیں یقیناً ان قوموں کی آزادی میں Basically religion کا حصہ تھا جیسے آپ کی پاکستان کی آزادی میں Basically religion کا حصہ تھا یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں کے پاس ملازمتیں نہیں تھیں یہ صحیح ہے کہ انگریز بہت سارے طریقے ایسے استعمال کر رہا تھا کہ overall مسلم امہ depress ہو جائے مگر اس کے باوجود مسلم امہ کو اکٹھے ہونے کے لئے کوئی نعرہ نہیں مل رہا تھا۔وہ ملازمتوں پر اکٹھے نہیں ہو سکتے تھے۔وہ اپنی توہین ذات پہ اکٹھے نہیں ہو سکتے تھے۔بالآخر اقبال اور قائداعظم نے اللہ نے انہیں توفیق بخشی آخر ایک اسلامی cause پر کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ اس نعرے کے وجود میں آتے ہی پوری مسلم امت کو ایک مرکز مل گیا سنٹرسٹی مل گئی تو اقبالؒ نے اپنے لیکچرز میں بڑی خوبصورت بات کہی ہے اسلام نے ہمیشہ مسلمانوں کی مدد کی ہے، مسلمانوں نے کبھی اسلام کی مدد نہیں کی اور اس وقت بھی اسلام کام آیا اور آپ کو ایک نیا ملک اور ایک آزاد ملک دے گیا، باقی جگہ بھی اسلام کام آیا۔اسلامی جذبے نے ہی مصر کو رہائی دی، اسلامی جذبے نے

Marfat.com

شام کو رہائی دی مگر بعد میں secular عنصر اس پر غالب آ گیا اب مسئلہ یہ ہے کہ آج بھی اگر آپ ایک objective view سے دیکھیں کہاں اور کس قسم کی جنگ کون لڑ رہا ہے کس کے لیے لڑ رہا ہے پھر آپ کو احساس ہوگا کہ جہاد ایک pure Islamic institution ہے جسے اس وقت جاری کیا جاتا ہے جب مسلمانوں کی حکومت کسی مسلمان کے ہاتھ میں ہو اور وہ مسلمان باعمل مسلمان ہو اور اس کے خلاف کوئی شرعی اعتراض نہ اٹھتا ہو۔ جب آپ اسے اسلامی حکومت کا سربراہ مانیں گے تب اگر وہ فتویٰ جہاد سوچ سمجھ کے علماء اور شریعت کے ذریعے دے گا۔ پھر اس کو ایک اسلامی conceptual جہاد پہ وہ پورا اترے گا کوئی individual بندہ یا کوئی individual مولوی فتویٰ جہاد نہیں دے سکتا۔ یہ مسلک ایک حکومت وقت کا ہے، خلیفہء وقت کا ہے مگر اس خلیفہ وقت کے لیے پورا مسلمان ہونا ضروری ہے اور اس اعتبار کے ساتھ کہ باقی امت بھی اس پہ مسلمان ہونے کا اقرار کرے۔ آج کے حکمرانوں کو ہم ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی مثال نہیں دے سکتے آج مسلم امت کا کوئی بھی حکمران اس قابل نہیں ہے کہ اسے کسی اعتبار سے وہ اسلامی شرف حاصل ہو جو باقاعدہ پہلے مسلمانوں کو حاصل ہوتے تھے اس لیے اب حکومتی level پہ فتویٰ جہاد نہیں ہو سکتا باقی رہا individual انفرادی جہاد تو وہ ایک جذبہ ہے ایک ایسا جذبہ جس کی شدت میں کوئی کلام نہیں مگر ایک جہاد جو اس وقت بہت ضروری ہے یہ اس وقت ہر مسلمان کر سکتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرامی مرتبت بتوک کی جنگ سے پلٹے تو آپ نے کہا کہ اب ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کو پلٹتے ہیں تو اصحاب نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ اہلِ کفر سے جنگ کرنا اور تلواروں سے سر کاٹنا اور کٹوانے سے بڑا بھی کوئی جہاد ہے۔ فرمایا ہاں "جہاد بالنفس" ہمیں اپنا امتحان لینا ہے ہمیں جائزہ لینا ہے کہ ہماری دعائیں کیوں مقبول نہیں، ہمیں سوچنا ہے کہ خدا ہماری مدد کیوں نہیں کر رہا خدا کا وعدہ تو بڑا سادہ ہے کہ وہ "وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ O" (آل عمران: آیت 139) اگر تم سستی نہیں کرو گے، اگر تم غم نہیں کرو گے تو ہمیں اپنے عزت و جلال کی قسم ہے کہ ہم تمہیں غالب کریں گے۔ فرض کرو آج عراق اسیرِ قید فرنگ ہے، فرض کرو آج افغانستان اسیر قید فرنگ

Marfat.com

ہے، فرض کرو آج پاکستان مغلوب قید فرنگ ہے تو آپ کو سوچنا پڑے گا کہ کیا ہم میں ایمان کی کمی تو نہیں۔ ربّ کریم کا وعدہ تو سچا ہے اس سے سچی بات تو کسی کی نہیں پھر ہمیں بحیثیت مسلمان سوچنا پڑے گا کہ شاید ہم اس آیت پہ پورا نہیں اترتے کہ جو اللہ نے کہی کہ میرے بارے میں سستی اور غم نہ کرنا بلکہ امید رکھنا اللہ کے ساتھ امید رکھنا اور غیر کے ساتھ امید نہ رکھنا اور اگر تم نے ہمارے ساتھ امید وابستہ رکھی اور اپنے دلوں کو اپنے ایمان سے مضبوط فرمایا تو یقین جانو ہمیں عزت و جلال کی قسم ہے "وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ" خواتین و حضرات! میں اس میں تھوڑی سی بات add کر دوں کہ ایک بات ضرور جانیں کہ تصوّرِ مہدی کیا ہے۔ آنے والے وقتوں میں تصور مہدی کیا ہے اگر آپ سچ پوچھو تو جو بات ہم میں نہیں وہ مہدی میں ہے جو اس وقت کسی مسلمان میں نظر نہیں آتی وہ مہدی میں ہوگی بخاری میں مہدی کی بڑی معمولی سی تعریف کی ہے کہ زمانہ آخر میں امتِ مسلمہ کا سردار ایک نیک مسلمان ہوگا یہ بڑی واضح حدیث ہے کہ اللہ اس لیے مہدی کے ساتھ ہے کہ وہ قرآن کی اس آیت پہ پورا اترتا ہے وہ اداس نہیں ہے غم کرنے والا نہیں ہے، وہ جذبۂ اصلاح سے سرشار ہے وہ ہادی ہے وہ اور غیروں کو بھی ہدایت کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے اور یہ بھی سن لو کہ اللہ کا اگر ساتھ ہو تو سلطنتِ فراعنہ تین سو برس کی بے شمار لاؤ لشکر بے شمار tank توپیں بے شمار ہواؤں میں اڑتے ہوئے آسیب مگر ایک اللہ جو موسیٰؑ کے ساتھ ہے اور اسے کہتا ہے خبردار وہ تحزن دیکھئے اللہ کیا کہتا ہے موسیٰؑ کو جب حضرت موسیٰؑ نے خوف کا اظہار کیا تو موسیٰؑ سے صرف اتنا کہا مت ڈر میں جو تیرے ساتھ ہوں۔ آج بھی لگتا ہے کہ اللہ آپ کے ساتھ نہیں ہے جب اللہ آپ کے ساتھ ہوگا تو پھر مقتدرِ اعلیٰ وہی، عزت و ذلت کا مالک وہی مالک ملک تو "قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" (آل عمران: آیت 26) سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ وہ کسی مسلمان کی رسوائی کرے، شاید یہ چند کوڑے، یہ چند تازیانہ ہائے غیرت، ہمیں درس دے جائیں، ہماری عزت اسلام چکا جائے اور بجائے ہم دیوانوں کی طرح جنگ کرنے کے ایک مضبوط قومی شعور کے ساتھ اٹھیں پھر

Marfat.com

انشاءاللہ تعالیٰ زمین پہ ہمیں کوئی ناکام کرنے والا نہیں ہوگا۔

قحط الرجال سے کیا مراد ہے؟

سوال: قحط الرجال سے کیا مراد ہے؟

جواب: میرا خیال ہے میں ابھی اسی موضوع پہ بات کر کے ہٹا ہوں کہ we must check up۔ قحط الرجال سے مراد ہے مردوں کا قحط، مرد خدا کی اصلاح میں ایسے شخص کو کہیں گے جو خدا کے توکل، خدا کی امید اور خدا کی محبت اور تین چیزوں میں اللہ کا مرد ظاہر ہوتا ہے اور ایک چیز یہ ہے کہ وہ اللہ کے واسطے دوستی کرتا ہے اور اللہ کے لئے دشمنی کرتا ہے ایمان کی حلاوت مرد میں نمایاں ہوتی ہے اور مرد جسے رجل حریت یا رجل مذہب کہتے ہیں وہ تین صفات کا حامل ہوتا ہے اللہ کے واسطے دوستی کرتا ہے۔ اللہ کے واسطے دشمنی کرتا ہے۔ اس میں محبت رسول دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر ہوتی ہے اور تیسری بات کہ وہ کفر اختیار کرنے کو اتنا ہی برا سمجھتا ہے جیسے آگ میں زندہ جل جانے کو سمجھتا ہے۔ جس میں باتیں ہوں گی وہ اللہ کا مرد ہوگا جب کوئی اللہ کا مرد ہوگا تو وہ کبھی زوال پذیر نہیں ہوگا۔

Marfat.com

سورہ البقرہ کا قرآنی پس منظر

بنیادی طور پر اشیاء کے نام بہت متاثر کرتے ہیں دیکھا یہ گیا ہے کہ کسی بڑے واقعے یا کسی عجیب وغریب خارق عادت واقعہ یا کسی اہم اصولی واقعہ کی بنیاد پر سورت کا نام رکھا جاتا ہے۔ جیسے سورہ بقرہ ہے جیسے الحمد کو قرآن کی اپروچ کہا جا سکتا ہے اسی طرح سورۃ بقرہ کو خلاصہ قرآن بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس میں فطرت کی وہ تمام خرابیاں جو ممکنہ حد تک انسان کو عرفان ذات پروردگار سے روکتی ہیں، ان کا ذکر ہے یہود کی ان عادات کا ذکر ہے جو کسی بھی انسان میں موجود ہو کر اسے جبلی اقدار سے آشنا کرتی ہیں جو اسے بہتر ذہن کو جانے نہیں دیتیں۔ سورہ بقرہ میں ایسے حیرت انگیز واقعات موجود ہیں جو بظاہر ایسے لگتا ہے خدا نے کثرت معجزہ فرمائی ہے۔ بہت پہلے پیارے پیغمبروں کے ساتھ بہت سارے جو واقعات گزرے ان کا ذکر کیا۔

وہی بات جو میں الحمد کی وضاحت میں کہہ آیا ہوں کہ یہود اس وقت اس میچورٹی کو پہنچ رہے تھے جہاں انہیں کافی حد تک پیغام اللہ نے دینا چاہا، تورات کے دس احکامات جن کا ذکر قرآن نے بھی کیا ہے، انہیں عطا کرتے ہوئے، اس بات کا اچھی طرح خیال رکھا کہ یہ قوم اب میچورٹی کے اس مقام تک پہنچ گئی ہے کہ اپنی جبلی خواہشات کی خاطر نت نئے عذر، بہانے اور تجاویز نکال سکتی ہے تو یقیناً ان میں یہ ملکہ بھی ہوگا کہ یہ خدا کا رستہ پہچان سکیں مگر اس قوم کا عملی مشاہدہ یہ حیرت انگیز انکشاف کرتا ہے کہ یہود میں بار بار رخصت اپنی جبلی اقدار کی طرف اور احکام کو ٹالنے کی کوشش بدرجہ اتم موجود ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ ایک ایسی بدتمیز اور نازیبا کردار کی قوم ہے کہ اس کیلئے بار بار کسی بڑی سزا کا سنانا لازم قرار پاتا ہے۔ کبھی یہ فراعنہ مصر کے جاہ وجلال کا شکار ہوتے ہیں تو کبھی خداوند کریم ان کے سر پر طور سینا کو کھڑے کرتے ہیں پھر کبھی ان کو چالیس برس کی

Marfat.com

صحرائے سینا کی در بدری سے آشنا کیا جاتا ہے۔

اس عرصے میں سورہ بقرہ کی تلاوت سے بہت بڑا نفسیاتی پہلو جو ہمارے سامنے آتا ہے اور جو شاید آج ہم پاکستانی صورتحال میں بھی اس کا سامنا کر رہے ہیں، وہ طریقہ کار یہ ہے کہ جس کے تحت خداوند کریم نے انسانی میچورٹی اور کلام الٰہیہ ان کو دینے کے باوجود جو سب سے بڑا ذہنی قدم اٹھایا ہے، وہ علم کو آگے بڑھانا اور نفسیات ذہن کو سمجھنا اور اس پر غور و فکر کرنا ہے اور انسانوں کو ہر اعتبار سے علم و عقل کی اس منزل تک لانا ہے جس پر رسول اللہؐ اور اصحاب رسول پہنچے تھے۔ یہ ایک حیرت انگیز پراسیس ہے جو قطعاً بھی معجزاتی نظر نہیں آتا بلکہ ایک سوچا سمجھا طریقہ کار جس میں اللہ میاں ایک بہت بڑے استاد کی طرح نظر آتے ہیں جو اپنی کلاس کو تعلیم دیتا ہے۔ مجموعی طور پر تمام انسان ایک کلاس ہے۔ اس کی ابتدا اس کے درمیان اور اس کا انجام اس کو اپنے طریقے سے چلاتے چلے ہیں جہاں سزا ضروری ہے وہاں سزا سنا رہے ہیں اور جہاں مقبولیت ہے وہاں بہت سارے انعامات بھی سنا رہے ہیں۔

کئی لوگ یہ کہتے ہیں کہ جنت و جہنم کا کیا بکھیڑا اللہ میاں نے پال رکھا ہے خدا کے ہاں سے لالچ ایشو ہوتا ہے اور کہیں خدا کے ہاں سے ڈرانے والی سزائیں جاری ہوتی ہیں مگر اگر آپ قوموں کی عملی زندگی کا نفسیاتی اور سماجی لحاظ سے مطالعہ کریں تو یہ بات بڑی وضاحت سے نظر آتی ہے کہ انسانوں کے کنڈکٹ میں اللہ کی تعلیمات کو آگے جو بھی اقدام لینا تھا اس کے مطابق اللہ نے ان کے لئے اجرا کیا۔ ساتھ ساتھ آنے والے وقتوں کے میچور اذہان کیلئے طریقہ کار بھی متعین کیا۔ مثال کے طور پر جب اللہ یہ کہتا ہے والقد علم الذین اعتدو منکم فی اسبت وقلنا کونو قردۃ فاسئین جب ان سے کہا گیا کہ تم اس تالاب سے سبت والے دن مچھلی نہ پکڑو ورنہ تم بگڑے ہوئے بندر ہو جاؤ گے تو دیکھئے ایک توجہ یہ بھی کرنی پڑتی ہے کہ بندر کی خاصیت کیا ہے تو اس کی سب سے بڑی صفت ہمارے سامنے یہ آتی ہے کہ یہ نقال ہے، ہر صورت ایک بندر دوسرے بندر یا ایک بندر کسی بھی دوسرے شخص کی نقل کرنا ضروری سمجھتا ہے تو رخصت اور نقالی جسے اللہ نے کونو قردۃ خاسئیں کہا کہ لالچ اور نقالی یہ دونوں صفات ہمیں بنو اسرائیل کے اس پورے طبقے میں نظر آتی ہیں اس میں

Marfat.com

بدنی ضروریات کو رجعت ہے اور وہ اللہ کا حکم ماننے سے صرف اس لئے انکاری ہوتے ہیں کہ دن کا لالچ ان کی بے عقلیت اور ان کا دوبارہ جبلتوں کو رجوع کرنا ہر وقت ان کے سامنے ہے۔

پھر سورۃ بقرہ میں جہاں خدا کے رستے میں ہمیں انسانوں کی طبعی شادمانیاں نظر آتی ہیں وہاں اخوت و تسلیم بھی نظر آتی ہے حضرت اسماعیل اور ابراہیم کے واقعات خاص طور پر خانہ کعبہ کی بنیاد رکھنا اور ایمان و دین کی مرکزیت قائم کرنا شامل ہے۔اس میں ہمیں بڑی وضاحت سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں ناقص عقل کی جبلی رجعتوں کا ذکر کیا ہے وہاں ایک پائیدار شعور اور بڑا سمجھدارانہ اور صحتمندانہ جائزہ اشیا کا موجود ہے، اس کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے۔اس میں حضرت ابراہیم کو واضح طور پر ایک مثال قرار دیا گیا ہے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم ایک ایسی مضبوط دلیل تک پہنچ چکے تھے جس کو خداوند کریم کی عنایت سے انہوں نے اپنے غور وفکر سے پایا خاص طور پر سورہ بقرہ کا جب ہم انجام دیکھتے ہیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دونوں طرف کے ان رجحانات کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ بالآخر اپنے اوپر اور رسالت پر ایمان اور دوسرے احکام کو مضبوط کرتا ہے۔

دونوں کی بنیاد عقل و شعور پر ہے۔ایک عقل و شعور منفی رجحانات تخلیق کرتا ہے، انسان کو جانوروں کے اقدار کی طرف لوٹاتا ہے جبکہ وہی عقل و شعور ہے جس کی مدد سے حضرت ابراہیمؑ نہ صرف خدا تک پہنچتے ہیں، خلیل اللہ ٹھہرتے ہیں بلکہ بیت اللہ کی مرکزیت قائم کرتے ہیں، اسی میں وہ تمام آیات ہیں کہ جو سنت ابراہیم کو اس قدر مقبول اور اتنا معزز کر دیتی ہیں کہ آئندہ تمام آنے والے انسانوں کیلئے خدا اس پیٹرن کا ٹھاٹ پر اسپیس ریکمنڈ کرتا ہے حتیٰ کہ ان کے بیوی بچوں کی بھی تمام عادات کو حج کا ایک حصہ بنایا گیا۔

اگر دیکھا جائے تو سورہ بقرہ دونوں طرف کی تکمیل کا نام ہے۔ایک طرف فتنہ پرور، فتنہ سامان اور فتنہ جو عقل ہے جو بالآخر جہنم اور اس مقام تک لے جاتی ہے جس کو اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡہِمۡ ءَاَنۡذَرۡتَہُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ O خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوۡبِہِمۡ وَعَلٰی سَمۡعِہِمۡ وَعَلٰۤی اَبۡصَارِہِمۡ غِشَاوَۃٌ وَّلَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ O (البقرۃ:6-7)

Marfat.com

یہاں یہ کہنا بڑی ضروری بات ہے کہ ختم اللہ سے مراد اللہ میاں کا ایک باضابطہ پروسیجر ہے جس کے تحت انسانوں کے دلوں سے آگہی اور شعور ختم ہوتا ہے۔ ایک انتہائی منفی رویے پر قائم ہو جانا اور اسے پسند کرتے ہوئے آگے بڑھانا ہے حتیٰ کہ اس کا انجام جہنم اور ستاناس ہے جسے لہر لگنا کہتے ہیں سید ہجویرؒ نے جیسے ارشاد فرمایا کہ انسانوں کے دل پر دو قسم کے وسوسے دو قسم کے رجحانات غالب ہوتے ہیں ایک کو ہم خطرات کہتے ہیں دوسرے کو وطنات کہتے ہیں خطرات وہ ایسے ہیں یا وہ کمی بیشی ہے جو انسان کے دل میں گناہ وثواب کی آتی ہے جس کو محسوس کرنے کے بعد وہ اپنے اندر خدا کی محبت کی وجہ سے تاسف پاتا ہے اور وہ اللہ کو رخصت کرتا ہے وہ خطرہ قلب سے صاف ہو جاتا ہے مگر جب وہ رجعت اور توفیق نہ رہے اور خدا کی طرف پلٹنا انسان کا باقی نہ رہے تو خطرہ آہستہ آہستہ ایک مستقل حیثیت اختیار کر جاتا ہے وہ داغ پھیلتا ہوا ایک کینسر کی طرح جال بن جاتا ہے جو انسان کی سوچوں عقل اور معرفت اور اس کے انداز زندگی کو چاٹ جاتا ہے اس وقت اس کا وطن کہا جاتا ہے یہ وطن وہ حالت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ''خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ'' کہا ہے اس آیت کا پروسیجر بذات خود وضاحت کرتا ہے کہ ایک دن یا ایک لمحے کا عمل نہیں ہے۔ پہلے دلوں میں وسواس اور خطرات آتے ہیں جو وطنات بنتے ہیں جب دلوں میں وساوس اتنے گہرے ہو جائیں تو پھر خدا کہتا ہے وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِم وہ سماعت اس کو سننے سے انکار کر دیتی ہے جو اللہ کی طرف اس کو لے جائے یہ آنکھ اس چیز کو دیکھنے سے انکار کر دیتی ہے جو دوسری طرف ہے تو دل میں خطرات آنے کے بعد ایک طویل عرصہ لگتا ہے۔ جب سماعت پر ہر قسم کی نصائح اور پند بیکار جاتی ہیں اور آنکھیں اس چیز کو دیکھنا ہی بند کر دیتی ہیں اور ایک قسم کا غیر حقیقی پراسیس شروع ہو جاتا ہے، وہم شروع ہو جاتے ہیں اور انسان اس میں اتنا پختہ ہو جاتا ہے کہ اسے ایک ہی طرف کی چیز نظر آتی رہتی ہے اور وہ بدی کی سائیڈ ہے۔ ذاتی نفعت کی سائیڈ وعلیٰ ابصارهم غشاوة ولهم عذاب عظيم (سورۃ البقرۃ) غشا اس پردے کو کہتے ہیں جس میں دل اس طرح ڈھک جاتا ہے کہ اس کو اپنے گردو پیش میں کوئی امید اور روشنی اور کچھ نیکی کی کرن نظر نہیں آتی۔ تب کہیں جا کے اللہ تعالیٰ کا وہ لفظ ختم اللہ علیٰ قلوبهم اس پر فٹ بیٹھتا

Marfat.com

ہے یعنی دلوں پر مہر تب ہوتی ہے جب دیکھنے، سننے اور تمام حواس کے پراسیس اتنے کلوز ہو جائیں کہ کوئی لفظ نصیحت اس پر اثر نہ کرے۔ اس کی واپسی کا کوئی رستہ نہ رہے اور جبلی اقدار مکمل طور پر حاوی ہو کر اسے ایک ناپید شے قرار دے دیں۔

اس آیت میں کبھی بھی یہ نہیں ہوا کہ وہ پیدائشی مہر لے کے پیدا ہوا کیونکہ یہ خدا کے اس تصور کے خلاف ہے کہ "کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" (الانعام: آیت 12) جب اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کافر و مسلم ہر قسم کے بندوں کو جہنم یا جنت میں جانے سے پہلے ایسے بے شمار مواقع دے گا جس میں سے اس کا پلٹنا ممکن ہو سکتا ہے ورنہ رحمت کا قطعاً مطلب نہیں ہے کہ آپ دلوں کو پہلے سے ہی مہر شدہ پیدا کریں اور ان کو جہنم میں ڈال دیں۔ ایسا کبھی بھی نہیں ہوا۔ ان آیات میں انسانی فطرت کے دونوں طرف کی فطرتوں ایک قلب سلیم اور فطرت سلیم کے شعائر بھی بتائے گئے ہیں اور دوسری طرف فطرت خبیثہ کے بھی شعائر بتائے گئے ہیں۔

بنو اسرائیل کا ذکر اس ضمن میں یہ ہے کہ وہ مغلوب اور نالائق ہی ٹھہرے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (البقرۃ: آیت 61) اس لئے کہ انبیاء کی تکسیر کرنا انبیاء کو قتل کرنا آیت اللہ کو مسخ کرنا اور اپنے مقاصد کیلئے انہیں استعمال کرنا، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ یعنی وہ نہ صرف بڑھ کے برائیاں کرنے والے تھے بلکہ معتدین یعنی اعتدال سے گزرنے والے لوگ تھے اعتدال سے اس حد تک گزرنے والے کہ سورہ بقرہ ہی میں ذکر کرتے ہوئے اللہ کہتا ہے کہ یہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت دل ہو جاتے ہیں۔ ان کی شقاوت قلبی کو ہم سنگدلی بھی نہیں کہہ سکتے کہ سنگدل میں بھی آنسو پھوٹ پڑتا ہے۔ "ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً" (البقرۃ: آیت 74) کہ ایسے پتھر بھی ہیں جو پھٹتے ہیں اور ان میں سے پانی پھوٹ نکلتا ہے ایسے بھی ہیں جن سے چشمے نکلتے ہیں، سو خدا کی محبت اور خوف سے پتھروں پر بھی اثر ہوتا ہے۔ مگر وائے انسان اس پر اس قسم کے کسی حرف تعلیم کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

سورہ بقرہ دراصل اسلام کی نہیں بلکہ ایمان کی داستان ہے۔ ایمان اور کفر کی داستان

ہے۔اس میں انسان آگے بڑھتا ہوا کس حد تک مکروفریب اور ریاکاری اور نفاق سے کام لیتا ہے بالاخر ایک ایسی منزل تک پہنچتا ہے کہ جسے آپ آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ اس میں واپسی نہیں ہے۔

دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو اپنی خطا اور نسیان کے باوجود نصیحت و تسلیم اختیار کرتے ہیں جن کے دلوں سے محبت خداوند نہیں جاتی، وہ آگے بڑھتے ہوئے بالاخر اللہ کے حضور اللہ کی محبت اور اس کے کرم تک پہنچتے ہیں، وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں ملائکہ اور غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو تمام ہمارا ایمان بالغیب یا جس کو ایمان ظاہر کہتے ہیں، صرف ایک چیز کا مرہون منت ہے، آپ عذاب قبر پر یقین کریں نہ کریں بلکہ یقین ہونا نہیں چاہیے، جب تک عذاب قبر کے خالق پر یقین نہ ہو۔اسی طرح نماز روزہ ملائکہ تمام چیزیں ایک خیال کا حصہ ہیں۔ اگر آپ کو اللہ پر یقین نہیں ہے تو یہ تمام پریکٹس اور سماجی خدمات محض رسم ورواج اور ٹابوزرہ جائیں گے۔ان سے کبھی بھی ایمان قائم نہیں ہوگا بلکہ ہمارے اپنے معاشرے میں ہزاروں لوگ ہیں صبح و شام عبادات بھی کر رہے ہیں مگر چونکہ بنیاد تصور اللہ پر قائم نہیں ہے، رجحان اللہ کی طرف نہیں مڑ رہا اور بنیادی یقین خدا کا موجود نہیں ہے۔اس لئے یہ عبادات رائیگاں ہیں۔

اس کے برعکس جو شخص پہلا مسئلہ حل کرتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا سورہ بقرہ میں وہ بڑی مشہور دلیل ہے، جب اللہ تعالیٰ ابراہیم کو آیات الٰہی سے مزین کرتا ہے، ان کے دل کو اس قابل کر دیتا ہے کہ وہ پہلے اپنے خیال سے خدا کی آگاہی پاتے ہیں پھر آیات اللہ سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔ جب آیات اللہ سے اس کا اثبات ہو جاتا ہے تو پھر بھی کوئی نہ کوئی کسر رہ جاتی ہے، اسی لئے جب ابراہیم نے یہ کہا اذ قال ابراہیم رب ادنی کیف تحی الموتا کہ تو مردہ کو زندہ کیسے کرتا ہے تو اللہ نے جواباً کہا ”قال اولم توفن اے ابراہیم ابھی بھی تمہیں کوئی شبہ ہے، تم نے اتنا سوچا، پڑھا لکھا، غور کیا اور صحیح اندازہ لگایا تو نے خوئے تسلیم اختیار کی، اپنے رب کی آگاہی تک پہنچا تو کیا ابھی بھی کوئی شبہ باقی ہے؟ فرمایا نہیں ذہنی طور پر تو قطعاً کوئی شائبہ انکار کا باقی نہیں ہے نہ مجھے کسی قسم کا آپ کی ذات گرامی کے بارے میں شبہ ہے۔ ولکن یطمئن قلبی مگر یہ ہے کہ دل

Marfat.com

کبھی مشاہدے سے اطمینان پاتا ہے تو یہاں مشاہدے کی اپنی ویلیو ہے فرض کریں میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے، میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ اسباب سے کہیں مبرا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر تمام تر اسباب موجود نہیں ہیں تو پھر بھی مجھے میرا اللہ کسی بھی طریقے سے مدد دے سکتا ہے جیسے اللہ نے سورہ بدر میں کہا کہ ہم نے صرف آپ کی تالیف قلب کیلئے ملائکہ بھیجے تھے ورنہ تو ہم ان کے بغیر بھی سب کچھ کر سکتے تھے۔ اللہ کسی کا پابند نہیں ہے، اس نے اپنے ہی تخلیق شدہ کسی سبب پر اپنی خدائی کی بنیاد نہیں رکھی ہوئی۔ اس لئے وہ بڑا آسانی سے یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ نہ بھی ہوتا تو بھی میں تمہیں ہر بلا ہر گردش سے نکال لیتا مگر چونکہ ہم ایک ایسی دنیا میں ہیں جہاں کہ ہماری زندگی اسباب کی محتاج ہے۔ پیدا ہونے پروان چڑھنے اور کام کاج کے لئے تمام کا تمام ایک سلسلہ اسباب ہے جو اس طرح مربوط کر دیا گیا ہے کہ انسان زندگی کے کسی بھی لمحے میں سبب سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ اس عالم میں جب آپ کو خدا یہ کہتا ہے کہ مجھے اس طرح مانو کہ اسباب سے گزر جاؤ، میں مسبب الاسباب ہوں تو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلا نے ماننے کے باوجود کہا کہ ٹھیک ہے اعتبارات یا اعتقاد صرف ذہنی ہوتا ہے، ذہن میں کوئی خامی کوئی خدشہ نہیں مگر مسئلہ یہ ہے کہ اگر نظر سے دیکھ لیں تو نہ صرف تائید ہوتی ہے بلکہ اطمینان قلب ہوتا ہے اللہ نے ان کو مشاہدہ دکھایا۔ وہ مشاہدہ کتنا طاقتور تھا کہ اسی طرح تیسرے سپارے کے آغاز میں جب نمرود بھی یہی دعوی کر رہا ہے جو پہلے خدا کر چکا ہے تو خدا سے تو ابراہیم سوال کر چکے ہیں کہ آپ مجھے وہ مظاہرہ دکھاؤ مگر خدا یہ کہتا ہے کہ تجھے ذہنی اعتبار ہے؟ تو فرمایا ہاں ہے مگر مشاہدہ میرے اعتبار کو مضبوط تر کر دے گا سورہ بقرہ میں ہی نمرود یہ دعوی کرتا ہے کہ "اَنَا اُحۡیٖ وَ اُمِیۡتُ" (البقرۃ: آیت 258) کہ میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں تو یہ دونوں دعوے مساوی چلتے ہیں۔ ادھر اللہ کا دعوی یہ ہے کہ "اَنَا اُحۡیٖ وَ اُمِیۡتُ" ادھر نمرود کہہ رہا ہے کہ انا اوحی وامیت دونوں دعوے مساوی ہیں۔

اللہ نے جب پوچھا کہ ابراہیم تجھے میرے دعوے پر اعتبار نہیں؟ تو حضرت ابراہیم نے کہا اس میں قطعاً کوئی شک نہیں لاریب فیہ مگر مسئلہ یہ ہے میرے مالک کہ میں صرف شہادت نظری

Marfat.com

چاہتا ہوں تا کہ میرا جو یقین ہے، میرا ذہن ہے، وہ اس کو مضبوطی سے قبول کرے مگر جب نمرود یہ دعویٰ کرتا ہے تو ابراہیم اسے کہتے ہیں۔ اچھا ٹھیک ہے تو اس کا ثبوت لاؤ اللہ نے تو ابراہیم کو یہ ثبوت دیا کہ چار پرندوں کو پکڑ کر ان کے سر کاٹ کر، ان کو دور دراز کی چوٹیوں پر رکھ دے مگر ان کو قتل کرنے سے پہلے ہلا لے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سورۃ بقرہ بڑے نفیس اور حیرت انگیز نفسیاتی نکات پیش کرتی ہے، یہاں اللہ تعالیٰ نے کہا ان پرندوں کو پہلے ہلا ملا لے تا کہ ذہنی تشکیک کا ہر وہ پہلو جو اسے ایک ساؤنڈ آرگومنٹ میں اس کو چیچ کر سکتا ہے، وہ نکل جائے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ابراہیم کے ذہن میں یہ وسوسہ گزرتا کہ اللہ میاں میں نے جو پرندے قتل کئے تھے، وہ تو قتل ہو گئے ہیں یہ تو تُو نے کوئی اور زندہ کر کے بھیج دیئے ہیں۔ اللہ نے کہا پہلے ہلا لے تا کہ تُو ان سے اتنا مانوس ہو جا کہ جب وہ تیری طرف پلٹیں تو تجھے ان کے قریب آنے سے پوری طرح پتا ہو کہ یہ وہی پرندے ہیں۔

یہاں مجھے کہنا پڑتا ہے کہ خدا بہت ہوشیار ہے اتنی باریکیوں تک جا کے انسانی نفسیات میں شبہات کو رد کرنا یہ اللہ ہی کا کام ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف جب نمرود یہ کہتا ہے کہ میں بھی زندہ کر سکتا ہوں اور پھر ابراہیم اس سے ثبوت طلب کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے یہ پھانسی پر چڑھا ہوا آدمی ہے، اس کو سزا میں دے چکا ہوں۔ یہ مر رہا ہے چلو چھوڑ دو اس کو، رہا کر دیا جاتا ہے۔ پھر اس شخص کو جو بالکل زندہ اور صحیح سالم بیٹھا ہوا ہے، اس کی جلاد گردن اڑا دیتا ہے۔ تو کہتا ہے دیکھا ہے وانا اوحی وامیت میں بھی زندہ کرتا ہوں، میں بھی مارتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ دلیل تبدیل کر دیتے ہیں کہ ایک دربار کی حد تک محدود تیرے اختیارات اس لازوال رب کریم کے اختیارات کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو زمین و آسمان پر محیط ہے ابراہیم اسے کہتے ہیں۔ "قَالَ اِبْرَاهِيْمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ" (البقرۃ: آیت 258) کفر ٹھیک ہے اگر تو اللہ ہی ہے اور تو نے خدائی ہی کا میچ ڈالنا ہے تو پھر میرا رب تو سورج چاند ستاروں کو اس ترتیب اور اس گردش سے سجائے بیٹھا ہے۔

اگر تُو سمجھتا ہے کہ تو خدا ہے تو پھر ایسا کر دے کہ تو سورج کو مشرق کے بجائے مغرب

Marfat.com

سے طلوع کروادے۔ فَبُهِتَ الَّذِىۡ كَفَرَ (البقرة:258) کافر مبہوت ہو گیا یہ عقلی ہیبت ہے اور مبہوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ ابراہیم اسکو ایسے میدان میں لے جائیں گے جو انسانی بس سے ناممکنات کے زمرے میں آتا ہے، کہیں آگے مظاہر فطرت تک جاتا ہے۔ ابراہیم کی دلیل یہ تھی کہ اللہ ایک کلیت میں اللہ ہے وہ پوری کائنات کا اللہ ہے تم ایک دربار میں بیٹھے ہوئے، ایک فضول سادعویٰ کر کے، اپنے آپ کو کیسے خدا ڈکلیئر کر سکتے ہو؟

سورۃ بقرہ اس لحاظ سے بڑی دلچسپ ماشاء اللہ تعالی العزیز بڑی تفہیم والی سورت ہے کہ اگر آپ خالی سورہ بقرہ سے گزریں تو آپ کو عقل و معرفت کے وہ بنیادی اصول مل جاتے ہیں جس کی مدد سے آپ نے اللہ کی آگاہی کو حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اسی طرح قریباً قریباً تمام وہ بڑے وساوس اور لالچ جو انسان کا رستہ روک سکتے ہیں وہ بھی بنواسرائیل کے ضمن میں درج ہیں۔

اسی قوم کے سلسلے میں ایک حیرت کی بات سامنے آتی ہے کہ انسان جس چیز کا عادی ہو جائے اسے وہی نہ مل جاتا ہے۔

تو جس قوم کو من وسلویٰ مل رہا ہے، جس کو بادلوں کے سائے ہیں کہ صحراؤں کی تپش ان کو جھلسا نہ دے، اس موقع پر بھی وہ لوگ اس آسمانی خانہ نعمت سے تنگ آکر حضرت موسیٰ کو کہتے ہیں کہ ہمارا تو دل اس سے بڑا تنگ آ گیا ہے۔ ہمیں وہی زمینیں چاہییں، وہی تھوم، پیاز، لہسن، ادرک، مولیاں گاجریں درکار ہیں خواہ بہشت سے ہمیں جو من وسلویٰ اتر رہا ہے، یہ ہم نہیں کھا سکتے۔ یہاں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ تواتر عادت اور انسانی فطرت یہ ساری کی ساری تھکنے والی چیزیں ہیں۔ انسان طبعاً نئی سے نئی تبدیلی اور نئی سے نئی جحت چاہتا ہے۔ اپنے کسی مسلک پر قرار نہیں پکڑتا۔ اسی طرح سورہ بقرہ میں ہی وہ واقعہ ہے جب اللہ نے ان کو کہا کہ میں نے ان کے سروں پر طور کھڑا کر دیا، تب کہیں جا کے مانے تو ہم دیکھتے ہیں، وہ ایک ایسا زمانہ تھا اور اللہ اس کی خصوصاً نشاندھی کر رہا ہے کہ جبر کے بغیر کسی ذہن کا تبدیل ہونا ممکن نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسان اس وقت اس ابتدائی بچے کی حالت سے گزر رہا تھا جس کے بارے میں استاد کہتے ہیں کہ یعنی ڈنڈا اٹھا نہیں اور بچہ بگڑا نہیں۔ اس کا بچنا، شعور، وہ جبلی عادتیں، ایک دوسرے کا سب کو، کاپی کرنا، ایک

دوسرے کے پیچھے بھاگنا اور آناً فاناً راستے سے نکل جانا، حمس اور بالبک میں، بتوں کو دیکھ کر خدا کا بت بنانے کی فرمائش کرنا یہ ساری وہ باتیں ہیں جس میں کوئی بندہ کھڑا ہو کے یہ نہیں سوچتا تھا کہ دیکھو ہمارے پاس پیغمبر ہے، پیغام ہے۔ اللہ اور اس کی کتاب ہے، اس کے باوجود ان کا یہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان بندروں کی طرح تھے جو صرف ایک دوسرے کو اور اپنے امراء اور رؤساء کو کاپی کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے وہ بار بار پلٹتے تھے۔ ان عبادات کی طرف جیسے وہ مصر میں بڑے بڑے ٹمپل اور اہرام چھوڑ آئے تھے۔ ان میں جب وہ بڑے بڑے ہبل اور دوسرے بتوں اور ان کی ظاہری شان وشوکت سے متاثر ہوتے تھے تو خواہش کرتے تھے کہ خدا کے بت بھی بنانے چاہئیں۔ اس پر غضب خداوندان پر ہوا، ان کو یہ سزا دی کہ تم میں سے نصف نصف کو قتل کرو گے، اس کے بعد اللہ نے سورہ بقرہ ہی میں ان لوگوں کے بارے میں ہے کہ ان کو بار بار بے اعتباری ہو جاتی تھی، وہ بار بار ثبوت ڈھونڈتے تھے، کبھی ایک معجزہ طلب کرتے تھے، کبھی دوسرا حتیٰ کہ ان کو اللہ نے "فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ" (البقرۃ: آیت 55) بڑے بڑے لوگ اکٹھے کئے، پھر ایک بجلی آئی جوان کو چاٹ گئی "ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" (البقرۃ: آیت 56) موت کے بعد پھر تمہیں زندگی دی ہے، بنی اسرائیل مگر اس کا حشر کیا ہوا؟ آپ جا کے پھر بت پرستی کے لالچ میں مبتلا ہو گئے، اس کا مطلب یہ ہے کہ معجزہ یا اس قسم کا غیر فطری عمل یا خارق عادت ایمان مضبوط نہیں کرتا۔ یہ ایمان کو مضبوط نہیں کرتا بلکہ خارق عادت میں سب سے بڑی پرابلم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نظری دھوکہ آپ کو دے جائے یا چمتکار دکھا جائے تو آناً فاناً آپ اسی تلاش میں بیٹھے ہوتے ہیں کہ کسی محیر العقول اور غیر فطری واقعہ سے اپنے ایمان کو مضبوط کریں۔ آپ دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسے شخص کے ساتھ چلے جائیں گے جو سرے سے آپ کا دین اور تمام ایمان غارت کر دے۔ اس لئے اس موقع پر ہمیں پتا لگتا ہے کہ اللہ نے حتمی طور پر یہ فیصلہ کیا کہ مزید معجزات کی اب گنجائش نہیں۔ پہلے ہی پوری قوم کو مسلسل معجزے دکھانے کے باوجود مجھے کیا ملا؟ اللہ کہتا ہے یہ تو وہ انسان ہی نہیں ہے یہ بلوغت شعور نہیں رکھتا، فیصلہ ہی کرنے کے قابل نہیں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ اب میں مزید معجزات نہیں دکھاؤں گا۔

اب انسان اور آگے بڑھتا اور اتنی میچورٹی حاصل کرتا ہے، اس کے دماغ کی کشادگی اتنی ہوتی ہے، بچپن سے جوانی کی سٹیج میں آتا ہے، اب اکتساب فیض اور اکتساب علم کا وقت ہے، اتنا میچور ہو جاتا ہے کہ اب وہ خدا کا پیغام قبول کرسکتا ہے۔

اس لئے اب محمد رسول اللہ کا آنا لازم تھا' قرآن کا آنا لازم تھا، سورہ بقرہ میں حضرت ابراہیم کی دعا یہی بتاتی ہے "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ" دعا میں معجزے نہیں طلب کئے گئے بلکہ ایک ایسے رسول کے لئے کہا گیا ہے کہ جوان کو علم وحکمت کا درس دے جوان کو لکھائے پڑھائے "وَ يُزَكِّيهِمْ" اور ان کو پاک کرے باطنی عمل بھی دے اور ظاہری عمل بھی "اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝" (البقرۃ:129)

نزول ترتیب اور ترتیب قرآن لوگ اس کی ترتیب میں بے ترتیبی پاتے ہیں، ایک آیت بڑی تیزی سے دوسری آیت سے بدلتی ہے، دو بڑی باتیں ہیں جو قرآن میں پائی جاتی ہیں۔ مسئلہ اپنے وقت اور ضرورت کے وقت پیدا ہوتا ہے سب سے خوبصورت بات قرآن میں یہ ہے کہ اس میں فرضی مسائل نہیں پوچھے جاتے۔ مسائل پیدا ہو رہے ہیں، ایک نئی جنریٹنگ سوسائٹی ہے اور تخلیق کا ایک نیا پہلو ہے، ایک نیا فلسفہ حیات اور ایک نئی زندگی افکار ہے۔ اس افکار کے مطابق یہ جاننے کی ضرورت پڑتی ہے کہ خدا کی مرضی کیا ہے؟ جوں جوں دین آگے بڑھے گا ہر آدمی اس کو ہر حال میں یہ پوچھنا چاہئے کہ خدا کی مرضی کیا ہے؟ خدا اس معاملے میں کیا چاہتا ہے؟ خدا سود میں کیا چاہتا ہے؟ پانی کے بٹوارے اور جائیداد کی تقسیم میں کیا کہتا ہے؟ خدا شکار کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن ایک ترتیب یافتہ تھیسز نہیں ہے بلکہ قرآن مجلس کی انکوائری کی کتاب ہے جہاں ہمہ وقت ایک استاد بیٹھا ہے جو مجسم قرآن ہے جیسے جیسے سوال آرہے ہیں ویسے ویسے جواب آرہے ہیں۔ اس لئے قرآن میں ترتیب مضامین کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ یہ ایک ایسے استاد کی کتاب ہے جو حرکت کر رہی ہے، اس کو نئے نئے مسائل اور نئے نئے مراحل پیش آرہے ہیں۔

Marfat.com

جیسے ایک عورت حضورؐ کی خدمت میں آئی اور کہا میرے خاوند نے مجھے طلاق دے دی ہے میرے بہت سارے بچے ہیں میں کہاں سے کھاؤں؟ حضورؐ خاموش ہیں۔ مجلس تو ظاہر ہے اس قسم کے کسی مسئلے میں نہیں پڑی ہوئی تھی۔ مجلس تو کوئی اور سوال کر رہی تھی، ایک عورت دخل اندازی کرتی ہے اور سوال یہ پیش کر دیتی ہے۔ حضورؐ خاموش رہتے ہیں حتی کہ قرآن کی آیت اترتی ہے، اللہ نے اس عورت کی آواز سن لی جو اللہ سے گلہ کر رہی تھی کہ اس کا حل کیا ہے۔

اب اصحاب رسول کو دیکھئے یہ واقعہ بازار میں پیش آ گیا۔ ایک صحابی کے پاس ایک خاتون کھجوریں لینے آئی، وہ اسے اندر لے گئے اور اس پر چابکدستی یا دراز دستی کا مظاہرہ کیا تو اس عورت نے کہا خدا سے ڈر چونکہ صحابی تھے اللہ سے ڈرنا تو ان کا خمیر میں تھا لہٰذا وہ اتنے خوفزدہ ہوئے کہ روتے پیٹتے ہوئے مجلس صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے اور فرمایا یارسول اللہ میں برباد ہو گیا اور اپنے آپ کو ستون سے باندھ دیا حضور خاموش رہے حتی کہ یہ آیت اتری کہ میاں اگر تم نے کوئی برا کام کیا ہے تو کوئی اچھا کام کرو تمہاری اچھائیاں تمہاری برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ تو اسی طرح کے سوالات قرآن کی تمام تاریخ میں پیش آتے ہیں۔

جوں جوں سوال اٹھتا ہے وہاں وہاں جواب دیا جا رہا ہے اس لئے یہ ترتیب آپ کو بظاہر حقیقی ترتیب نظر نہیں آتی۔

غیب کی تعریف وقت اور بندوں کے لحاظ سے ایک نسبتی معلومات کا نام ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ ایک بندہ ایک معاملے میں غیب میں اور دوسرا شہود میں ہو، اسی طرح عین ممکن ہے کہ ایک جگہ ایک چیز غائب ہو دوسری جگہ وہ شہادت میں ہو پھر ہو سکتا ہے کہ ایک صدی میں علم یا ایک شناخت غیب میں ہو۔ دوسری صدی میں وہ حضور میں ہو۔ تو اتنے نسبتی علم پر کوئی مستند یا حتمی رائے دینا ناقص ترین علم کی نشاندھی کرتی ہے۔

جہاں تک میرا علم ہے اس کائنات میں صرف ایک غائب ہے اور اس پر بھی شہادت موجود ہے۔ اگر آپ کہیں کہ عذاب قبر غائب ہے تو میں کہتا ہوں ٹھیک ہے غائب ہے لیکن اس وقت میرے پاس اس کا علم نہیں ہے۔ فرض کیجئے ایک پورا سسٹم آپ کے نزدیک غیب میں ہے مگر

اس سسٹم کا مالک، آپ کی شہادت میں ہے تو کیا اس کے بعد اس غائب کو ہم غائب کہیں گے؟ فرض کیجئے عذاب قبر غیب ہے برزخ جنت اور دوزخ غیب ہے ملائکہ اور جنات غیب ہیں، یہ ساری چیزیں غائب ہیں مگر ان کا خالق ان کا تخلیق کرنے والا وہ حضور میں ہے۔ شہادت میں ہے آپ کے دل اور دماغ میں ہے، آپ کے وجود میں سرائیت کر رہا ہے، آپ کی نظر میں اور آپ کے دست و پا میں ہے۔ وہ کہتا ہے محمدؐ تیرے ہاتھ پر اصحاب نے بیعت نہیں کی، میرے ہاتھ پر کی، جو بدر میں کہتا ہے کہ بدر میں تُو نے کنکریاں نہیں پھینکیں میں نے پھینکی ہیں۔ وہ کہتا ہے قاب قوسین وادنی کہ میں اپنے محبوب کے اتنے قریب تھا جیسے دو بھوؤں کا فاصلہ وہ جو یہ کہتا ہے کہ جو کچھ اس نے دیکھا مجھے ٹھیک دیکھا ہے اس نے کوئی خطا نہیں کی اب جب عالم و کائنات' لاتعداد کائناتوں اور گلیکسیز کا جس حضور کی شہادت میں ہو اس کیلئے کیا غیب ہو سکتا ہے؟

لوگ پیغمبروں پر غائب و شہادت کا سوال کرتے ہیں، یہ بڑا ناقص سوال ہے۔ جس شخص کا سارا ایمان ایک پیغمبر کی شہادت پر ہو، اس پیغمبر کو کیسے کہہ سکتا ہے کہ اس کو غیب کا علم ہے یا نہیں یہ تھوڑی سی عقل کی بات ہے۔ میں خدا پر یقین لایا رسول اللہ کی وجہ سے، ملائکہ پر محمد رسول اللہ کی وجہ سے یقین لایا، قرآن پر محمد رسول اللہؐ کی وجہ سے اعتبار کیا، قرآن تو ایک ہی ہے جو ان کی زبان سے نکلا وہ حدیث ہے جو محمد رسول اللہؐ کی زبان سے ادا ہوئی مگر مجھے فرق کس نے بتایا؟ س نے کہا یہ قرآن اور کس نے کہا کہ یہ میری بات ہے۔ یہ سارا فرق ایک شخص کی صداقت اور امانت پر مبنی ہے۔ جب میں نے اپنے رسول کو صادق مانا، امین مانا، تو میں نے اس کی حاضر باتوں پر بھی یقین کیا اور اس کی غائب باتوں پر بھی یقین کیا۔ اگر ایک شخص میرے غیب وحضور کا امانت دار ہے تو کیسے عجیب سا لگتا ہے کہ میں اسی شخص سے سوال کروں۔ تجھے غائب آتا ہے، تجھے غائب دیا گیا یا نہیں دیا گیا، اتنا احمقانہ سوال، شاید مذہب میں پہلے کبھی نہ اٹھا نہ اس کا سامنا کیا گیا جو لوگ بھی اس قسم کا سوال کرتے ہیں، میرے نزدیک ان کا ایمان بالکل مشکوک ہوتا ہے، وہ اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں ایمان دار کہا جائے۔

پھر محمد رسول اللہؐ وہ واحد ہستی مبارکہ ہیں جو تواتر سے انبیاء اللہ کے وجود اور ان کی

Marfat.com

باتوں پر شہادت دیتے چلے آئے تھے۔ کسی نے ملائکہ کے ذریعے اللہ کو پہچانا، کسی نے حضور خداوند اس کو پہچانا، کسی نے اس کے اشارہ اور کنایہ، کسی نے براہ راست کلام اور کسی پیغمبر نے اس کے مقدس ترین ملک روح الامین سے اس کو پہچانا، صرف ایک ہستی مبارکہ ہے جس نے اس کی رویت سے اسے پہچانا اور اس پر شہادت دی آخر اس اللہ پر شہادت کیسے مکمل ہو سکتی تھی جس پر رویت کی شہادت نہ ہوتی؟ وہ تو ایک جزوی شہادت تھی اور لوگ کبھی بھی شبہ کر سکتے تھے۔ اگر میں نے کسی کو دیکھا نہ ہو، اس کی باتیں اور اس کے خیال سنے ہوں تو میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ وہ ایسا ہے یا ویسا ہے یہ تو وہی شخص کہہ سکتا ہے اللہ کی طرف سے وہ ڈرا سکتا ہے جو اس کے وجود اور اس کے خیال کی شہادت سے آگاہ ہے۔

پیرانائیڈ اور رسول میں ایک ہی فرق ہے کہ وہ تمام تر شہادتوں کے باوجود جھوٹا ہے اور یہ تمام تر شہادتوں کے ساتھ سچا ہے۔ وہ اپنی زندگی میں بھی استحکام اور اعتدال پیدا نہیں کر سکتا اور پیغمبر ایک کائنات کو مستحکم اور معتدل کر رہا ہے۔ اتنا سارا فرق تو سب کو محسوس ہوتا ہے۔ اللہ نے اپنے بارے میں جو استعمال کئے لفظ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَةِ یعنی غائب اور شہادت دونوں پر علم حکمران ہے۔ اللہ نے اپنا نام جو رکھا ہے۔ عالم الغیب والشہادۃ یعنی غائب ہو یا شہادت اس پر علم حکمران ہے وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ (البقرۃ:255) جیسے اس نے آیت الکرسی میں کہا کہ زمین و آسمان میں ہر ظاہر اور چھپی، ہر پوشیدہ حقیقت، طاقت، خبر، غیب اور شہادت پر کوئی چیز حکمران ہے "ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَ ھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ" (الحدید:3) تو یہ علم سے ہے سمیع اور بصیر، علیم اور لطیف یہ خبیر علم سے ہے اگر علم ہی خیر اور علم ہی شہادت ہے جیسے حضرت موسیٰ کو اس نے کہا کہ تجھے کیسے صبر آئے تجھے علم جو نہیں ہے تو اس بات کی ہمیں پختہ تر شہادت ملتی ہے کہ اللہ کے بعد اگر کوئی سب سے بڑا عالم زمین پر موجود ہے تو وہ اس کا بندہ اور رسول محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس شخص کو اپنے پیغمبر کے علم کے بارے میں شبہ ہے اس سے بڑا نادان مسلمان کوئی نہیں ہو سکتا۔

اب اس پر دو اعتراض کئے جاتے ہیں۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ رسول اللہ کو یہ خبر

Marfat.com

کیوں نہ ہوئی وہ خبرہ کیوں نہ ہوئی یہ جو فصل والا معاملہ ہے، اس میں ان کو کیوں نہ پتا تھا کہ نقصان ہوگا۔ جیسے ایک حدیث میں ہے اور یہ بار بار رسول اللہ کا کہنا کہ مجھے کچھ پتا نہیں ہے البتہ جو میرا رب مجھے بتائے تو رسول اللہ کی یہی بات اس مسئلے کے حل کیلئے کافی ہے کہ مجھے تو بس اتنا علم ہے جتنا میرا اللہ مجھے بتاتا ہے۔ اب کسی کو کیا پتا اللہ اپنے محبوب کو کیا بتاتا ہے؟ اللہ اپنے محبوب کو دجال کا بتاتا ہے، قیامت کا بتاتا ہے۔ اللہ اپنی کتاب میں اور آخر مقام فنا اور حوض کوثر کا بتاتا ہے، جنت اور دوزخ کی سیر کرا رہا ہے، ملین اور ٹریلین سالوں کی خبر دے رہا ہے پھر بھی وہ لوگ کہتے ہیں کہ لوکل خبر کیوں نہ تھی؟ بڑی سادہ سی بات ہے کہ لوکل خبر روکی جاتی ہے اس لئے کہ مقصود علم کا دینا ہوتا ہے اگر کوئی اس قسم کا انکشاف ہی نہیں کیا گیا اس قسم کی بات نہیں کی گئی یا کسی انداز سے یہ پتا چلا کہ اللہ نے اپنے رسولؐ سے یہ خبر روک لی ہے تو مقصد تحقیر کبھی نہ تھا مقصد یہ نہیں تھا کہ ان کے پاس غیب کا علم نہیں ہے یا اللہ نے نہیں دیا۔ مقصد یہ تھا کہ ان رکاوٹوں کے سبب سے ایک قیمتی ترین حصول علم کا اخراج تھا۔

چلئے اس مصدقہ مثال کو لے لیجئے کہ حضورؐ کے پاس کچھ لوگ آئے، انہوں نے کہا حضورؐ ہم کھجور میں پیوند لگاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تو پیوند پسند نہیں کرتا فرمایا ہم پیوند نہیں لگائیں گے پھر گئے۔ انہوں نے پیوند نہیں لگایا فصلوں کا نقصان ہوا' اگلے برس پھر آئے کہا حضورؐ آپ نے کہا تھا ہم نے پیوند نہیں لگایا۔ نقصان ہو گیا۔ فرمایا میں تو اللہ کا نبیؐ ہوں مجھے تو جو اللہ کہتا ہے میں کہہ دیتا ہوں، کبھی میں اپنے پاس سے اگر بات کر دوں تو اصول یہ ہے کہ تم اپنے تجربات اور اپنے طریقے سے فائدہ اٹھاؤ۔ آپ اس حدیث کو دیکھیں تو سائنسز کا قیمتی ترین اصول سامنے آتا ہے جو پیغمبر رہتی دنیا کیلئے چھوڑ گئے مجھے پتا ہے کہ ایک بزنس کے کوائف کیا ہیں مگر میں پریکٹیکل تو نہیں ہوں۔ اگر ایک شخص مجھ سے بزنس کی خبر لینے آتا ہے اور مجھ سے ڈسکس کرتا ہے، میں اسے اطلاع اور خبر دے سکتا ہوں مگر میں اس سے یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ میاں تم اس بزنس کے اتار چڑھاؤ جانتے ہو، ذرائع جانتے ہو، تم وہ کام کرو جو تمہارے تجربے میں افضل ترین ہیں مجھ سے دعا کرا لو مگر کام وہ کرو جسے تم جانتے ہو جو تمہارا تجربہ ہے۔

Marfat.com

دنیا میں جتنی ترقی بھی ہوئی ہے یہ تجربات کے تسلسل سے ہوئی ہے۔ اگر اس طرح غلطی کر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آپ کو رسک میں ڈالتے تو رہتی دنیا تک اہل اسلام میں یہی ہونا تھا کہ چاہے حقائق کدھر بھی جا رہے ہوں، آپ یہ کہیں دعا کریں، میرا کام ہو جائے، حقائق کے خلاف دعا غلط ہوتی ہے حضورؐ نے یہ قانون قائم کیا ہے یہ قانون کہ تجربہ انسان کی میراث ہے اور اللہ کی طرف سے اس قانون پر ان کا استدراک ہے کہ کسی قیمت پر بھی تجربے کی شہادت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

سوالات و جوابات

اسلامی ممالک میں اسلامی حکومت کے قیام کا فقدان!

سوال: دنیا میں ستاون اسلامی ملک ہیں ان میں کس میں اسلامی حکومت قائم ہے اگر نہیں تو کیوں؟

جواب: حضرات گرامی as such تو کسی ملک میں بھی اسلامی حکومت قائم نہیں ہے ہاں البتہ کچھ قبائل میں اسلامی حکومت کے تصور قائم ہیں جیسے سعودی عرب میں ہے جیسے ہمارے پڑوس میں ایک لوکل interpretation of Islam ضرور موجود ہے۔ مسلمان قومیں بہت سارے بحرانوں اور زوال سے گزری ہیں جیسے میں نے آپ سے عرض کیا۔ ایک بچہ اپنے عقیدے پہ بڑی ضربیں کھاتا ہے اور پھر آگے بڑھتا ہوا ایک متفق علیہ یقین تک پہنچتا ہے یہی اسلام کا ہوا کہ جب یہ قید و بند سے نکلیں غلامی سے نکلیں تو یہ چینج میں آئیں۔ چینج یہ ہوئی کہ اقوام مغربی کی ظاہری قوت کو انہوں نے دلیل جانا۔ دلیل سمجھا اور اپنی پستی کو مذہبی اقدار سے جانا اصل مسئلے پر تو انہوں نے کبھی غور نہیں کیا۔ اصل مسئلہ یہ اقوام اسلام نے کبھی غور نہیں کیا انہوں نے خدا کی وحدت پہ کبھی اعتبار نہیں کیا انہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ اللہ یہ کہتا ہے۔ "وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ O" (آل عمران: آیت 139) میرے بارے میں سستی نہ

کرنا، غم نہ کرنا، تم ہی غالب ہو اگر اہل ایمان میں سے ہو۔ خواتین وحضرات! ہمیں بڑے غور سے یہ فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ کہ اگر ہم غالب نہیں ہیں تو پھر اللہ غلط کیوں کہتا ہے ہم اہل ایمان نہیں ہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ ہم اہل ایمان نہیں ہیں اگر ہم اہل ایمان ہیں تو خدا نے کتاب میں لکھ دیا ہے، میں میرے رسول میرے مومنین ہمیشہ غالب رہینگے تو آپ پلٹتے کیوں نہیں ہو، یہ دیکھتے کیوں نہیں ہو کہ اگر ہم غالب نہیں ہیں تو بڑا واضح یہ اشارہ ہے جو اللہ نے قرآن حکیم میں فرمایا "وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ O" (آل عمران: آیت 139) کہ سستی نہ کرو غم نہ کرو تم ہی غالب ہو اگر ایمان والے ہو اور اگر ہم غالب نہیں ہیں تو یقیناً ہم اہل ایمان نہیں ہیں کہیں خامی جا رہی ہے کوئی کمی ہے۔ جو ہمارے مذہب فکر میں آ گئی ہے اور وہ ایک سادہ سی خامی ہے اس کا اگر آپ Analysis کرو گے تو بڑا سادہ سا نکلے گا کہ یہ دین اپنی ترجیحات میں بگڑا ہوا ہے۔ مسلمان کی ترجیحات بگڑ چکی ہیں۔ مڈل ایسٹ کو دیکھو نیشنل ازم مدتوں ترجیح اول رہا۔ اور جب وہ نیشنل ازم سے religion کو آئے تو بھی اللہ انکی ترجیح اول نہ رہا اسلام تشخص تو ہے مگر اللہ ترجیح اول نہیں ہے۔ یہ بڑی Important بات ہے جو آپ کو یاد رکھنی ہے کہ اسلام موجود ہے جیسے میں نے آپ سے پہلے کہا تھا۔ مگر خدا کی محبت دیکھئے ایمان کی شرائط میں نے آپ کو بتائی تھیں۔ اللہ کیلئے محبت رکھنا اللہ کیلئے نفرت کرنا۔ کیا سعودی عرب والے اللہ کیلئے امریکہ سے محبت فرما رہے ہیں۔ کیا مصر والے اللہ کیلئے محبت فرما رہے ہیں کیا عراق والے خدا کیلئے امریکہ سے نفرت فرما رہے ہیں۔ کیا ہم افریقہ سے اللہ کیلئے محبت فرما رہے ہیں۔ ہم میں ایمان نہیں ہے۔ ہم اپنے دنیاوی تحفظات میں ہیں من جملہ پاکستان کے ہمارا کوئی بھی معتبر صاحب حکومت جملہ عالم اسلام میں خدا کی بندگی اور ایمان کا حق ادا نہیں کر رہا۔ اب آپ کسی سے پوچھو آپ کسی سے کہو جی آپ اچھے مسلمان نہیں ہو۔ وہ کہے گا جاؤ جاؤ اپنا کام کرو ہم تم سے زیادہ صاحب ایمان ہیں۔ ہمیں پتا ہے اسلام کیا ہے۔ ہمارے یہ دعوے ہر انسان کے باطن میں موجود ہیں مگر ترجیحات اسلام سے گریز اور اسلام اس طرح آپ کی مدد نہیں کر سکتا۔ آپ معجزات طلب کرتے ہیں۔ طالبان کیساتھ نہیں ہوتے۔ آپ خدا کی مدد تلاش کر رہے تھے۔ اس جدوجہد میں

Marfat.com

ملوث نہیں تھے۔ آپ خدا کی مدد تلاش کر رہے تھے۔ عراق کو نہیں ملی۔ آپ خدا کی مدد تلاش کر رہے ہو۔ تو اس کی پہلی شرط پوری کرنی ہوگی آپ معجزہ طلب کر رہے ہو آپ کو شرط پوری کرنا ہوگی۔ آپ میں سے کوئی تو صاحب ایمان ہونا ایک تو ہو، ایک پر بھی نجات ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ قیامت کب آئیگی۔ فرمایا جب دنیا پر ایک بھی اللہ اللہ کہنے والا نہیں رہے گا۔

ایمان کو مستحکم کرنے کا ایک مجرب نسخہ!

سوال:۔ ایمان کو مستحکم کرنے کا کوئی مجرب نسخہ بتائیں۔

جواب:۔ جیسے ابھی دیکھئے میرے یہ دوست فرما رہے تھے۔ کہ جیسے میں نے ابھی آپ کو آخری آیات میں بتایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ لوگ ہیں کہ جو " اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّ قُعُوْداً وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " (آل عمران 3-191) کھڑے، بیٹھے، کروٹوں کے بل اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ غور و فکر اور علم کی تحصیل کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کو ایمان بھی بڑھانا ہے تو یہی وہ طریقے ہیں اور علم میں پھر تمام تر وہ باتیں آئینگی جیسے اب دیکھئے ایک شخص ہے جو حدیث صرف پڑھتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے وہ اایسے دعوئ علمیت میں جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام کے Basic علوم جو بنیادی شناخت مذہب کیلئے ضروری ہیں وہ آٹھ ہیں۔ قرآن ہے، حدیث ہے، فقہ ہے، سیرت ہے، مغازی ہے، اسماالرجال ہے تو جب تک آپ جستہ جستہ تمام علوم پر تھوڑے سے حاوی نہ ہونگے۔ یا بقول سید ہجویر جب ان سے پوچھا گیا کہ علوم کی تحصیل کیسی ہے۔ تو فرمایا تمام علوم میں اتنا ضرور حاصل کرو جو خدا کی شناخت اور محبت کیلئے ضروری ہے تو اس سے معلوم تو ایسے ہی ہوتا ہے کہ آج کے دور میں مشرق و مغرب کے تمام علوم کی تحصیل ہمارے لئے ضروری ہے اور ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے scepticism کیلئے شبہات کیلئے ان چھوٹے چھوٹے سوال و جواب میں نہ پڑیں جن کی reasoning ہمیں قائل کر لیتی ہے بلکہ خدا انس اور محبت کیلئے ہے اب دیکھئے میں جب امریکہ گیا تھا تو جملہ لوگ مجھ سے ایک ہی سوال کر رہے تھے کہ

Marfat.com

How to reach God.How to know God

سب سے بڑی جو آسٹن یونیورسٹی کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے مجھ سے پوچھا کہ

I tried to find God for fourteen years. I did not find it how did that you find God.

لوگ کہتے ہیں کہ تمہیں خدا نصیب ہے مجھے چودہ سال research کی وجہ سے کیوں نصیب نہیں ہوا

I just answered in a very simple sentence

میں نے اسے کہا پروفیسر

God is not a by-product of mathematical research it has to be the top priority of the intellectual curiosity.

تو جب تک خدا آپ کی ترجیح اول نہیں بنتا اور کہی سنی باتیں آپ کی ترجیح! یہ علم نہیں ہے۔ علم یہ ہے کہ آپ یہ جاننے کی کوشش کرو کہ آپ کو کیا نہیں آتا۔ رسول گرامی مرتبت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ عالم وہ ہے کہ جس کو جو نہ پتا ہو اس کے بارے میں کہے کہ اسے کچھ معلوم نہیں ہے بجائے اس کے کہ وہ دعویٰ علمیت کو اتنا فرخ کرے کہ بہت سارے شرفاء کی پگڑیاں اچھلنا شروع ہو جائیں خواتین وحضرات! اللہ کی طرف علم ہی بڑھاتا ہے جیسے میں نے آپ سے کل عرض کیا کہ خدا خود کہتا ہے۔ "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" (فاطر : آیت 28) کہ اللہ کی خشیت تو صرف اس کے عالموں میں ہے۔ تصوف میں ایک قول مشہور ہے کہ عارف ضرور عالم ہوتا ہے مگر ہر عالم عارف نہیں ہوتا۔ اس لئے خدا کو جاننے کیلئے علم بہت ضروری ہے۔ اور اس کی تحصیل ہر سطح پر ہو سکتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ آپ کلی عالم ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو موقع مہیا کرے کہ آپ خود استدراک حاصل کر سکیں۔ معین الدین چشتی اجمیری آپ ہی کی طرح تو تھے۔ ایک باغ میں نوکر تھے۔ وہ تو دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔ ادھر سے خواجہ عثمان ہارون کا گزر ہوا۔ انہوں نے بشرہ دیکھا۔ فراست بھی تو بڑا علم ہے نا۔ انہوں نے ماتھا دیکھا چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ کہا کچھ کھانے

Marfat.com

کولاؤ آپ نے پلیٹ دھوئی، انگور صاف کیئے، حضرت نے سلیقہ بھی دیکھا۔ جب قریب آئے تو۔

ادب میں اقبال اور ملٹن کا مقام

سوال : آپ اپنی گفتگو میں اکثر اوقات علامہ اقبال کا حوالہ دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک بطور شاعر اقبال کی کیا حیثیت ہے؟

جواب : بات یہ ہے کہ یہاں اقبال نے شاعرانہ کر کے اپنے آپ کو اچھا شاعر سمجھا ہے، خوبصورت لہجے والا سمجھا ہے اور جیسے کہتے ہیں ملٹن نے ظلم کیا انگریزی شاعری پر کہ پیچھے کوئی اچھا شاعر پیدا ہونے نہیں دیا تو میں بھی کہتا ہوں کہ اقبال نے بھی ظلم کیا کہ اتنی بڑی شاعری کر گیا کہ اب افتخار عارف صاحب کو مصیبت آن پڑی ہے۔

محمد بھی تیرا جبریل بھی قرآن بھی تیرا مگر یہ حرف شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا

آرزو، گلہ اور توقع تو میں کر رہا ہوں اس لیے وہ کہتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ یہ سارا کچھ تیرا ہے پھر بھی میری عرض اور میرا مدعا سنے بغیر تجھے بھی چین نہیں ہے اور میں اپنا مدعا صرف خوبصورت ترین الفاظ میں پیش کرنے کی استطاعت رکھتا ہوں بلکہ حیرت ہے کہ مجھے ان کا ایک شعر یاد رہ گیا ہے۔ مجھے تو اس غزل کا یہ شعر پسند ہے۔

اگر کج رو ہیں انجم آسماں تیرا ہے یا میرا
مجھے فکر جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا ہے

حیات بعد ممات کا فلسفہ!

سوال : مرنے کے بعد انسانی وجود کن کن مراحل سے گزرتا ہے اور اس کی کیا صورتیں ہوتی ہیں؟

جواب : اصل میں بڑا خوبصورت سوال ہے میں نے اس پہ باقاعدہ ایک بہت بڑا لیکچر دیا ہوا ہے سارے معاملات پہ حیات بعد ممات پہ مگر میں آپ کو یہ بتا دوں کہ وجود ختم ہونے کے بعد بھی اپنی آخری منزل کا انتظار کرتا ہے، ہم اس کو برزخ کہتے ہیں۔ تو روح جو ہے تین منازل میں آتی اور تین منازل میں جاتی ہے۔ میں نے آپ سے عرض کیا ہے کہ انسان کی بنیادی chip

Marfat.com

processing ایسی ہے جس میں سارے ریکارڈز ہیں جب اسے کائنات بالا سے لوح محفوظ کے حکم کے مطابق برزخ میں shape ملتی ہے، Texture ملتا ہے اور اس کو اس کو شکل و شباہت دی جاتی ہے تو اس میں مادہ وزن نہیں ہوتا یعنی روح بنیادی طور پر جب ایک ذرہ حیات کی شکل میں جس میں پوری کی پوری حیات انسانی کے تمام پراسسز لکھے ہوتے ہیں جب برزخ میں آتی ہے تو اس کو لباس دیا جاتا ہے۔ جب وہ برزخ سے آگے بڑھتی ہے تو اس کو مادی وزن دیا جاتا ہے، وجود دیا جاتا ہے۔ جب واپسی ہوتی ہے تو اسی پیٹرن پہ ہوتی ہے کہ پہلے وزن دیا جاتا ہے۔ پھر اس کا تشخص برزخی وجود لیا جاتا ہے پھر اسے قید و بند میں دوسرے وجود دیے جاتے ہیں جو جنت اور جہنم میں دیے جائیں گے جب اس کا برزخی وجود ہٹ جاتا ہے تو اس کو اسکی منازل دکھائی جاتی ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسے متعدد احادیث میں فرمایا ہے کہ اس شخص کو جس کے اعمال اچھے نہیں ہیں یا جس نے زندگی میں اچھے کام نہیں کیے یا جو اپنے سوال کے جواب مناسب نہ دے سکا، انٹری ٹیسٹ میں فیل ہو گیا، اس کے لیے جہنم کی منازل کشادہ کی جاتی ہیں، اور وہ شخص جو ابتدائی انٹری ٹیسٹ میں کامیاب ہوا اس کے لیے جنت کی منازل کشادہ جاتی ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو یہ جو عذاب قبر کا عرصہ ہے زیادہ terrible نکلتا ہے۔ آپ کو پتا ہے جاپان والے اپنے قیدیوں کو سزا دیتے تھے تو وہ پانی کی بالٹی کے نیچے ذرا سا سوراخ کر کے پانی کو قیدی کے ماتھے پر گرایا کرتے تھے۔ آپ کے خیال میں یہ کیسی تکلیف ہوگی؟ معمولی سی تکلیف ہوگی۔ ایک قطرے کا بالٹی کے پیندے سے گرنا۔ جب پندرہ بیس قطرے گر جاتے ہیں تو اگلے قطرے کے گرنے کا وہ سائیکک خوف اسے پاگل کر دیتا تھا۔ no-body survive یا پاگل ہو جاتے تھے یا نروس بریک ڈاؤن ہو جاتا تھا یہ جو سائیکک عذاب ہے یہ جاری و ساری ہے۔ اس لمحہ تک ان کے پاس پریکٹیکل انسان پہنچے گا اس کی مثال بالکل سادہ سی ہے کہ ایک شخص آپ کو گھر آ کر کہتا ہے کہ آپ کو نیب والے ڈھونڈ رہے ہیں۔ وہ آئیں نہ آئیں آپ تو گئے، آپ عذاب قبر میں گئے۔ خواتین و حضرات! اللہ تعالیٰ آپ کو سوچنے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، بہر حال

I am very very tankful to you...

Marfat.com

مجھے شرمندگی ہو رہی ہے کہ میں نے آپ کو یہاں بہت دیر بٹھایا اور آپ پسینے میں شرابور ہوئے، گرمی بہت تھی۔

مذہب اور سائنس

اَعُوذُ بِا اللّٰہِ السَّمِیعِ العَلِیمِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیم .

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

رَبِّ اَدخِلنِی مُدخَلَ صِدقٍ وَّ اَخرِجنِی مُخرَجَ صِدقٍ وَاجعَل لِی مِن لَّدُنکَ سُلطٰناً نَّصِیرًا.

سُبحَانَ رَبِّکَ رَبِّ العِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُونَ وَ سَلَامٌ عَلَی المُرسَلِینَ وَالحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ .

خواتین وحضرات: آپ کی آمد اور زحمتِ سماعت کا شکر گزار ہوں، کوشش کروں گا آج کے موضوع کو اتنا Explain کر دوں کہ بہت مدتوں کا یہ فسادِ قلب ونظر جو سائنس اور مذہب کے درمیان ہے، یہ کچھ واضح ہو جائے۔ خواتین وحضرات! ایک بات یقینی اور نمایاں ہے کہ کم علم سائنسدانوں اور کم علم تہذیبی رہنماؤں کی وجہ سے سائنس اور مذہب میں اختلاف کی خبریں پیدا ہوئی ہیں۔ ایسا قطعاً نہ تھا۔ بہت زمانہ نہیں ہوا کہ سائنس اپنی اس ترقی یافتہ شکل میں موجود نہ تھی پھر کیا وہ انسان جو دوسری Stone Age سے لیکر تیس ہزار برس تک خدا کے ساتھ رہتا رہا اور ہر زمانے میں اعتقاد، یقین، محبت اور اعتماد سے اللہ کی ذات پر قائم رہا اور کسی نہ کسی شکل میں حتیٰ کہ Taboos کی شکل میں، Voodoos کی شکل میں بھی مذہب کسی نہ کسی صورت میں اس زمانے میں موجود رہا مگر ڈیڑھ دو سو برسوں میں ایک عجیب انقلاب آیا اور وہ انقلاب یہ تھا کہ مذہب کا مالک صرف ایک تھا۔ مذہب کا خالق، صرف ایک تھا۔ وہ اللہ ہو، خدا ہو، ایشور ہو، بھگوان ہو تمام Mythologies ہوں یا تمام مذاہب ہوں اور Mythologies مذہب کی بگڑی ہوئی صورتیں ہیں۔ ان سب میں قادر مطلق اولین حیثیت کی مالک صرف ایک ذات گرامی تھی اور وہ

Marfat.com

اللہ تھا، خدا تھا، ایشور تھا، بھگوان تھا مگر خواتین وحضرات! سائنس کے ساتھ یہ واقعہ پیش نہیں آیا۔ سائنس بذاتہٖ کوئی شے نہ تھی ایک Institution تھا، ایک مظہر تھا۔ ترقی اور ترویج کی ایک کوشش، اس کا اپنا وجود کوئی نہ تھا مگر اس کے خدا بہت تھے۔ مختلف صورتوں میں سائنس کبھی یہ Claim نہیں کرسکتی تھی کہ اس کا مالک ایک ہے۔ تولیمی بھی اسی کا تھا۔ کوپرنکس بھی اسی کا تھا، گیلیلیو بھی اسی کا تھا، واٹسن بھی اسی کا تھا، ہنری ہرش بھی اسی کا تھا، نیوٹن بھی اسی کا تھا، اور عصر غائب سے لیکر عصر حاضر تک سائنس کے اتنے آقاؤں کی یہ بے چاری لونڈی تھی کہ ان آقاؤں کے نام لینے بھی تاریخ زندگی میں دشوار تھے۔ اس کا حل عجیب وغریب نکلا کہ اتنے سارے خداؤں میں جب Cause، Diversions نہ ہوسکی تو لوگوں نے سائنس کو ایک ایسا وجود بخش دیا، سائنس کو ایک ایسی زندگی اور الوہیت بخش دی کہ اب بجائے اس کے ہم یہ کہیں کہ ڈاکٹر واٹسن مذہب کے خلاف ہے یا آئزک نیوٹن خلاف ہے یا آئن سٹائن خلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ سائنس مذہب کے خلاف ہے۔ سائنس جو بذاتہٖ کوئی اختیار کوئی Authority، کوئی وجود نہیں رکھتی، ہم اس کو مذہب کے خلاف قرار دیتے ہیں مگر خواتین وحضرات! ایک اور بھی بڑی بدقسمتی ہے مذہب کے ساتھ اور Sciences میں ایک بہت بڑا اختلاف اور بھی تھا جس کی طرف شاید کسی دانشور کی توجہ نہیں گئی۔ وہ بڑا آسان سا فرق تھا کہ سائنس دانوں نے ایک دوسرے کو اپنا حریف نہیں جانا۔ آج کے سائنسدان نے پچھلے سائنسدان کو تسلیم کیا، اس سے پچھلے سائنس دان نے اس سے پچھلے سائنس دان کو تسلیم کیا۔ اگرچہ ہوپ کن دنیائے حیرت کا آج ایک بہت بڑا نمائندہ ہو مگر وہ تولیمی کی، حکیم بطلیموس کی اس کوشش سے انکار نہیں کرسکتا جو اس نے پہلے جدول شمسی دے کر کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سائنس بغیر تصادم آگے بڑھتی گئی بغیر جنگ کے، بغیر ایک دوسرے کی مخالفت کے آگے بڑھتی گئی اور ایک ایسی Continuity تھی جس میں کسی وقت بھی کوئی علمی فساد نظر نہیں آتا۔ اس کے برعکس خواتین وحضرات! الہیات آغاز سے ہی تصادم کا شکار ہو گیا۔ خواتین و حضرات اس سلسلے میں سب سے بڑا Role جو ادا کیا قومِ یہود نے ادا کیا۔ وہ خداوندِ کریم جو صاحبِ کائنات تھا۔ وہ جو مذہب کا خالق تھا مالک تھا۔ ساری کائنات کے لیے تھا ایک ان پڑھ اور

Marfat.com

جاہل قوم یہود کے بارے میں بڑی غلط فہمیاں ہیں کہ بڑی دانا اور بینا قوم ہے مگر خداوندِ کریم نے جو قرآن حکیم میں اس قوم کی تاریخ بیان کی ہے شاید عقلاً اس سے کوئی بدترین قوم زمین پر پیدا نہیں ہوئی جس نے اس صاحب کائنات کو اس تخلیق کار کو، اتنی بڑی قوت کو، ایک گھروندے میں قید کرنے کی کوشش کی۔ کبھی بنو اسرائیل کا خدا کہا کبھی اپنے دادا ابا کے Status پر رکھا کبھی اس کو اپنا Uncle بنالیا اور خدائے مطلق کو انہوں نے اپنے مذہبی لسانی اور مختلف چھوٹے چھوٹے گروہوں میں قید کر کے اس کی آفاقیت کو محدود کرنے کی کوشش کی۔ خواتین و حضرات پہلے Christians بھی یہودی تھے۔ بنو اسرائیل میں سے کچھ نے اس کو قبول کیا تھا۔ اور کچھ عرصہ کی سلامتی ءِ ذہن کے بعد وہ بھی اسی تضادِ عقل و ذہن کا شکار ہو گئے اور اب انہوں نے دوسری کوشش کے تحت اس خدا کو مزید بنو اسرائیل کے فکری اور نظری گمانوں کا اسیر کر لیا بلکہ انہوں نے تو اسے مکمل فیملی مین قرار دے کر اس کے بال بچے بھی پیدا کرنے شروع کر دیئے اسکی بیوی بھی تخلیق کر لی اور اس کو فرزند بھی مہیا کر دیا۔ خواتین و حضرات اور ایک مذہبی گروہ دوسرے مذہبی گروہ کے خلاف ہو گیا۔ اگر تھوڑا سا بالائے عصبیت جا کر دیکھا جائے اور اس حماقت کو بیچ میں سے نکال دیا جائے تو مذہب جو قرآن کی صورت میں ختم ہوا، اللہ جس نے اسلام کو آخری مذہب قرار دیا اور یہ فرمادیا کہ انَّ الدین عنداللہ الاسلام اب میرے نزدیک تمام مذاہب جو ہیں وہ ان سے صرفِ نظر کرو اور صرف ایک ہی مذہب میرے نزدیک رہِ راست کا مذہب ہے اور اگر میری کوئی سند چاہتا ہے کہ مجھے کیا چیز پسند ہے اور کیا چیز ناپسند ہے تو پھر صرف میرے نزدیک انَّ الدین عنداللہ الاسلام اور فرض کرو اگر تم اسلام سے ہٹ کر کسی یوگا سے یا Chauvinism سے یا اگر تم کسی اور ذریعے سے مجھ کو پانے کی کوشش کر دیا یہ

Hundred thousand spiritualistic schools

جو تم نے Create کیئے ہوئے ہیں یا یہ Intellectual concepts کہ خدا ہر شخص کو، ہر مذہب کو ہر رستے سے مل جاتا میں اسے یکسر باطل قرار دیتا ہوں۔ اللہ نے فرمایا اور اب کسی مذہب میں، کسی فرقے میں، کسی گروہ میں، کسی Christianity میں کسی یہودیت میں خدا

Marfat.com

شناس نہیں ہوگا؟ Why, why not? آخر اتنے بڑے زعیم انسان جو خدا کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں اور اپنے تصرف کے قابل سمجھتے ہیں وہ آخر کیوں اسی خدا کو نہیں پا سکتے۔ فرمایا اب اگر کوئی اسلام کے سوا کسی اور رستے پہ چل کر میرے پاس آیا تو میں قبول نہیں کروں گا۔ خواتین و حضرات! اس کی ایک اور بھی وجہ تھی مذہب ترقی یافتہ ہو رہا تھا۔ اس کے رستے کاٹے گئے، اس پہ پہرے بٹھائے گئے، اس پہ خاندانوں کے تصرف جتائے گئے اور اس سارے تصرف میں، اس میں بادشاہوں کی رضا ڈھونڈی گئی، اس میں تکلم، اس کے انداز، ایسی ایسی چیزیں لائی گئیں کہ خدا اپنی ان کتابوں سے بھی برأت حاصل کر گیا۔ وہ اللہ وہ صاحب تخلیق ان کتابوں سے بھی برأت حاصل کر گیا اور اس نے واضح طور پر کہہ دیا کہ اب میں کسی کتاب کی کوئی ضمانت نہیں دیتا۔ اب کوئی کتاب میری کتاب نہیں۔ کلام میرا ہے مگر ان الفاظ کی ان فقرات کی میں کوئی ذمہ داری نہیں لیتا۔ اب صرف اگر کسی نے مجھے جاننا ہے یا میری صداقت کو پرکھنا ہے تو اب بائبل اور تورات سے نہیں، طالموس سے نہیں، نغمات سلیمانؑ اور داؤدؑ سے نہیں، اب اگر مجھے تم نے جاننا ہے، پرکھنا ہے، مجھ پہ شک کرنا ہے، میرے وجود کی تصدیق چاہتے ہو، میں کون ہوں، جاننا چاہتے ہو تو تمہارے پاس صرف ایک کتاب ہے جس کے ہر لفظ کی، ہر فقرے کی، ہر جملے کی، ہر زیر کی، ہر زبر کی، مطلق حفاظت خود میرے ذمے ہے۔ ''انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون'' کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ خواتین و حضرات! درمیانی صدی میں وہ بڑا مشہور شعر ہے، اہلِ اسلام کے لیے تو وہ طعنے کے طور پر Serve ہوگا کہ

غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن

خواتین و حضرات! وہی مسلمانوں کے ساتھ ہوا، ادھر قسطنطنیہ کا Fall ہوا، ادھر قرطبہ کی درس گاہوں میں علم و حکمت کے چراغ جلے اور وہاں سے علم کی ترسیل شروع ہوئی۔ یورپ میں Renaissance اور Reformation شروع ہوئی اور اس ترسیل علم سے دورِ جہالت علمیۂ یورپ ختم ہوا۔ نئی آگہی اور نئی روشنی پیدا ہوئی مگر جب نئی آگہی اور نئی روشنی پیدا ہوئی تو مقابل وہ نہ تھے، مقابل اسلام نہ تھا، مقابل قرآن نہ تھا۔ ذرا غور فرمایئے اس وقت قرآن اور محمد رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں چند ایک تحقیقات ہوئیں ایک مشہور فرنچ پادری نے اپنے بڑے تاریخی جملے میں لکھا کہ مسلمان ایک دیوتا کی پرستش کرتے ہیں جس کا نام محیط ہے۔ خواتین و حضرات! اگر ایک طرف قرطبہ اور بغداد میں بڑے بڑے علماء کا نام روشن تھا۔ بڑے بڑے دانشور تھے بڑے بڑے Sceptics تھے۔ شبہ کرنا بھی یورپ کو، اندازِ تحقیق بھی یورپ کو ابنِ سینا اور فارابی نے دی، ابنِ رشد نے دی۔ بڑے بڑے پاکستان میں بھائی سائنسدان بھی ہو گزرے ہیں، ہود بھائی ہیں افتخار بھائی بھی ہیں خالد بھائی بھی ہیں۔ بڑے بڑے بھائی ہیں۔ خواتین و حضرات! ایک بات سمجھ نہیں آتی۔ جب وہ کہتے ہیں کہ اسلام میں Sciences نہیں تھیں یا اسلام کے لوگ سائنسدان نہیں ہوتے تھے تو بذاتِ خود یہ لوگ اپنے وجود کا انکار کر رہے ہوتے ہیں۔ تم مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہلوانا چھوڑ دو یا اپنے آپ کو اسلامی سائنسدان کہلوانا چھوڑ دو۔ اگر پندرہ سو برس کے بعد ہود بھائی سائنسدان ہو سکتے ہیں تو پہلے بھی تو کوئی چھوٹے موٹے ایک دو تو ہوتے ہی ہوں گے۔ اب اگر تم Math کو بھی سائنس کہتے ہو اور الجبرا کو بھی سائنس کہتے ہو تو ابھی تک کیا الخوارزمی کا شروع کیا ہوا وہی نام آج تک دنیا کی ساری یونیورسٹیوں میں مستعمل الجبرا والمقابلہ کے نام سے نہیں۔ کیا وہ Sciences نہیں۔ کیا Sciences سے مراد صرف Physics ہے، Cosmology ہے، کیا Sciences سے مراد صرف وہ علم ہے جو صرف آج کے دور کے لئے مختص تھا۔ اگر بارھویں تیرھویں اور گیارھویں صدی میں ایٹم بم کی ضرورت نہ تھی کہ کردگار کی وجہ سے علم ان صدیوں سے آگے نہیں بڑھا تو کیا اتنے بڑے سائنسدان ہونے کے باوجود ان کو عقل نہیں آتی کہ اس وقت Latest قسم کے صنعت و حرفت کی ضرورت نہ تھی۔ جب ایک موچی اپنے ہاتھ سے سارے معاشرے کی جوتیاں بنا لیتا تھا تو پھر اتنے اتنے بڑے کارخانے بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

خواتین و حضرات! یہ سوڈو سائنٹسٹ جو ہوتا ہے۔ شوڈو سائنٹسٹ کی اصطلاح کا ذکر میں اس لئے آپ سے کر رہا ہوں کہ جس کا اپنا Calibre اس سائنس میں کوئی خاص موجود نہیں ہوتا مگر وہ ایک خاص قسم کے Specticism کا اظہار صرف اس لئے کرتا ہے کہ اسے اپنے

Marfat.com

وجود تحقیق سے باہر کچھ تشخیص کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں آپ کو چند بڑے لوگوں کے مذہب پر احمقانہ Remarks ضرور سناؤں گا۔ Russel جب Christanity کی بڑی شدید مخالفت فرما رہے تھے آپ کو پتا ہے کہ مسلمان کو اپنا تعصب تو بڑا ہے تو کسی مسلمان نے اسے Letter to the Bertarnd Russel میں یہ لکھ دیا کہ اے دانشورِ زمانہ آخر تم نے قرآن نہیں پڑھا تم نے جو اتنی Bible پر تنقید کی ہے تو تم نے قرآن نہیں پڑھا، تو خواتین و حضرات اس نے جواب دیا All gospel truth is alike, Why Should I? ملاحظہ کیجئے اس سے بدترین علمی بددیانتی کوئی ہو سکتی ہے ___ کہ All gospel truth is alike, Why Should I? کہ کیوں پڑھوں ساری الہامی کتابیں ایک جیسی تو ہیں اور خواتین و حضرات آپ آج تھوڑا سا آزما کے دیکھ لیجئے۔ بائبل کو تھوڑا سا پڑھ لیجئے تھوڑا سا قرآن کو پڑھ لیجئے۔ ذرا بتایئے تو سہی کہ کیا واقعی Russel سچے تھے۔ کیا بغیر پڑھے ہر اس قسم کی کسی کتاب پر احمقانہ تنقید اتنے بڑے آدمی کو جس کے نام کے ساتھ Century منسوب کر دی گئی جائز ہے؟ ایک بات سنیئے جو موصوف ایک بہت بڑے Cosmologist ہیں دانشوران عصر میں سے ہیں، ھود بھائی کے استادوں میں سے ہوں گے، افتخار بھائی کے استادوں میں ہوں گے، بہت بڑے عالم ہوں گے، کارل سیگاں کا نام کس نے نہیں سنا ہوگا۔ کارل سیگاں فرماتے ہیں اسلام Science کے خلاف ہے اجی بھلا کیوں خلاف ہے اس لئے کہ شیخ نجد شیخ عبدالعزیز نے فتویٰ دیا ہے کہ زمین چپٹی ہے بقول بطلیموس کے، اگر آپ اس پورے واقعے کو پڑھیں جو اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے تو یورپ کے اس عظیم سائنس دان سے دل چاہتا ہے یہ پوچھنے کو کہ اے بندہء خدا اگر تو اتنا بڑا جاہل تھا تو تجھے مذہب پہ Opinion دینے کی ضرورت کیا تھی۔ فرمایا کہ چونکہ شیخ عبدالعزیز نجدی نے فتویٰ دیا ہے کہ بقول بطلیموس کے زمین چپٹی ہے اور جو شخص زمین کو گول کہے گا اس پہ فتوائے کفر نافذ ہوگا۔ خواتین و حضرات! شیخ عبدالعزیز نجدی کی اس رائے پہ بنیاد کر کے کارل سیگاں فرماتے ہیں کہ اسلام Sciences کے خلاف ہے۔ خواتین و حضرات مسئلہ اک بڑا پیچیدہ سا پیدا ہو جاتا ہے کہ تمام تنقید جو مذہب پہ آ رہی ہے تمام تنقید کا ماخذ کیا ہے اور

کیوں آ رہی ہے اور کس لیے مذہب کو Sciences کے خلاف لڑایا جا رہا ہے اور Sciences کو خدائی کا رتبہ کیوں دیا جا رہا ہے وہ چیز اللہ نے قرآن میں بڑی خوبصورتی سے بیان کی ہے فرمایا ہم نے جن وانس میں انسان کو برتری بخشی۔ انسان کو تفوق بخشا۔ انسان کو مسجودِ ملائک کیا۔ انسان کو کائنات کی بہترین مخلوق قرار دیا مگر جب انسان خود ہی اپنے سے کمتر مخلوق کو خدا ماننا شروع کر دے گا جب انسان خود ہی جنات کے وجود کو حاکم و مالک تسلیم کرنا شروع کر دے گا تو پھر ہم کیا کریں۔ بات تو بڑی سچی ہے اللہ کی کہ خداوندِ کریم فرما رہے ہیں کہ اے حضرتِ انسان میں نے تمہیں عالم بنایا، حاکم بنایا، کتاب دی حکمت کی ابھی تو قاری صاحب پڑھ کے ہٹے ہیں کہ "یؤتی الحکمة من یشاء" جسے چاہتا ہوں حکمت عطا کرتا ہوں۔ اور جسے میں نے حکمت عطا کر دی اسے خیرِ کثیر عطا کر دی۔ اب جب اللہ نے بندے کو خیرِ کثیر عطا کر دی اور پھر جنات کو رغبت کریں ان کو حاکم سمجھیں اپنا بادشاہ سمجھیں، اپنے نفع و نقصان کا سبب سمجھیں، تو خطا پھر اللہ کے ضمن میں نہیں جائے گی۔ اے حضرت انسان جب تم خود اپنے شرف سیادت کو مجروح کر رہے ہو تو پھر اس میں خدا سے گلہ کیا ہے خواتین و حضرات! خداوند کریم واضح طور پر کہہ رہا ہے کہ باقی کتابوں کی میں سند نہیں دیتا۔ میں ان کو Own نہیں کرتا، وہ میرے لفظ نہیں ہیں۔ یہ اعلان سننے کے باوجود ان لوگوں نے میرے اس کلام میں تحریف کر دی، ان کی نوعیت بدل دی۔ کسی نے نفع کی خاطر، کسی نے وجاہت کی خاطر، کسی نے اپنی علمیت کی خاطر ان کتابوں میں تحریف کر دی۔ اس لئے اے میرے بندو میں اب ان کتابوں کو Own نہیں کرتا۔ مذہب اب Complete ہو چکا ہے اور میں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اگر کوئی کتاب میں تمہارے حوالے کر دوں تو تم اسے تحریف کئے بغیر نہیں چھوڑتے۔ اس لئے میں نے تمہاری حفاظت اٹھا لی اور اب جو کتاب تمہیں دے رہا ہوں، یہ جو قرآن تمہیں دے رہا ہوں اب اس قرآن کے لئے تمہاری حفاظت مجھے نہیں چاہئے۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ زمانے میں بڑے بڑے دانشور آنے والے ہیں بڑے بڑے سائنسدان آنے والے ہیں ان کو بڑا اعتراض ہوگا میری ذات پر ان کو بڑا اعتراض ہوگا میری خلاقیت، پر اس لئے اب اس کتاب کی حفاظت تمہارے ذمے نہیں چھوڑوں

Marfat.com

گا۔ہم نے اس کتاب کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

خواتین وحضرات! پندرہ سو برس گئے۔ پندرہ سو برس میں زبان میں کیا تحریف ہوتی ہے کیا تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ کیا ہم پندرہ سو برس پہلے کی انگریزی سے آشنا ہیں۔ آج سے پہلے جو انگریزی پندرھویں صدی میں بولی جاتی تھی وہ چاسر جس کو انگریزی کا فادر کہتے ہیں جس کو ماڈرن انگلش کا استاد کہتے ہیں اس کے اگر چار مصرعے آپ کو سنا دوں تو آپ حیران ہوں گے کہ میں انگریزی بول رہا ہوں یا کوئی طلسماتی زبان بول رہا ہوں۔

حضرات گرامی! جب تک آپ انگریزی ادب کے طالب علم نہ ہوں گے اور قدیم انگریزی ادب کے طالب علم نہ ہوں گے آپ اس میں سے ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکیں گے چہ جائیکہ پندرہ سو برس کی وہ کتاب، وہ خوبصورت کتاب، وہ اعلیٰ ترین ذہانتوں کی کتاب وہ پروردگار کے علم وحکمت کی کتاب آج بھی ایک ایک لفظ ایک ایک حرف سے دلوں میں اترتی ہے، دماغوں میں اترتی ہے۔ ربِ کعبہ کی قسم آج تک پورے انسانوں نے مل کر اتنے آنسو نہیں بہائے ہوں گے جتنے اس کتاب کی تلاوت کے وقت سچے دل والوں نے بہائے ہوئے ہیں۔ خواتین وحضرات! دیکھنا یہ ہے آخر فرق کہاں تھا۔ Sciences کی میں نے آپ سے عرض کی سب سے بڑی حماقت یہ تھی کہ انہوں نے ایسے جیسے میں Science پر گفتگو کر رہا ہوں، میں سائنسدان نہیں ہوں، اس لئے اگر ظاہر ہے کہ کسی نازک طبع پر گفتگو کروں گا تو ہوسکتا ہے کوئی ماہرین سائنس مجھے کچھ تمسخر آب سمجھے، مضحکہ خیز کوشش سمجھے، ایسے ہی جیسے کوئی

Specialist doctor of neurology

گزرتے ہوئے سڑک کے کنارے جعلی دوائیاں بیچنے والے کسی شخص پہ ہنس دے۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی اپنے Field سے باہر نکلتا ہے تو وہ Quack کا درجہ رکھتا ہے۔ ناقص العقل ہوتا ہے۔ اس کو یہ حق نہیں حاصل کہ وہ اپنی استعداد سے آگے بڑھ کسی چیز کو Discuss کرے۔ میں نے اس دن دیکھا معاف کیجئے گا یہ Particular مثال نہیں کیونکہ پاکستان میں بھی ایسے دانشور موجود ہیں کہ ڈاکٹر ھود بھائی بھی اپنے مذہب کے خلاف مثال دینے کے لئے Islamic

University کے ایک استاد کو Quote کر رہے ہیں۔ بھئی بندہ ءخدا جس تحقیق و جستجو سے تم نے Harward، Housten کے Corridors میں مارچ کیا ہے تھوڑی سی تکلیف گوارا کر لیتے قرآن پڑھنے میں اسی طرح۔ خواتین وحضرات کتنی بڑی ستم کی بات ہے اٹھارہ سال لگا دیئے Fleming نے ایک Cultural plate پر اور اتفاقاً Penicillin دریافت کر لی۔ بارہ سال ہیزش ہرش نے لگا دیئے اور Frequency of light دریافت کر لی۔ آپ نے کوئی ایسا سائنسدان دیکھا ہے آپ نے کہ جس نے چٹکی بجائی کھل جا سم سم کہا اور ایک سائنسی تحقیق اس کے وجود میں اتر آئی ہو۔ مدتوں غور وفکر کے بعد Snake-tail فارمولا حاصل ہوا یا بیٹھے بیٹھے کسی سائنسدان کے وجدان میں اتر آیا؟ سیب گرنے سے تو نیوٹن کو مقام نظر نہیں نصیب ہوا۔ پہلے بھی بارہ سال وہ اسی چیز پر غور وفکر کر رہا تھا۔ کوئی سائنسی تحقیق ایسی نہیں ہے جس میں غور وفکر اور جستجو کے بغیر، مدتوں راتوں کے چراغ جلائے بغیر، کوئی چیز حاصل ہوئی ہو۔

خواتین وحضرات! میں یہاں اہلِ سائنس سے پوچھتا ہوں کہ اگر آپ اتنی محنت ریاضی کے ایک فارمولے اور کیچڑ کے اچھلنے کی تربیت پہ کر دیتے ہو کہ یہ بھی ایک اصول سے اچھلتا ہے۔ تو کم از کم تم سے تھوڑی سی محنت قران پہ نہیں کی گئی۔

خواتین وحضرات سائنس میں اور قرآن میں بہت بڑا فرق ہے، بہت بڑا فرق ہے۔ ایک کتابِ تخلیق ہے اور ایک جستجو اور تحقیق ہے۔ کتابِ تخلیق اور جستجو اور تحقیق میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اللہ کی کتاب کتابِ تخلیق ہے وہ جب کوئی بات کرے گا تو وہ کوئی اٹکل پچو کی نہیں، وہ اٹکل پچو کی بات نہیں کرے گا۔ اس نے چیزیں بنائی ہیں، اس نے تخلیق کی ہیں، وہ آپ کو فارمولے پڑھائے یا آپ کو Quantum اور Relativity بتائے۔ آپ کا تو اپنا حال برا ہے۔ سائنسدان کا! کل نیوٹن کی Gravity لاگو تھی، High Speed پر گئی تو نہیں لاگو رہی، پہلے General Relativity تھی اب Special relativity نکل آئی۔ کل کوانٹم میں بڑی certainity تھی اب Theories of un-certainity نکل

آئیں۔کل ایک جہت تھی، اب شش جہات میں جہات ہی جہات ہیں۔کل آپ کچھ اور سوچ رہے تھے۔آج کچھ اور سوچ رہے ہوں گے۔اس جستجو کو بیکار نہیں کہا جا سکتا۔ Sciences کی تحقیق کو بیکار نہیں کہا جا سکتا، اس کے فوائد بڑے ہیں مگر خواتین وحضرات ایک Toaster دے کر ایک Washing machine دے کر اور ایک بجلی کا لیمپ دے کر اتنے بڑے اعتقاد کو خرید لینا بھی تو سائنس کو Suit نہیں کرتا۔ یہ تو ہم مانتے ہیں کہ ہمیں کچھ سہولتیں سائنس سے حاصل ہیں مگر خواتین وحضرات اتنی چھوٹی چھوٹی قیمتیں دیکر پوری کائنات کے، پورے دین کے، پوری دنیا کے، پورے علم کی Diversion تو آپ کو قبول نہیں ہونی چاہیئے۔آیئے ہم ذرا سوال کر کے دیکھیں، ہم کہاں جا رہے ہیں۔کیا کسی سائنسدان نے، کسی ادیب نے، کسی مشرقی نے، کسی مغربی نے، کسی Russel نے، کسی Whitehead نے، کسی Kant نے، کسی Hagel نے، کسی Watson نے، کسی James نے یہ سوال حل کیا کہ زمین پر ہم آزاد ہیں کہ غلام ہیں؟ کیا خوشی کی بات ہوتی، آپ کے سر پر اللہ کا بھوت نہ لٹک رہا ہوتا، کیا خوشی کی بات ہوتی۔ خواتین وحضرات ہماری تو زندگی کا عذاب اللہ ہے، یہ نہ کرو، کیوں نہ کرو جی اللہ۔یہ نہ کرو اللہ۔دو گھونٹ نہ پیو، اللہ۔ یہ برا کام نہ کرو اللہ۔بے ایمانی نہ کرنا اللہ۔خواتین وحضرات! ہر accountability کا رخ اللہ کو ہے اور اگر اللہ نہ ہوتا تو کیا آزادی ہوتی۔ میں نے Survive کرنا تھا، آپ کو قتل کر کے ہوتا یا آپ کے ساتھ مل کے، مجھے کیا تھا، میں ایک خود غرض انسان ہوں، زندگی میں نے ایک مرتبہ بسر کرنا ہوتی ہے۔ مجھے اپنی جان اور Survival کا تحفظ کرتے ہوئے چاہے جو مرضی بھی کرتا میرا کام یہ تھا کہ قبر تک پوری پوری exploitation اپنی صلاحیتوں کی کر کے پہنچتا، چاہے اس میں، میں آدھی دنیا کو عذاب میں مبتلا کر کے پہنچتا۔مگر بدقسمتی تو یہ ہے میری نہیں یہ تو ہر مشرقی اور مغربی کی ہے۔ہر سائنسدان اور ہر مذہبی کی ہے کہ پہلے اس سوال کا تعین تو کر لو میاں، ''و قلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدوٌ ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حین'' (البقرۃ: آیت 36) کہ کوئی شخص یہ کہہ رہا ہے جاؤ نیچے اترو، تمہیں کیمپ میں ڈال دیا میں نے۔جاؤ نیچے اترو۔ ''مستقر و متاع الیٰ

حیـــن ’’ تھوڑا عرصہ تم نے اس میں رہنا ہے تھوڑا عرصہ اور اس میں تمہارا فائدہ ہے۔ خواتین و حضرات یہاں پھر ایک بہت بڑی بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ اگر آپ مذہب کو جانتے ہو تو وہ خدا زمین پر آپ کے عرصہءِ حیات کا تعین کر رہا ہے جو Sciences نہیں کر سکتیں۔ Sciences مستقبل پہ رائے نہیں دے سکتی۔ Probabilities کے خواب دیکھ سکتی ہے سوچ سکتی ہے مگر فیصلہ نہیں دے سکتی مگر مذہب، اللہ جو مذہب کا خالق و مالک ہے، وہ فیصلہ دے رہا ہے کہ اے حضرتِ انسان تو مکانی نہیں ہے تو عارضی ایک مستقر میں ہے، تو ایک چھوٹی سی جگہ میں ہے، تیرا ایک آغاز ہے، تیرا ایک انجام ہے، آغاز بھی میں جانتا ہوں انجام بھی میں جانتا ہوں۔ اس عرصۂ حیات کو کبھی مستقل نہ سمجھنا اور خواتین و حضرات سائنس کے وہم و گمان میں نہیں ہے کہ اس زمین کے علاوہ وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ یہاں سے ہم نکلیں گے، ہم مریخ پہ آباد ہوں گے۔ اس سے آگے بستیاں بنائیں گے۔ ہم تسخیرِ کائنات کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ خدائی ہماری ہو گی، پھر ہم خود ہی اللہ بنتے چلے جائیں گے اور جو کوئی بھی مفروضہ خداوندِ قادر کا ہے وہ ہمارے پاؤں تلے پامال ہو گا۔ خواب تو بہت اچھا ہے مجھے بھی اچھا لگتا ہے

If there is no God. if there is no such a high power intruder into our personal lives, what a beauty it would be

میں بھی اپنی زندگی کے لئے زندہ رہوں گا اور مروں گا۔ میں بھی اسی کائنات کو آگے بڑھاؤں گا مگر افسوس یہ ہے کہ مجھے یہ جواب سائنسدان سے چاہیئے ۔ مجھے یہ جواب ہر اس Meta physician سے چاہیئے تھا جو علم و ادب اور سائنس اور فلسفہ کی شاہراہوں سے گزر رہا ہے۔ کہ اے بندگانِ خدا، اے دانشورانِ عصر کوئی تو پندرہ بیس سال یہ تحقیق کرتا، خدا کے موضوع پر، کوئی تو کہتا کہ میں نے پورے پورے Scientific instrument استعمال کر لیے ہیں، میں نے اسی پیچیدگی سے اس موضوع کو جانچا پرکھا ہے جیسے میں Penicillin پرکھ رہا تھا یا Mycin کی تحقیق کر رہا تھا یا Rutherford کی طرح ایٹم کی دریافت کر رہا تھا یا

Watson کی طرح Double Helix کر رہا تھا۔ کوئی پچیس سال لگا کے، آ کے مجھے اور آپ کو کہہ دیتا، بڑا سوچا، بڑی غرق کی زندگی، بڑی تحقیق کی، خدا کوئی نہیں ہے آزاد پھرو۔ پورے کے پورے علم کو اس تعلیم و تحقیق نے Diversion میں ڈال دیا۔ اللہ نے بڑا سچ کہا تھا اتار دوں گا۔ اس کو Main question سے نکال دوں گا۔ اس کی Top priority مسخ کر دوں گا۔ چاہے میں Sciences کے ذریعے کروں یا Philosophies کے ذریعے کروں۔ میں اس کو خدا کے رستے سے نکال دوں گا۔ میں اسے تیری طرف نہیں بڑھنے دوں گا۔ یہ شاہراہ پہ نہیں آئے گا۔ یہ پگڈنڈیوں میں جائے گا۔ جنگلوں میں جائے گا۔ اس کو نکہت و نور کے نظارے ضرور نصیب ہوں گے مگر ربِ کعبہ تیری قسم ہے میں اسے تیرے جلال و جمال تک نہیں پہنچنے دوں گا۔ آج کی تاریخ دیکھی جائے تو شیطان کامیاب ہے۔ یقیناً کامیاب ہے۔ خواتین و حضرات یہ سائنس کی دوسری بڑی کمزوری ہے کہ بغیر تحقیق مذہب پر الزام لگاتی ہے۔ (ہوا اتفاق سے یہ سائنس کا ایک اور بھی Instrument ہے)۔ Science is secular نہ Moral نہ Immoral ہے۔ نہ آپ سائنس کو بد اخلاق کہہ سکتے ہو نہ ہی اخلاق والی کہہ سکتے ہو۔ یہ عام moral ہے۔ جو شخص اس کو جس مقصد کے لئے چاہے گا استعمال کرے گا۔ وہ اچھا برا مقصد اس کے استعمال کرنے والے کے ذہن میں ہے۔ سائنس ایسا کچھ شخصی وجود تو نہیں کہ اس کو خدا کا حریف کہوں یا مذہب کا حریف کہوں۔ سائنس کے پیچھے تو بہت سارے خداؤں کا ٹولہ ہے کہ مذہب اور سائنسز ایک دوسرے کا تحقیقی جزو ہیں۔ اللہ کو سائنس سے بہتر کوئی چیز پسند نہیں۔ فرمایا

"یؤتی الحکمة من یشآء ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً" (البقرة: آیت 269) کہ میں نے سب سے بڑی نعمت اگر کوئی انسان کو عطا کی ہے تو حکمت ہے اور جسے حکمت عطا کرتا ہوں اسے خیر کثیر عطا کر دیتا ہوں۔ وہ اللہ بھلا Sciences کا مخالف کیسے ہو سکتا ہے۔ جو اپنے آپ کو علیم و حکیم کہلوانے میں فخر محسوس کرتا ہے، جو آپ کو بار بار اپنے علم اور حکمت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ جو جہلاء کو جانوروں سے بدتر قرار دیتا ہے۔ جو بغیر Enquiry کے

Marfat.com

لوگوں کو طعنہ دیتا ہے وہ اللہ بھلا جو آپ کو امانتِ علم و عقل سے نواز رہا ہے وہ آپ کو Enquiry سے کیسے روک سکتا ہے۔ یہ ہمارا گمان ہے سائنس کی بدگمانی ہے اور مذہبی علماء کی کم فہمی اور کم علمی ہے اور اس لئے یہ تضاد پیدا ہوا کہ:

Pseudo Scientist and pseudo religionist, both are a danger for God and for research.

سوالات و جوابات

مسلمان کے نصیب میں رسوائی کیوں؟

سوال : سر، ایک دوست نے بہت لمبا سوال کیا ہے۔ میں اس کو مختصر کر کے پوچھ رہا ہوں اور وہ خاص reference دے رہے ہیں جو ابھی Wana کا Operation ہو رہا ہے کوئٹہ کے پاس وہ کہتے ہیں کہ جیسے آپ فرماتے ہیں کہ پندرہ سو سال پہلے ساری باتیں اللہ نے کہہ دیں اور ایک Master Plan بھی دے دیا مسلمانوں کو اس کے باوجود مسلمان اس ذلت کے Level پر کیوں آ گئے ہیں؟

جواب : بڑی سادہ سی بات ہے Operation وانا کا ہو یا گھانا کا۔ مجھ سے کسی نے پوچھا تھا کہ

Where do you place the government of this time and the people who are ruling at this time?

میں چونکہ سیاسی بندہ نہیں ہوں، میں ایک Technical سی Opinion دینے کی کوشش کروں گا This is my personal opinion اور اس میں، میں آپ کو شریک نہیں کر سکتا اور نہ ہی شریک کرنا چاہتا ہوں، مگر بہت ساری حکومتیں، بہت ساری دنیا، بہت ساری بصیرت و سیاست کے مطالعے کے بعد، میں ایک بڑے سادہ سے نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس وقت کے حکمرانوں کا Level اور Mental Level بہت low ہے۔ آرمی میں معیار کے

اعتبار سے تین گریڈ ہوتے ہیں، یعنی Average, above average, well above average مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت کے حکمران Well below average ہیں۔آپ پوچھیں گے کہ کیوں۔اس کے لیے میری reason ہے اور مجھے یقین ہے کہ جب میں یہ reason دوں گا تو آپ قطعاً اس کا انکار نہیں کرسکیں گے۔ میری اپنی Understanding یہ ہوتی ہے کہ سیاست دان اور مدبر اس کو کہتے ہیں کہ جو ہمیشہ options کھلے رکھتا ہے۔ہم مدبر اسی کو کہتے ہیں، سیاست دان اسی کو کہتے ہیں کہ جو کبھی بھی Block hole Create نہیں ہونے دیتا اور بڑے سیاستدان کی تعریف یہ ہے کہ وہ ہمیشہ Options کھولتا رہتا ہے اور یہ کبھی بھی، کسی قوم کی تاریخ میں، جب بھی کوئی اچھا اور بڑا سیاست دان ہوا اس نے کم سے کم دو چار Options اپنی قوم کو ضرور دیئے۔ جب سے یہ حکمران آئے ہیں، بدقسمتی سے چوتھا پانچواں سال میں دیکھ رہا ہوں، Option ہی ایک ہے بس اور یہ ان کے Mental Level کی کمی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اتنا Intellectual low calibre میں نے زندگی میں یا پاکستان میں Rule کرتے نہیں دیکھا بلکہ ایک عجیب و غریب بات بتاؤں کہ جب سے یہ لوگ آئے ہیں Schizophrenic Idealist بڑے عام ہوگئے ہیں اور آپ کو پتا ہے کہ دیوانگی جسے ہم Schizophrenia کہتے ہیں،

It is becoming very common in Pakistan.

مگر جب کسی Schizophrenic کو قوت بھی مل جائے تو پھر عذاب الٰہی کے مترادف ہوتا ہے۔

عمل کے انتخاب کی کسوٹی

سوال : کہتے ہیں کہ ہم سوچتے نہیں ہیں، ہم صرف Choose کرتے ہیں۔یہ آپ نے کہا اپنی تقریر میں یہ وضاحت فرمایئے کہ ہمیں کیسے پتا چلے گا کہ ہم نے Choice جو کی ہے وہ ٹھیک

ہے یا غلط؟

جواب : خواتین وحضرات میں اس کو بھی حتمی نتیجہ قرار نہیں دیتا۔ میں نے آپ کو قرآن حکیم کی ایک Possibility کی طرف اشارہ کیا ہے جو ابھی تک Sciences اور علم کی حدود میں نہیں آئی۔ جہاں تک میں، اگر قرآن کی روشنی سے دیکھتا ہوں تو مجھے بڑی وضاحت سے نظر آتا ہے کہ اللہ نے عقل وشعور اور تدبر چونکہ صرف اپنے بارے میں دیا ہے اور اس کی Top Priority کو settle کرنے کے لیے دیا، سوچنے اور سمجھنے کے لیے دیا۔ اس لیے، میرا یقین سے کہنا یہ ہے کہ تمام Situations بالکل بنی بنائی ہوتی ہیں۔ for example اگر آپ تمام ذہنی امراض کو دیکھیں تو آپ کو پتا لگے گا کہ خیر اور شر کے تمام Attitudes ، Family-wise منسلک ہوتے ہیں۔ یعنی ایک برائی اپنی فیملی رکھتی ہے، کوئی خیال شر کے بغیر پیدا نہیں ہوتا اور کوئی خیال بغیر اپنے بال بچوں کے ذہن میں نہیں آتا۔ Suppose you have started thinking of money تو اس money کے ساتھ ایک fixed قسم کی پوری کی پوری فیملی آئے گی۔ اس کے تصورات آئیں گے او تلک (آمانیو) اس کے ساتھ خواہشات آئیں گی اور وہ ہر انسان میں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ اگر آپ نے شہوات کا تصور سوچنا شروع کیا تو اس کی پوری محبت کا سوچا تو اس کی پوری فیملی اسی طرح کی ٹھنڈی آہیں ہیں اسی طرح کا

تیرے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا

تو اگر غور کیجیے تو تمام خیالات اپنے خاندان اور فیملی کے ساتھ بعینہٖ ہر انسان پر اسی طرح آتے ہیں جیسے دوسرے انسان پہ آتے ہیں۔ یہ جو اشتراک ہے ان کی Activity کا اور یہ جو ہم آہنگی پائی جاتی ہے، اس سے صاف پتا لگتا ہے کہ کوئی انسان اپنی علیحدہ سوچ نہیں رکھتا اور یہ تمام خیالات اور تحقیقات انسان Even in Sciences اگر آپ غور کریں تو بہت ساری Sciences کی جو ترقی ہے وہ اتفاقاً ہوئی ہے اور اچانک ہوئی ہے یعنی جب Fleming کو کہا گیا امریکا

Marfat.com

والوں نے دعوت دی اور کہا کہ اگر تو چاہے تو ہم تمہیں Absolutely sealed اور شاندار قسم کی Air-Conditioned لیبارٹری دیں جہاں تو بیٹھ کر باقی زندگی کے کام کرے تو اس نے امریکن گورنمنٹ کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اگر مجھے اس قسم کی لیبارٹری نصیب ہوتی تو میں کبھی بھی Pencilline ایجاد نہ کرسکتا۔ یہ تو اتفاق کی بات تھی کہ میں کسی اور Culture پہ محنت کر رہا تھا ایک بڑھیا نے غصے میں ڈبل روٹی اٹھا کر خاوند کے سر پر پھینکی۔ اس سے اچھلتی ہوئی کھڑکی کے رستے اس کی ایک جو چیز تھی، وہ میری Culture Plate پر پڑی۔ وہاں جو Fungus پیدا ہوئے اس نے جراثیم مار دیئے میں نے Pencilline ایجاد کرلیا۔ تو خواتین وحضرات یہ قریباً قریباً تمام Sciences کی جو کہانی ہے کہ بہت بڑی بڑی ایجادات یا محنت ہم کہتے ہیں وہ قریب قریب کسی زمانے کی بخشش ہوتی ہیں۔ اللہ کی طرف سے جواُن اذہان کو عطا کرتا ہے، ہاں ایک اصول ضرور ہے اور وہ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں گھر بیٹھا ہوا ہوں اور بڑا کٹر مسلمان ہوں اور میں اس بارے میں جدوجہد بھی نہیں کر رہا اور اللہ میاں آج اچانک مجھے Transfusion کا یا Fusion of the Element کا فارمولا سمجھا دے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ یہ ہوگا اسی طرح کہ کوئی مسلمان تحقیق کر رہے ہوں گے خواہ وہ غیر مسلم ہوں یا مسلم ہوں۔ ہر انسان، جب اللہ ان کی لگن، ان کی سعی، ان کی مشقت دیکھے گا تو پھر اپنے حضور سے ایک نکتہ علم جو ہے ان کی جھولی میں ڈال دے گا۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم برابر ہیں۔ ولقد کرمنا بنی آدم ۔ ہم نے پورے بنی آدم کو یہ کرامت بخشی ہے مگر ایک ڈگری آف Knowledgibility میں مسلم اور غیر مسلم میں فرق ہے اور وہ ایک Last Degree of intellect ہے۔ جہاں لوگ عقل کو تین حصوں میں بانٹتے ہیں میں چار حصوں میں بانٹتا ہوں۔

Intelligence is common with a man and animal. Intellect is born with educations, studies and understandings, then when you concentrate over a certain element of intellectual, you see

Marfat.com

commutation, you develope an intuition.

Intuition تک ہم اور دوسرے ایک جیسے ہوتے ہیں مگر ایک تیسرا، ایک چوتھا اور آخری صفحہ علم کا درجہ ہے جو صرف اہل قلب اور اہل صفا اور اہل اسلام کو نصیب ہوتا ہے۔ اور وہ الہام ہے۔ الہام غیر معمولی چیز نہیں بلکہ Ultimate refinement of Human Intellect ہے۔

اسلام میں جارحیت کی گنجائش؟

سوال : سوال کرنے والے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں نے دوسرے ملکوں پر جبراً قبضہ کیا اور پھر وہاں لونڈیاں بھی بنائی۔ ایک تو تصور لونڈی بتائیں پھر اگر مسلمان یہ خود کرتے رہے تو آج امریکہ کو برا کیسے کہہ سکتے ہیں؟

جواب : اتفاق دیکھئے کہ یہ میرا خیال ہے، بڑی کم علمی کا مظاہرہ ہے۔ تاریخ میں ایسے بالکل نہیں ہوا بلکہ (بلباک اور حمس) کی جب جنگِ یرموک شروع ہو رہی تھی اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو حکم ملا کہ وہ یرموک کے میدان میں Under the command of خالد بن ولید تشریف لائیں تو انہوں نے بلباک اور یرموک کے پادریوں کو بلایا اور بڑے لوگوں کو بلایا اور کہا کہ ہم نے تم سے یہ تمہاری حفاظت کے لئے پیسے لئے تھے۔ ہم نے یہ پیسے تم سے Protection Tax کے لئے تھے تا کہ ہم تمہیں غیر سے بچائیں اور دشمنوں سے بچائیں تو اب چونکہ ہم جا رہے ہیں اور ہم میں استطاعت نہیں ہے ہم تمہیں تمہارے پیسے واپس کر رہے ہیں۔ تاریخ عالم میں اس قسم کی حکمرانی کی مثال کوئی نظر نہیں آتی اور انہوں نے جب ان کو پیسے واپس کئے تو یہ تاریخ میں لکھا ہے کہ اس شہر کے پادری، اس کے عمائدین لشکر کے ساتھ ساتھ آئے اور وہ دعا کرتے تھے کہ اللہ ہمارے ظالم بھائیوں سے ہمیں یہ مسلم حکمران بہتر ہیں۔ خواتین و حضرات مسلمان کبھی تلوار کے زور پہ گیا ہی نہیں۔ افسوس یہ ہے کہ تاریخ والوں کو اس Fact کا پتا نہیں کہ دنیا میں اس وقت سب سے بڑی اسلامی مملکت انڈونیشیا ہے اگر میرے کسی بھائی کے علم

Marfat.com

میں کوئی ایسی اسلامی فوج ہو جو انڈونیشیا اتری ہو تو میں اس کی یادداشت کی داد ضرور دوں گا۔ Mauritius یعنی سب سے بڑے اسلامی ملک میں جس کو آپ انڈونیشیا کہتے ہیں، اس وقت ایک بھی فوجی نہیں اترا۔ ماریشیس میں کوئی فوجی نہیں اترا۔ مالدیپ میں کوئی فوجی نہیں اترا بلکہ جہاں جہاں بھی مسلمان تاجر گئے، ان کا کلچر، ان کے کردار کی خوبصورتی، ان کے عہد و پیمان کی پابندی، ان کا حسنِ معاشرت، ان کا حسن تکلم، اس درجہ بلند تھا جیسے آج آپ یورپ سے متاثر ہو کر آتے ہو تو اس اثر میں کچھ تو آپ کے احساسِ کمتری کا دخل ہوتا ہے، کچھ یورپ کے طریق معاشرت کا بھی دخل ہوتا ہے۔ جب آپ ان کی صاف ستھری سڑکیں دیکھتے ہو، بے ایمانی کا فقدان دیکھتے ہو جب جائز کام آسانی سے ہو جاتے ہیں، جب ناجائز Against the law ان کو روک لیا جاتا ہے تو آپ کے دل میں حسرت اٹھتی ہے کہ ہم مسلمان جو اللہ کے ماننے والے ہیں، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے ہیں، آج بھی اگر پاکستان میں کوئی قانون کی پابندی موجود ہے تو صرف ان مسلمانوں میں جو دلی طور پر اپنے خدا سے ڈرتے ہوئے قانون شکنی نہیں کرتے، باقی تمام ملک قانون شکن ہے، کسی نہ کسی رنگ وحال میں اور خواتین و حضرات اگر Comparison جو ہے پبلک سیفٹی، پبلک معاشرت میں کیا جائے، for example کس نے آپ کو روکا تھا، صفائی پسند ہونے میں۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کہتے ہیں کہ صفائی نصف ایمان ہے۔ اگر آپ نصفِ ایمان سے محروم ہیں تو پھر تو آپ پر یورپ ضرور غالب آئے گا۔ اس کا کلچر ضرور غالب آئے گا۔ پھر آپ مجھے بتایئے کہ جب کسی تعلیم کا اثر ان کی Secularism اور تعلیم کا اثر ان کے اس کلچر میں ہے جو بڑا آپ کو واضح طور پر آپ سے برتر نظر آتا ہے اور آپ کی ادھوری ناقص اسلامیت کا اثر، آپ کے کلچر میں ہے، تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ آپ کو نہیں اسلام کو الزام دیتے ہیں۔ اقبالؒ نے بڑی سچی بات کہی تھی کہ مسلمانوں نے کبھی اسلام کی مدد نہیں کی ہمیشہ اسلام نے ہی مسلمانوں کی مدد کی مگر خواتین و حضرات مجھے ایک بات ذرا سوچ کے بتایئے کہ خوبصورت ترین دنیا کا اگر قہوہ یا کافی اگلدان میں، پیش کر دیا جائے آپ کو، تو کیا آپ پئیں گے؟ اگر اس کو تھوک دان میں ڈال کے پیش کیا جائے تو کیا آپ پئیں

گے؟ اس کے لیے کچھ پیالی صاف ستھری ہونی چاہیے۔ کچھ نہ کچھ ہمارے کردار کا مظاہرہ ہونا چاہیے، کچھ کچھ acceptance ہونی چاہیے۔ ہم اسلام سے اتنے بے بہرہ ہیں کہ ہر شخص اسلام کو بطور Refuge اور Excuse اور Escape کے استعمال کرتا ہے۔ ہماری اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کوئی Geniune Committment نہیں ہے۔

And this is the cause of main failure

اسلام میں غریبوں کی فلاح کا نظام

سوال: روزاخبار میں دو یا تین ایسی خبریں آتی ہیں کسی غریب نے غربت یا بھوک سے مجبور ہو کر خودکشی کرلی ہے۔ کیا اسلام کسی قسم کی سرمایہ کاری یا کوئی ایسا طریقہ کار نہیں بتاتا جس سے پاکستان کو ان چیزوں سے آزاد کیا جاسکے؟

جواب : یہ بات یقیناً اسلام بتاتا ہے، Secular Government نہیں بتاتی۔ اسلام بتاتا ہے مگر موجودہ رائج الوقت طرزِ حکومت نہیں بتاتا۔ یہ ایک تاریخ کا حصہ ہے کہ یورپ میں دو بڑے انقلاب پیدا ہوئے۔ انقلاب روس، جو آج بھی ہو گزرا اور انقلاب فرانس جس کا نام ہی Proletariat انقلاب کہتے ہیں۔

جو بورژوا اور امیر طبقے کے خلاف ایک بہت بڑا احتجاج تھا، ردعمل تھا۔ اسی طرح روس میں جب زار اور زارینو کا اقتدار بڑھ گیا اور لوگ اس طرح بھوکوں مرے کہ تندور میں روٹیاں لگانے پر بھی ٹیکس تھا، اس کے احتجاج کے طور پر یہ دونوں بڑے انقلاب پیدا ہوئے۔ مگر خواتین و حضرات کبھی آپ نے غور نہیں کیا کہ اسلام میں اس قسم کا کوئی Mass Revolution نہیں آیا۔ اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اسلام میں دو Social Security System تھے ایک زکوٰۃ ایک صدقہ۔ زکوٰۃ کے ہوتے ہوئے مسلمان معاشرے میں کوئی بھوکا نہیں مر سکتا تھا۔ کوئی ننگا نہیں رہ سکتا تھا، کسی کی تعلیم متاثر نہیں ہوسکتی تھی اور صدقات کے ہوتے ہوئے، اس مسلم معاشرے میں کوئی بے روزگار نہیں رہ سکتا تھا۔ کسی کو پانی کی سپلائی منقطع نہیں ہو

Marfat.com

سکتی تھی، کسی کی سڑک بننے سے نہیں رہ سکتی تھی، کسی کا کنواں خشک نہیں ہو سکتا تھا مگر خواتین و حضرات آپ اللہ سے مذاق کرتے ہو، ہماری حکومتیں مذاق کرتی ہیں۔ یہ یورپ کے علوم کے دسترخوانوں کے ریزہ چین ہیں، ان کو کیا پتا کہ اسلام کیا نعمت ہے۔ آپ اسلام کو صرف نماز سے جانتے ہو۔ آپ اسلام کو صرف روزوں سے جانتے ہو۔ آپ کو یہ نہیں پتا کہ اللہ پروردگار کیا فرماتے ہیں کہ خبردار "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً" (البقرۃ:208) "وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ" (البقرۃ: آیت208) کہ دیکھو جب میرا نظام نافذ کرنا ہے تو خبردار اس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ کرنا ادھر تو آپ یورپین سیکولر نظام نافذ کر رہے ہو، ادھر آپ مسجدوں میں اذانیں اللہ کی دے رہے ہو یعنی یہ کہاں کی تک ہے اور کہاں کا سلسلہء عقل ہے کہ دنیا کے سارے نظام اپنے اندر کوئی مداخلت برداشت نہیں کرتے، کب Capitalism نے اپنے اندر مداخلت برداشت کی ہے، آپ نے بیسیوں برس ایک Cold war کا مشاہدہ کیا ہے، جس میں کمیونسٹ نظام اپنے اندر Capitalism نہیں برداشت کرتا اور Capitalism اپنے اندر Socialism برداشت نہیں کرتا، مگر کیا تعجب کی بات ہے ان ہمارے حکمرانوں کی عقلیں پروردگار نے گھٹنوں سے بھی نیچے کر دی ہیں کہ یہ اسلام میں تمام دوسرے نظاموں کی شرکت کو بڑا لازم سمجھتے ہیں اس لئے کہ یہ اسلام کو سرے ہی سے جانتے نہیں ہیں اور نہ اس کی پہچان سے آگاہ ہیں۔ آپ نے شاید مولوی کو اسلام سمجھا ہے۔ اس بے چارے کو کیا معلوم کہ اسلامی نظام کیا ہے۔ وہ جو اپنی دو وقت کی روٹی کے لئے جدوجہد کرتا ہے اور قرآن پڑھ پڑھ کے اپنے چائے اور روٹی کا بندوبست کر رہا ہے، آپ کو اسلامی نظام کیا دے گا۔ وہ آپ کو زکوٰۃ اور سود سے فری سوسائٹی کیا دے گا، وہ آپ کو کیوں کر دو Social security system دے گا۔ آج بھی دنیا میں کسی نظام کے پاس دو Social security system نہیں ہیں مگر اسلام میں ہیں اگر آپ پورا نظام لاؤ گے، حکمران خدا ترس ہوں گے تو آپ کو پتا ہے کہ انگلینڈ کے ایک سروے کے مطابق پاکستان میں 70 Billion Rupees سے زیادہ صدقات میں جاتے ہیں۔ ہر سال پاکستان کے لوگ ستر

ارب روپے صدقات میں دیتے ہیں۔
خواتین وحضرات: اگر کسی گورنمنٹ پہ اعتبار اسلام ہوگا تو لوگ اس گورنمنٹ کو دیں گے۔ لوگ کوئی بدبخت تو نہیں ہیں نا، لوگ سیانے ہیں۔ ان کو پتا ہے کہ زکوٰۃ دی تھی تو سیاست میں کام آ جائے صدقات دیئے تو یورپی ٹورز میں چلے جائیں گے۔ ان کو پتا ہے جب تک لوگ Convince نہیں ہوں گے جب تک اجماع مسلمین Convince نہیں ہوتا کہ ہمارا حکمران واقعی مسلمان ہے اور ہماری بھلائی چاہتا ہے اور ہمارے لئے خیر چاہتا ہے۔ اس وقت تک اس ملک میں لوگ بھوکے مرتے رہیں گے، عزتیں لٹتی رہیں گی، کنویں خشک رہیں گے، بچے دودھ کو ترستے رہیں گے، طالب علم تعلیموں کے لئے سسکتے رہیں گے۔

ظہور قدسی کا فکری جائزہ

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا۔ (الاسراء آیت 80)

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ O وَ سَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ O وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ O (الصافات آیت182,181,180)

خواتین وحضرات! آج میرے گلے کو بہت اچھا ہونا چاہیے تھا مگر پچھلے دو دن سے یہ گفتگو کے قابل بھی نہ ہو سکا اور آج اس موضوع کی برکت ہے کہ میری آواز آپ تک جا رہی ہے۔ خواتین و حضرات! اسلام کے دو Fundamentals ہیں اور ان دو کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ پہلا fundamental خدائے واحد کی واحدانیت کا اقرار ہے۔ خدا کی واحدانیت کا تصور مسلمانوں میں اس قدر راسخ ہے کہ برصغیر میں لاکھوں بتوں کے حصار میں رہتے ہوئے اور ہندوؤں کی اس عادت کے زیر اثر کہ ہر فرد عالی کو مقدس تصور کر لینے کے تحت، مہاتما بدھ اور جینا وترا کو خدا بنا لینے کے باوجود بھی بقول ایک انگریز Analyst کہ

There was such a geometrical precision about the oneness of God in Islam that no mythology was possible

یعنی خدائے واحد کا تصور اسلام میں اتنا مضبوط، مکمل اور شدید تھا کہ تمام تر ہندوانہ کلچر، رسم و رواج اور Jungle of God and Goddess بھی خدائے واحد کی واحدانیت کو متاثر نہیں کر سکا۔ خواتین وحضرات! اسی طرح دوسرا Fundamental بھی ہے۔ سید کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر فاروقؓ سے پوچھا، عمر تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟ فرمایا، یا رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنی جان سے کم اور ہر چیز سے زیادہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک ایمان مکمل نہیں ہوتا، جب تک تم مجھے اپنی جان سے بھی بڑھ کر نہ چاہو۔ فرمایا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج کے بعد آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ خواتین و حضرات! یہ اسلام کے دو بنیادی Fundamentals ہیں، اللہ کی واحدانیت کا اقرار اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو ہر چیز پر فوقیت دینا۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی مرضی سے نہیں کہی ہے بلکہ یہ وہ Priorities of the Muslim ہیں جن کا تعین خود اللہ نے کیا ہے۔ تخلیق کائنات، تخلیق دنیا، تخلیق اسباب اور تخلیق موجودات کے وقت، پروردگار عالم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایسا رتبہ متعین کیا ہے جس کا تصور تک کوئی اور انسان نہیں کر سکتا۔ فرمایا الحمد للہ رب العالمین، خواتین و حضرات ہمیں رب العالمین کی definition کے وقت ایک بہت بڑا مسئلہ پڑتا ہے۔ ہمارے نزدیک ربوبیت، زندگی کی خوراک کا تعین کرنا ہے۔ مگر ربوبیت سے یہ قطعاً مراد نہیں۔ اگر ہمارا رزق روٹی ہے، پانی ہے تو درختوں کا رزق نائیٹروجن ہے اور مخلوقات میں ہر ایک شے کا رزق جدا جدا ہے۔ یعنی اگر سورج کا رزق اٹھارہ ہزار ایٹم کا پھٹنا ہے تو چاند کا رزق وہ روشنی ہے جو سورج سے اس کے دامن پہ پڑتی ہے یعنی ربوبیت صرف اس کھانے پینے یا رزق پہ محیط نہیں ہے جو انسان اپنی محدود حکمت کے تحت اپنے لئے متصور کرتا ہے بلکہ ربوبیت کائنات میں پھیلے ہوئے وہ لامحدود اسباب اور وسائل ہیں جن پر زندگی کا دارومدار ہے۔ چاہے وہ کشش ثقل ہے یا سورج کی روشنی ہے۔ یہ تمام کے تمام اسباب ربوبیت میں آتے ہیں۔

خواتین و حضرات! پھر ہم عالمین کی کیا وضاحت کریں۔ بقول رازی کے اٹھارہ ہزار عالم ہیں مگر جوں جوں انسان تحقیق و جستجو میں آگے بڑھ رہا ہے، جوں جوں کائنات کو پرکھا جا رہا ہے، وہ تمام فاصلے مختصر ہو رہے ہیں جو انسان نے اپنے ممکنہ ذہن سے کائنات کی حدود کو پرکھنے کیلئے بنائے ہیں۔ خواتین و حضرات! اس وسیع تر کائنات میں اس وقت تک عالمین کی مقدار جانچی اور پرکھی نہیں جا سکتی جب تک خدا کی حکومت کا پتا نہ چلے، جب تک خدا کی رسائی کا پتا نہ چلے،

جب تک تخلیقات کا انجام پتا نہ چلے، جب تک Totality of Creation کا پتا نہ لگے۔ رب العالمین کی وضاحت نہیں ہو سکتی، مگر رب العالمین نے ایک بات عالمین کی تخلیق سے پہلے اور موجودات عالم کی تخلیق سے پہلے قرآن حکیم میں ارشاد فرمائیں کہ میں نے تمام تخلیقات سے پہلے ایک چیز اپنے وجود پہ فرض کی کہ میں کسی سے مغلوب نہیں ہو سکتا، مگر میں نے اپنی ہی ایک صفت کو اپنے اوپر غلبہ دیدیا۔ "کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ" (الانعام: آیت 12) میں نے اپنے اوپر رحمت کو غالب کرلیا۔ "وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ" (الانبیاء: آیت 12) اور اے پیغمبر میں نے تجھے نہیں بھیجا زمینوں اور آسمانوں میں مگر تمام ان عالمین کیلئے جن کا میں رب ہوں اور ان تمام عالمین کیلئے تو رحمت ہے۔ خواتین و حضرات! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات کیا پرکھ سکتے ہیں۔ ہمیں کیا علم ہے۔ ہم تو ایک خود غرض انسان کی طرح زندگی کو آخری سمجھتے ہیں، زمین کو ایک سمجھتے ہیں۔ ہم تو عالمین کے ایک محدود سے نقطے میں قید ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان عالمین میں دنیا کی مثال اس طرح ہے۔ جیسے Amazon کے جنگل میں پڑا ہوا ایک حلقہ، ایک چھلا یا ایک انگوٹھی ہے۔ اس کی حیثیت اور تناسب کیا بنے گا یہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔ جیسے اگر دنیا کے سب ریگزار جمع کر دیئے جائیں تو ان ریگزاروں میں ایک ذرہ ہماری دنیا ہے اور ہم اس معمولی سے مقام، (مستقر) اور قید خانے میں اپنے آپ کو کتنا معزز سمجھتے ہیں، یہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ تکبرات بنیادی طور پر انسان کے اوصاف میں شامل ہیں۔ یہ انسان کے ان ناقص اوصاف میں شامل ہیں جو اسے نہ صرف خدا کے حضور گستاخی کے ارتکاب پر آمادہ کرتے ہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامات کو بھی نظروں سے اوجھل کر دیتے ہیں۔ خواتین و حضرات! ہم سے تو اسد اللہ خان غالب اچھا ہے تمام عمر سرود و شعر و مے میں گزاری، مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری آئی تو ایک شعر میں بات تمام کردی کہ غالب ثناء خواجہ بہ یزداں گزاشتم کہ غالب میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف اللہ پہ چھوڑ دی اس لئے کہ میں اپنے آپ کو رسول اللہ کی تعریف کرنے کا حقدار ہی نہیں سمجھتا، کیونکہ تمام تر عقل و معرفت کے باوجود میں اس عظیم انسان کی عظمت و اخلاق و کردار کا ادراک نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

اس لئے میں ایک مختصر سی بات کہتا ہوں کہ

غالب ثناءِ خواجہ بہ یزداں گزاشتم

کہ جو اسے جانتا ہے، وہی اس کی تعریف کا حق ادا کر سکتا ہے اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ خواتین وحضرات! کمال معرفت انسان ہے کہ وہ دنیا سے لیتا کیا ہے اور دنیا کو دیتا کیا ہے۔ اگر ابتدائے حیات مصطفیٰ دیکھی جائے تو لگتا یہ ہے کہ محرومیوں کا ایک سمندر ہے جس میں وہ متلاطم ہے۔ بچپن کیا بیتا ہے جس نے باپ کی صورت تک نہ دیکھی، کیا حسرت خیال ہے اس یتیم کا، کیا مقدر ہے جس نے کبھی باپ کی شفقت کی نظر نہ پائی۔ ذرا آگے بڑھے تو مادرِ محترم بھی رخصت ہو گئیں۔ ایک معصوم سے بچے کی سائیکی پر ان شدید محرومیوں کا کیا اثر ہوتا ہو گا کہ جس کسی نے بھی آپؐ کے سر پر دست شفقت رکھا اسی کو خدا نے اٹھا لیا۔ دادا رخصت ہوئے، غربت کا یہ عالم کہ باسی روٹیاں، پانی میں بھگو بھگو کر کھاتے ہیں۔ جوانی ایسے گزاری کہ تنگ دستی اپنا مقدر دیکھتی ہے۔ اور ہمیشہ یہ محسوس کرتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہتر اسے کوئی نظر نہ آتا۔ مگر یہ ساری محرومیاں، سارے دکھ اور ساری اذیتیں سمیٹ کر ذرا غور تو کیجئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دنیا کو کیا دیا۔ محبت فاتح عالم دوسروں کے غم غلط کرنے، دکھ کم کرنا اور درد سمیٹنا، یہی وہ سراپا شفقت اور کلی رحمت ہے جس کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے۔ کارل مارکس کی زندگی بھی بڑی خراب گزری، مارکس کی زندگی بھی بہت عسرت میں گزری، بہت رنج میں گزری، بہت دشواری میں گزری، بہت مسائل میں گزری ہے۔ مگر کارل مارکس نے دنیا کو کیا دیا۔ اینجلز کہتا ہے کہ اس نے Throughout ہر حال میں مارکس کو support کیا اور عمر بھر اس کی ہر ممکن مدد کی، لیکن جب وہ ذرا فراخ دست ہوا تو سب سے پہلے اس نے اسی کو neglect کیا۔ اینجلز کارل مارکس کی بے وفائی کا گلہ کرتا ہے۔ مارکس کی بے چینی کا یہ عالم ہے کہ اس نے زندگی کو ایک حل یعنی reactive فلاسفی سے آشنا کیا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بے پایاں ادبار وافلاس، رنج وغم اور کرب وبلا سے گزرنے کے باوجود بھی انسان کو ایک ہی درس دیتے ہیں، بخاری اور مسلم کی متواتر آٹھ احادیث ہیں جن میں فرمایا کہ اعتدال اختیار کرو اور اگر مکمل

اعتدال اختیار نہ کرسکو تو اس کے قریب ترین رہو۔ خواتین وحضرات! میں نے پوری زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کو پیمانہء اعتدال دیکھا ہے اور اگر میں اس حدیث کو دوسرے معنوں میں پڑھوں تو ایک مکمل وضاحت کے ساتھ یہی بات سمجھ آتی ہے کہ جو جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب ہے یا آدابِ مصطفوی یا اس اندازِ زندگی اور خیالِ مصطفےٰ کے قریب ہے وہ اتنا ہی معتدل ہے اور جتنا انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیٹرن سے دور ہے اتنا ہی غیر معتدل ہے۔ خواتین وحضرات! حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے شر کے بارے میں سوال نہ کیا کرو۔ جب بھی مجھ سے پوچھو خیر ہی کے بارے میں پوچھو۔ اس لئے کہ شر، وہم اور وسوسہ، یہ سب تمہارے ذہن کی پیداوار ہیں۔ حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کی کہ اسے یہ وسوسہ آتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ وہ جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہو جائے۔ فرمایا عباسؓ خدا کا شکر نہیں کرتے کہ جو مسائل تمہیں حقائق میں پیش آ رہے ہیں وہ تمہارے وسوسوں میں گزر جاتے ہیں۔ استاد کے اندازِ تعلیم اور اندازِ تربیت کا یہ عالم ہے کہ آقا و رسول کو دنیا کی بدترین کلاس دی گئی ایسی کلاس جو اپنے استاد کے گلے میں پھندا ڈال دے۔ ایسی کلاس جو غلاظت اس کے سر مبارک پہ پھینک دے، ایسی کلاس جو اس کے رستے میں کانٹوں کے انبار لگا دے۔ ایسی کلاس جو زبان سے ہر وہ دکھ اس کو دیتی ہے جو کسی بندے کو دے سکتی ہے اور ایسی کلاس جس کے طالب علم استاد کا سر پھوڑنے سے بھی باز نہیں آتے مگر خواتین وحضرات اس استاد کو آپ نے دیکھا کہ جب اسے کہا گیا کہ اے استادِ محترم ان کیلئے بددعا کر دو، فرمایا کیا پتا کہ ان میں سے کچھ ایسے لوگ آئیں جن کو میرے اس پیغام کی خبر ہو، وہ اسے قبول کریں۔ اور اللہ کے اچھے بندوں میں ہوں۔

خواتین وحضرات! اس استاد نے زندگی بھر کبھی کوئی ناقص لفظ اپنے شاگردوں کے لئے استعمال نہیں کیا۔ اس نے کبھی چھڑی کو استعمال نہیں کیا اس نے زجر و توبیخ نہیں کی۔ اس نے کبھی کسی کو نسل کا طعنہ نہیں دیا، کسی کو تخریب کار نہیں کہا۔ یہ عالم تھا اس استادِ محترم کا کہ کائنات کے بدترین اخلاق کے انتہائی بڑے مجرموں کو اس نے کائنات کے انتہائی محترم اصحابِ رسولؐ میں بدل

دیا۔ خواتین و حضرات! بہت سارے طریق کار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائے۔ جبریل امین سے پوچھا حضورؐ نے، جبریل لوگ کہتے ہیں، آسمان کہتا ہے۔ زمین والے کہتے ہیں کہ میں رحمت للعالمین ہوں۔ بھلا تجھے میری رحمت سے کیا ملا۔ تجھے بھی کچھ صلا ملا۔ تجھ تک بھی میری رحمت پہنچی، فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً! پہنچی کہ جب عزازیل نے تکبر کیا۔ اللہ نے اس کو سزا دی جب کہ وہ مقرب ترین مخلوق تھی۔ بزرگ ترین مخلوق تھی۔ اس کا انجام دیکھ کر ہم مقربین، ملائکہ بارگاہ خداوند میں دہشت سے کانپتے تھے۔ خوف سے زرد تھے کہ اگر اتنے بڑے فرشتے کا یہ حشر ہو تو ہم کس قطار و شمار میں ہیں لیکن پھر جب آپ مبعوث ہوئے اللہ نے آپ پر قرآن اتارا تو خدا نے مجھے اس قرآن میں روح الامین کہہ کے مخاطب کیا تب میرا حوصلہ ٹھہرا کہ اللہ اپنی بات کو رد تو نہیں کرتے۔ جب انہوں نے مجھے روح الامین کہہ کے پکارا تو مجھے تسلی ہوئی کہ حضورؐ آپ کی برکتوں سے میں اللہ کے غضب سے محفوظ ہوا اور خواتین و حضرات! اس رحمت بیکراں کے کتنے رنگ ہیں، کتنے انداز ے ہیں کہ جب ایک شخص نے کہا، آپ سوچ کے دیکھ لیجئے، یورپ جو جانوروں کے تحفظات میں بڑا آگے ہے، جو سمجھتے ہیں ہر قانون کرم انہوں نے بنایا ہے، مگر پندرہ سو برس پہلے Greeks سے لیکر Plotinus of the Egypt تک بڑے فلاسفر گزرے، بڑے دانشور گزرے مگر کوئی ایسا نہ نکلا جیسے پندرہ سو برس پہلے محمد رسول اللہ گزرے کہ جب ایک شخص نے ہرن کے بچے اٹھائے ہوئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور بڑے تفاخرانہ انداز میں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے میں نے اس کے بچے پکڑے، جب ماں چیختی ہوئی آئی تو میں جال بچھائے بیٹھا تھا، پھر میں نے ماں کو پکڑ لیا۔ حضورؐ نے فرمایا ماں کتنی آہ و زاری کر رہی تھی کہ یہ جانتے ہوئے کہ جان خطرے میں ہے وہ صیاد کے دام میں الجھ گئی۔ تو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جانتا تھا اسی لئے میں نے ان بچوں کو پکڑا۔ فرمایا رحم کر ترس کھا اور ان بچوں کو ان کی ماں کو ضرورت ہے تو ان کو اسی جگہ چھوڑ کے آ، جہاں سے تو نے ان کو گرفتار کیا Animal Conduct جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام میں پیش کیا۔ ابھی شائد یورپ کو اس احساس مروت اور محبت تک پہنچتے ہوئے دیر لگے گی کہ جب ایک

Marfat.com

اونٹ پاس آ کے کھڑا ہو گیا اور اس کے چہرے سے اس کی حسرت نمایاں تھی تو حضورؐ نے اس کے مالک کو بلایا اور کہا اس کی جوانی میں تو تم نے اس سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ اب اس کے بڑھاپے میں اسے بھوکا مارو گے۔ اسے اس طرح رسوا کرو گے۔ جاؤ اس کی خوراک کا بندوبست کرو۔

خواتین وحضرات! وہ اشیاء کیلئے باعث رحمت تھے۔ جانوروں کے لئے باعث رحمت تھے۔ مگر سب سے بڑھ کر وہ ہر اس گناہ کیلئے باعث رحمت ہیں جو انسان سے نادانی میں سرزد ہوتا ہے جو انسان سے استقرار کے بغیر سرزد ہوتا ہے اور وہ تمام حدود اللہ جن پر پہنچ کر انسانوں کے باطن سیاہ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو گناہوں کے ان ضمن میں لاتے ہیں کہ جب قیامت کے دن اللہ کے حضور میں ایسے گناہ گار پیش کیئے جائیں گے کہ جو بظاہر گناہ کی صفات سے اور انکی جو سزائیں لکھی جا چکی ہونگی۔ ان میں بخشش کا element بھی نہ ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ خداوند میں عرض کریں گے کہ اے پروردگار عالم آپ نے مجھے رحمت اللعالمین بنایا اور رحمت کا ایک جزو صفات بنایا اور مجھے شفیع المذنبین بنایا اور آپ نے مجھے اجازت بخشی کہ میں اپنے گناہ گار مسلمانوں کے لئے سفارش کرتا تو آج کے دن سے بہتر کوئی دن ہے کہ میں آپ کے حضور سفارش نہ کروں۔ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ سے کہے گئے وعدے پورے کرینگے، جاؤ اور جہنم میں ان سارے لوگوں کو نکال لاؤ۔ جو آپ کے نزدیک ایسے ہیں اور حضور نکال کے لائیں گے۔ پھر جہنم میں کچھ لوگ بچ جائیں گے۔ خواتین وحضرات یہ مستند ترین بخاری اور مسلم کی حدیثیں ہیں۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ کچھ لوگ بچ گئے۔ آپ اللہ کے حضور دوبارہ عرض کریں گے کہ پروردگار ابھی بھی میرے کچھ لوگ جہنم میں باقی ہیں۔ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اپنے وعدے کو ضرور پورا کریں گے تیری شفاعت اور رحمت قبول کریں گے۔ جا اور ان لوگوں کو بھی نکال لا۔ پھر وہ لوگ نکالے جائیں گے پھر بھی کچھ بچ جائیں گے۔ پھر حضور شفاعت سے باز نہیں آئیں گے۔ بار بار جائیں گے۔ اللہ سے کہیں گے یا میرے مالک اب بھی میرے کچھ امتی رہے ہیں جو دوزخ میں ڈال رکھے ہیں۔ فرمایا میرے رسولؐ جا ان کو بھی نکال لا، میں اپنا وعدہ ضرور پورا کرونگا۔ جب چوتھی مرتبہ اللہ کے رسولؐ کچھ باقی ماندہ لوگوں کے لئے جائیں گے۔ تو پروردگار کہے

Marfat.com

گا اے رسولؐ ہم نے تجھ سے وعدہ پورا کیا۔ اب جہنم میں کوئی ایسا موجود نہیں ہے جو تیری شفاعت و رحمت کا مستحق ہو۔ اب تو جن مسلمانوں کو جہنم میں دیکھ رہا ہے ان کو کتاب نے روک رکھا ہے اور خواتین و حضرات! کتاب کا مطلب یہ ہے کہ جو نام کے مسلمان ضرور تھے۔ مگر جنھوں نے خدا کی وحدانیت کا کبھی اقرار نہیں کیا اور جو منافقانہ طور پہ اللہ کو مانتے رہے اور اللہ کو کبھی سزا و جزا کا مالک نہیں سمجھا۔ جنھوں نے دنیا میں رہنے ہی کو خدا جانا مگر اسباب دنیا کے خالق کو کبھی اپنا خدا نہیں مانا۔ صرف وہ جہنم میں رہ جائیں گے۔ چاہے ان کے نام کافرانہ ہوں، چاہے ان کے نام مسلمانہ ہوں اور آپ اندازہ کیجئے کہ ہم بندے تو حضورؐ کی شفاعت کی قدر نہیں کر سکتے۔ مگر خدا خود اپنے رسول کو اتنا رحمت عالم اتنا رحیم و کریم پاتا ہے کہ جب اللہ نے قرآن میں ذکر کیا تو اپنے بندے کو عبدالرحیم اور عبدالرؤف نہیں کہا بلکہ براہ راست اپنی صفات کا مظہر بنایا "لقد جاء کم رسول من انفسکم" (التوبۃ: آیت 128) یعنی تمہی میں سے ہی، تمھارے جیسا ہی ایک رسول ہے۔ بندہ وہ تمہی جیسا ہے۔ انسان تو لگتا تمہارے جیسا ہے۔ مگر "عزیز علیه ما عنتم" (التوبۃ: آیت 128) مگر یہ کمال کا انسان ہے اور کمال کا رسولؐ ہے کہ تمھاری محبت میں مرا جاتا ہے۔ اس قدر صبح و شام فکر اُمت میں رہتا ہے کہ صبح و شام اس کی زبان سے میرے حضور اُمتی، اُمتی، اُمتی ہی نکلتا ہے۔ جب دیکھو تمہاری فکر کرتا ہے۔ تمہارے تو ماں باپ فکر نہ کرتے ہوں گے۔ تمہاری اور تو اور تم خود اپنی اتنی فکر نہیں کرتے ہو۔ جتنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری فکر کرتا ہے اور خدا کو اس فکر کو اجاگر کرنے کے لئے جو لفظ استعمال کرنا پڑا وہ Possitive نہیں بلکہ Negetive تھا۔ جب، بعض اوقات تعریف عجیب سے پہلو سے نکلتی ہے۔ "مادرے" نے جب تعریف کرنی تھی Helen of Troy کی تو اس نے اس کی خوبصورتی نہیں کہی، اس کے نقش و نگار بیان نہیں کیے۔ الٹا یہ کہا

Is this the face کیا یہ وہ چہرہ ہے

Is this the face that lanched a thomal ship and

topless town of lelum burnt the topless

Marfat.com

کہ یہ وہ چہرہ ہے جس نے ایلیم کے اونچے اور بلند و بالا میناروں پر وہ آفت ڈھائی کہ جل کے خاکستر ہو گئے۔ اور Agamemnon کی اور Prince Prime کی دنیائیں اجڑ گئیں، 'یہ وہ چہرہ ہے۔' آپ اندازہ کیجئے، ویسے لاہور والے ابھی جب کسی کے حسن کی داد دیتے ہیں تو بھی ایک چھوٹے سے جملے سے دیتے ہیں کہ بس جی نرا قتل ہی قتل ہے۔ جب وہ داد دیتے ہیں تو وہ بڑی negatively کہتے ہیں کہ اس کا حسن بیاں، اس کا انداز، اس کا حسن کلام، اس کی حسن صوت کیا، نرا قتل ہی قتل ہے۔

اپنے رسول کو جب Hightend اور exciting terms میں مبالغے کے انداز میں جب بیان کرتی ہے کہ یہ دیکھو، یہ شخص ہے تو negative لفظ استعمال کرتا ہے۔ حریص علیکم یعنی حریص تو لالچی کو کہتے ہیں جو اپنی مملکت سے ایک ذرا بھی کسی کو دینے سے دریغ نہیں کرتا ہے۔ مگر یہاں عجیب بات ہے کہ possessing کیا ہے۔ محبت امت اور تمام تر possesstion اپنے احباب کی اپنی امت کی مغفرت کی ہے۔ اور ایک لحہء ایک ذرہ بھی اس شفاعت اور کرم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی میں کم نہیں ہوتا اور صبح وشام اپنی امت کی فکر کرتے ہوئے اللہ کا یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی کی ابتداء فکر امت سے کرتا ہے اور انتہا فکر امت سے کرتا ہے۔ خواتین وحضرات! پھر اگر ایسا پیغمبر کہے، ایسا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہے کہ تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوتا جب تک میں تمھیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ اس لئے ہم تو اسے صلہ ہی نہیں دے سکتے، اقبال نے کہا تھا کہ یہ درآمدی لٹریچر اور بورژدائی جدید ترین کلچر، ایک غیر پائیدار، غیر مستقل اور سیماب صفت کلچر ہے۔ دراصل یہ ہوا کا کلچر ہے اور اس میں ذرا بھی پائیداری نہیں ہے۔ اس کی تمام تر روشن صفات کا دارومدار اس کے صرف دو پہلوؤں Concept of Democracy اور Concept of liberty پر ہے اور اسلام کے نظریاتی تخیل کو آج ان ہی دو پہلوؤں کا سامنا ہے۔ خواتین وحضرات! یہ مت سمجھئے گا کہ میں democracy کے خلاف ہوں۔ میں اُس ڈیموکریسی کے خلاف ہوں جس میں moral culture محفوظ نہیں۔ مگر سیکولر ڈیموکریسی نہ moral ہوتی ہے نہ

immoral ہوتی ہے بلکہ اگر جمہوریت مل کر فیصلہ کرے تو دنیا کا بدترین گناہ اور دنیا کی بدترین اخلاق سوز حرکت بھی majority opinion سے جائز ہو سکتی ہے اور اس کی مثال اس وقت جانور سے شادی کرنے کی ہے۔ لنڈن میں ایک انتہائی محترم ثقہ رومن کھیتولک پادری نے اپنی شادی باقاعدہ طور پر کورٹ میں اپنی نہایت عزیز اور محترم کتیا سے رچائی ہے۔ یہ وصف تو ڈیموکریسی ہی کا ٹھہرا ہے۔ جمہوریت انسان کو اتنی آزادیاں بخشتی ہے، اتنا اعلیٰ ظرف عطا کرتی ہے کہ کمال ہو گیا کہ کسی نے بھی اس بات کا برا نہیں منایا۔ کیونکہ برا منانا تو rigidity ہے۔ کلچر کے اوصاف میں کسی چیز کا برا منانا درج ہی نہیں ہے۔ تفنن یہ ہے کہ ایک individual کی آزادی کا تو اتنا تحفظ ہے کہ آپ ایک لفظ بھی اس کے خلاف نہیں بول سکتے لیکن آپ رشدی کو سزا نہیں دے سکتے، اسے آزادئ رائے کا پورا تحفظ حاصل ہے، اگر رشدی ایک بلین مسلمانوں کی دل آزاری کرے، ان کو گالی دے، ان کے باپ کو گالی دے، ان کی ماں کو گالی دے، ام المومنین عائشہؓ کے خلاف لکھے، سید کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف لکھے اسے پوری پوری آزادی ہے۔ یہ ڈیموکریسی کے متضاد اوصاف ہیں۔ Amoral ہونا اس کی صفت ہے، یہ Amoralism کا ایک ایسا بھیانک نظام ہے جو نہایت خوفناک بحران پیدا کرتا ہے یہ ماضی میں بھی تھا آج کی بات نہیں ہے یہ بڑی پرانی بات ہے کہ ایک دفعہ سپارٹا کی آبادی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ سپارٹا کی بائی کونسل اور ہائی کونسلرز اس مسئلے پر غور و خوض کے لئے بیٹھے اور اس آبادی کی شرح کو روکنے کے لئے کونسلرز نے ہم جنسی کی اجازت دے دی۔ اسی قانون کی روشنی میں آج بھی دنیا میں ایسے قوانین تشکیل دیے جا رہے ہیں۔ حقیقت میں یہ قوانین نئے نہیں ہیں بلکہ سپارٹا میں ان کی کونسل نے سب سے پہلے یہ قانون پاس کیا تھا۔ خواتین و حضرات! اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکو کیا دے رہے ہیں۔ Possible highest intellectual Order سے نکلا ہوا یہ دین ایک بات کلیم کرتا ہے۔ اس کلیم کے بعد صرف چالیس برس تک اس بات کو Demonstrate کرتا ہے۔ ایک Pure Islamic آرڈر demonstrate ہوا جو مستقل نہیں تھا۔ اس کے choices پلڈ ہوتے ہیں۔ جب آپ

Marfat.com

اسے اپنے اختیار سے پسند کرو گے تو پھر اسلام کو بحیثیت مذہب چنو گے مگر اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ "مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی" (طٰہٰ: آیت 2) اے میرے سردار اے میرے پیغمبر، اے میرے محبوب "مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی" ہم نے قرآن کو مشقت کیلئے نہیں اتارا۔ خواتین وحضرات! اگر قرآن اور اسلام میں مشقت نہیں ہے تو پھر آپ اتنی مشقت کیوں اٹھا رہے ہیں، کیوں اتنے خوفزدہ ہیں۔ معاشرہ اسلام کو پلٹنے کیلئے کیوں ڈرا ڈرا سا رہتا ہے۔ اس کی نگاہ میں کون سے ایسے قوانین ہیں، کیا آپ نے کبھی اپنے religious قوانین کی سائیکالوجی سمجھی ہے؟ کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ دنیا میں واحد اسلام ایسا قانون ہے جو قتل کے آخری لمحوں میں بھی اس کی برأت رکھتا ہے یہ بدترین جرم جو زمین پہ ہوتا ہے آخری لمحہء حیات میں بھی معاف ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ قصاص اور دیت کے قوانین صرف اور صرف اسلام میں پائے جاتے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ نماز ایک چھوٹا سا لازم ترین حکم ہے مگر اس نماز میں بھی ستائیس Exceptions ہیں۔ اس قانون میں اللہ نے لوگوں کو آسانیاں دینے کے لئے یہ Exceptions رکھے ہیں۔ روزے میں بھی Exceptions ہیں۔ روزہ کتنا سخت ہوتا ہے، کتنا Hard ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس کو رکھنے کا بھی حوصلہ نہیں پاتے خدا کہتا ہے نہ رکھو، مگر اس کے بدلے میں کم از کم ایک یتیم، ایک مسکین کو کھانا دے دو۔ "و علی الذین یطیقونہٗ فدیۃٌ طعام مسکین" (البقرۃ: آیت 184) ہم لوگ چونکہ براہ راست مذہب کی آگاہی اور حدیث رسولؐ پڑھنے سے گریزاں ہیں تو پھر ہمیں اس پیغمبر کی عظمت کا کیا پتا لگے گا۔ جسے خدا کہتا ہے "و بالمومنین رؤف الرحیم" (التوبہ: آیت 128) اللہ خود اپنی زبان سے کہتا ہے کہ وہ رؤف ورحیم ہے۔ مگر وہ رؤف الرحیم اپنی کائنات بالا میں ہے۔ جہاں کسی انسان کی رسائی ممکن نہیں ہے لیکن زمین پر اگر اللہ کی طرح کوئی رؤف الرحیم ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تمام انسانوں، اہل اسلام، جانوروں اور ہر شے کی محبت کا آخری شعور رکھتا ہے یہی رؤف الرحیم بندہ ہے اور یہی رحمت اللعالمین ہے اور تم خوش نصیب ہو کہ میں نے تمہارے درمیان میں رحمت اللعالمین کو پیش کر دیا۔ ہر چیز Constitutionalise ہوتی ہے۔

خواتین وحضرات! رحمت کا کیا Concept ہے۔ بائیس سال تک مشقت انسان! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ، بائیس برس تک اصحاب رسول کی مشقیں، ٹارچر، ذہنی ابتلا، کرب و بلا، دکھ اور اذیتیں، اتنی بڑی اذیتیں، "ام حسبتم ان تدخلو الجنة ولما یأتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین اٰمنوا معهٗ متٰی نصر الله الا ان نصر الله قریب" (البقرۃ: آیت 214) "تم گمان کرتے ہو کہ ہم تمہیں جنت میں داخل کر دیں گے۔ بغیر کہے سنے، ہم تمہیں داخل کر دینگے جنت میں، تمہیں پتا نہیں، تم سے پہلے، بڑی ایسی قومیں گزری ہیں کہ جن کو جنت میں داخل کرنے سے پہلے سختی سے آزمایا گیا۔ ان پہ ایسی ایسی آزمائشیں ڈالیں۔ آروں سے چیرے گئے۔ گردنیں ان کی قلم کر دی گئیں۔ ان کو آگ میں ڈالا گیا۔ دیکھئے تو سہی سورۃ جس کی شروع ہی اس "والسماء ذات البروج والیوم الموعود O و شاھد و مشھود O قتل اصحب الاخدود O النار ذات الوقود O" (البروج: آیت 1 تا 5) میں کن لوگوں کا ذکر ہے جن کو کلمے کی تصدیق کیلئے ایک ایک کر کے آگ میں ڈالا گیا اور کیسی کیسی جرآزما آزمائشیں امتوں اور ان کے پیغمبروں پر ڈالی گئیں۔ حتیٰ کہ ایوب بے چارگی میں پکار اٹھے، "انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین" (الانبیاء: آیت 83) کہ "ہمیں عذاب نے چھو لیا ہے۔ اے اللہ اور اگر تو ارحم نہ ہوگا۔ تو اس عذاب سے نجات نہ ہوگی۔ کسی پیغمبر نے پکارا "انی مغلوبٌ فانتصر" (القمر: آیت 10) اے رب کریم! میں تو سراسر مغلوب ہوں، اگر تو حمایت نہ کرے گا تو میں اپنے اوپر اور حالات پہ غلبہ پاؤں گا کوئی اتنا بھوکا، ننگا مجبور ہو کے صحرا کے کنارے درخت کے ساتھ ٹیک لگا کے، بڑے ہی عجز وانکسار سے اللہ کو پکارتا ہے۔ "انی مغلوبٌ فانتصر" (القمر: آیت 10) اے اللہ تو جو بھی نازل فرمادے میں فقیر ہوں۔ اس فقر و فاقہ سے گزرتے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی امت کو آگے بڑھائے جاتے ہیں۔ تو اللہ کہتا ہے کہ تم گمان کرتے ہو کہ رحمت آسانی ہے۔ رحمت آسانی نہیں ہے۔ رحمت اس بچے پہ ٹپکتی ہے۔ جسے استاد شائد چھڑی سے اس لئے مارتا ہے کہ یہ بے قاعدگیاں چھوڑ کر با قاعدہ ہو

Marfat.com

جائے تو وہ جو چھڑی ہے رحمت کی چھڑی ہے۔ وہ ماں باپ جو کسی بچے کا کھانا اس لئے بند کر دیتے ہیں کہ اس کو کچھ پیائش ہو۔ یہ اپنے انداز اخلاق و اطوار بدلے۔ تو وہ جبر و اکراہ نہیں رحمت ہے تو رحمت میں ایک عنصر جو ہے ایک عنصر سزا کا چھپا ہوتا ہے مگر اس تمام تر سزا کا عندیہ۔ اس تمام تر سزا و آزمائش کا عندیہ کسی کی زندگی کی ultimate بہتری ہے۔

عقل یہ ہے کہ آپ ان حالات کو جانتے ہوں۔ جو کسی شخص یا طالب علم کہ اس کا ڈیٹا محدود اور اس کی محنت کم ہے اور اس نے بالآخر فیل ہونا ہے تو میں یہ چاہوں گا کہ اس پہ کچھ جبر کروں۔ اور اس کو کوئی ایسی سزا دوں کہ وہ ان activities سے گریز کر کے کچھ عرصے کیلئے زیادہ محنت کرنے کے قابل ہو۔ میرا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ امتحان سے پاس ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے استاد تھے۔ خواتین و حضرات! میں آج کتنا بھی محترم ہو جاؤں، مقدس ہو جاؤں، بڑا ہو جاؤں نیک ہو جاؤں مجھے تو کوئی ٹیچر آ کے تمغہ نہیں دے گا کہ اللہ تجھ سے راضی ہوا اور تو اللہ سے راضی ہوا۔ میں تو کہہ سکتا ہوں کہ میں اللہ سے راضی ہوا۔ مگر مجھے کون سرٹیفکیٹ دے گا کہ اللہ مجھ سے راضی ہوا، یہ تو جناب رسالت مآب کی یونیورسٹی سے پہلے قاعدہ قانون چلا ہی نہیں۔ یہ صرف اور صرف ایک ایسی کلاس تھی۔ جسے اس استاد نے ایسا لکھایا ایسا پڑھایا، ایسا سمجھایا، ایسی Priority ترجیح استوار کی، ایسا انداز زندگی ان کو بخشا، ایسا طریق تکلم بخشا، انداز حیات بخشا، شہادتیں بخشیں، عرفان ذات پروردگار بخشا کہ اللہ نے اس کلاس کو اس کی زندگی میں ہی پاس کر دیا اور کہا۔ "رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ" (سورۃ :البینۃ) کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ اس پورے زمانے میں ایک واحد کلاس ہے جو تین ہزار یا پانچ ہزار لوگ ہیں۔ حدیبیہ میں اللہ نے فرمایا اے پیغمبر! انہوں نے تیرے ہاتھ پہ بیعت نہیں کی۔ انہوں نے میرے ہاتھ پہ بیعت کی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی زمین پر اپنی زندگی ہی میں بخشے گئے ہیں۔ آج بھی دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹیاں ان کے استادوں کے ناموں ہی سے جانی پہچانی جاتی ہیں۔ آپ واسٹر شہر سے گزریں۔ بڑی شاندار یونیورسٹی ہے۔ کریڈٹ! آئن سٹائن یہاں پڑھا ہے۔ آپ آسٹن سے گزریں بہت بڑی یونیورسٹی ہے کیوں بڑی ہے،

Marfat.com

فلاں فلاں استاد یہاں سے پڑھا ہے۔ علامہ اقبال کو گورنمنٹ کالج نے تین بار مار پیٹ اور جھگڑے کے سبب نکالا تھا لیکن اقبال جب علامہ ہو گئے تو کالج بڑے افتخار سے بتایا کرتا تھا کہ علامہ اقبال ہمارے ہاں پڑھتے تھے۔ Individual سے کائنات بنتی ہے۔ فرد واحد سے کائنات بنتی ہے۔ اس لئے ان تمام افراد کو follow کرنا جب ابراہیم نے دلائل و براہین سے خدا کو پایا۔ خدا کی شناخت کی، اللہ نے اس credebility کو پسند کیا۔ فرمایا ایک نعمت میں نے ابراہیم کو بخشی تھی۔ سارے انسانوں کو بخشی تھی اور سارے انسانوں نے اسے کمتر استعمال کیا، استعمال کے باوجود کم تر ترجیحات کیلئے استعمال کیا۔ میں نے انہیں اپنے لئے دی تھی انھوں نے انہیں روٹی کیلئے استعمال کیا، عزتوں کے لئے، وجاہتوں کے لئے، تکبرات کے لئے استعمال کیا اور شناخت کا بنیادی مقصد چھوڑ دیا۔ ابراہیم نے شناخت کو شناخت کے مقصد کیلئے استعمال کیا۔ خدا اور اپنی ذات پر غور وفکر اللہ ہی کے اس قول کے مطابق ہے کہ میں نے عقل وشعور دیا ہی اسی لئے ہے کہ "اِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِراً وَّ اِمَّا كَفُوْراً" (الدھر: آیت 2) تمام غور وفکر اس لئے ہے چاہو تو مجھے مانو، چاہو تو میرا انکار کرو۔ ابراہیم نے مجھے جانچا، پرکھا، ستاروں سے گزرا، آفتاب ومہتاب سے گزرا، علامات جہاں سے گزرا اور بالآخر اس نتیجے پہ پہنچا کہ میرا خدا، میرا رب میرا اللہ ایک واحد پروردگار ہے۔ واحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں وہ حی القیوم ہے۔ وہ تمام علم اسی کا ہے، تمام حکمت اسی کی ہے مگر پھر بھی خدا سے کہا کہ رب کریم کچھ ایسی بات ہے کہ سب کچھ جاننے سمجھنے اور سوچنے کے باوجود میرے قلب میں پھر بھی کچھ وساوس رہتے ہیں۔ فرمایا اے ابراہیم اتنا کچھ جاننے سننے کے باوجود بھی تجھے مجھ پر ایمان نہیں ہے۔ فرمایا اے پروردگار ایسا نہیں ہے۔ "الا بذکر الله تطمئن القلوب" (الرعد: آیت 28) فرمایا صرف اطمینان قلب چاہتا ہوں، اطمینان قلب، شہادت سے، واقعات وشہادت سے، جب تک شہادت نہ مہیا ہو، علم تو وضاحت خیال دیتا ہے۔ مگر پھر وہی وسوسہ یقین کے باوجود، جاننے کے باوجود کہ اللہ ہے، وہی زندگی کا خالق ہے، سب کچھ ہے، پھر وہی فتنہ کہ! کیسے، فرمایا صرف ایک معاملہ ہے۔ "الا بذکر الله تطمئن القلوب" (الرعد: آیت 28) ٹھیک ہے چار پرندے لے پہلے ان کو

Marfat.com

اپنے ساتھ مانوس کر لے، کمال ہے اللہ میاں بعض اوقات لگتا ہے کہ بڑے بڑے سائیکالوجسٹ کی کلاس لے رہا ہے۔ بھلا پوچھو آپ کو کیا ضرورت ہے ہلائے ہوئے پرندوں کی، تو خواتین و حضرات! وسوسے کا خالق ہے، وسوسے کا توڑ رکھتا ہے۔ اگر ابراہیم چار نئے پرندے لے لیتے، سرکاٹ کے دور دراز رکھ دیتے، فرمایا بلا ان کو تیری طرف لپکتے، لپکتے چلے آئیں گے تو ابراہیم کے ذہن میں ایک وسوسہ پیدا ہوتا کہ یہ وہ پرندے تو نہیں ہیں۔ ہوسکتا ہے چار تو میں نے قتل کر دیئے تو اللہ میاں چار نئے پرندے بھی تو میری طرف بھیج سکتا ہے۔ یہ الیوژن نہ ہو۔ اللہ میاں کا ایک چھوٹا سا کرشمہ ڈیوڈ کاپر فیلڈ بھی تو ہے۔ کھڑے کھڑے ایفل ٹاور غائب کر دیتا ہے تو اگر الیوژن اتنا بڑا ہوسکتا ہے تو ممکن ہے کہ یہ بھی کوئی کرشمہ قدرت ہو کہ جو چار پرندے میں نے دیئے ہیں شاید یہ وہ نہ ہوں اور یہ چار پرندے دوسرے ہوں۔ بنا بریں اللہ نے فرمایا ان پرندوں کو تھوڑا سا ہلا لے تا کہ تجھے شناخت ہو جائے کہ یہ وہی چار پرندے ہیں جن کی گردنیں تو نے خود کاٹی ہیں اور یہ وہی پرندے تیری طرف لوٹ کے آئے۔ اس قدر پیچیدہ سائیکالوجی اور وساوس کو انسان کی ذہنی سطح کے مطابق ٹریٹ کرنا اللہ ہی کا کام ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا خوبصورت بات کہی ہے کہ اگر آپ لوگوں کے ذہن میں ہو تو کبھی وسوسہ آ ہی نہیں سکتا۔ For example کالی بلی نے اگر رستہ کاٹا ہے تو آپ اسی رستے پہ واپس جائیں گے۔ جس رستے کو بلی نے کاٹا ہے۔ فرمایا جب وسوسہ آئے تو وہی کیا کرو جس سے وہ ڈراتا ہے یعنی جب وسوسہ آئے تو اس کے الٹ کیا کرو۔ خواتین و حضرات! میں آپ کو اپنا ایک واقعہ سناتا ہوں، مجھے ایک بار لیکچر کے لئے کوئٹہ جانا تھا۔ اتفاق سے وہ دن منگل کا تھا۔ جب میں اپنے گھر کی دہلیز عبور کرنے لگا تو پھوپھی جان محترمہ کی آواز آئی کہ آج منگل ہے کہیں نہ جانا۔ منگل والے دن سفر کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ میں نے کہا یہ جو بے شمار لوگ منگل کو سفر کرتے پھرتے ہیں کیا یہ خدا کے ناپسندیدہ بندوں میں سے ہیں اور کیا منگل کو شیاطین کھلے پھرتے ہیں اور اللہ کے بندے گھروں میں قید ہوتے ہیں۔ مجھے بہت resist کیا گیا۔ میں ذرا آگے چلا تو ایک دوسری خاتون بولیں۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں منگل کو جانا ٹھیک نہیں ہوتا۔ خواتین محترمات یہ خاص آپ کیلئے ہے! اگر ایک بات دو بار یا تیسری مرتبہ کوئی

بندہ کہتا ہے کہ منگل کو نہ جانا تو دل میں خیال تو آتا ہوگا کہ سارے لوگ کہتے ہیں منگل کو نہ جانا۔ یقیناً کوئی تو خرابی ہوگی۔ چلو آج منگل کو نہ جاؤ مگر میں نے وہی کیا جو میرے رسول نے بتایا تھا لہٰذا میں نے کہا میں آج تو ضرور ہی جاؤ نگا۔ کل جاؤں نہ جاؤں آج ضرور جاؤ نگا۔ خواتین و حضرات! جب میں ائیر پورٹ پہنچا تو دو بڑے اعلیٰ درجے کے آفیسر میرے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ میں نے کہا آپ کہاں، کہنے لگے کہ سنا تھا کہ آپ کوئٹہ جا رہے ہیں تو ہم نے سوچا آپ سے ائیر پورٹ پر مل لیں۔ وہ مجھے جہاز تک چھوڑنے آئے۔ میں جب جہاز میں بیٹھا تو ایک شخص کو پتا لگا کہ میں پروفیسر احمد رفیق اختر ہوں پھر دیکھتے ہی دیکھتے قطاریں لگ گئیں اور تمام سفر مسافروں کو تسبیحات دینے میں گزرا۔ جہاز سے اترا تو کئی احباب منتظر تھے۔ یہ پانچ دن کا سفر مسلسل خدا کی یاد، خدا کے کلام اور خدا کی محبت میں گزرا۔ میں نے کہا اگر ایسے منگل ہوتے ہیں تو ضرور آیا کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ وساوس سے گھبرایا نہ کرو۔ یہ وساوس، سراب اور ذہن کے تصورات ایمان کے لئے خوشی کا سبب بنتے ہیں؟ کیونکہ ہم ان وساوس کے باوجود اپنے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پہ ایمان رکھتے ہیں۔ ان شیاطین کے باوجود جو ہمیں خیال کے پتھروں سے رجم کر رہے ہوتے ہیں۔ ہم اپنے اللہ اور رسول پہ ایمان رکھتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا جب وساوس آئیں تو یہ ضرور کہا کرو "آمنت باللہ و رسولہٖ" (مسند احمد) کہ ہم اللہ اور اپنے رسول پہ ایمان لائے۔ اور یہ وسوسہ اسی وقت خارج ہو جاتا ہے۔ خواتین و حضرات یوں تو بڑے بڑے لوگوں نے ثنائے حضور کہی مگر ایک دفعہ ایک شاعر نے حضور کی خدمت میں شعر پیش کیا۔ تڑاقا سا ہوا آسمانوں کی بجلی کی سی طاقت شعر میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کلام میں بڑی طاقت ہے تو حضرت حسان بن ثابتؓ نے شعر پڑھا تو آسمان سے ایک گونج اٹھی۔ داد ملی اور جبریل امیں اترے اور کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس شعر کی داد تو اللہ بھی جبرئیل کو دے رہا ہے۔ اب اگر غور کیجئے تو شعر کے معانی عجب ہیں۔ معانی یہ ہیں کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اللہ نے آپ کو ویسے بنا دیا جیسے آپ نے چاہا۔ "کانک قد خلقت کما تشآء" جیسے آپ کی مرضی تھی، جیسے آپ نے چاہا، بحیثیت انسان آپ زندگی گزاریں۔ جس آدمیت پر آپ فائز ہونا چاہتے تھے یہ بڑا

important نکتہ ہے خواتین وحضرات! بڑی کوشش کی میں نے تہجد پڑھوں، نیکی انسان کے بس میں ہی نہیں ہوتی۔ ایک بڑے صاحب فکر نے کہا کہ یہ غلط حدیث ہے کہ جس نے حی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کے بعد لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑا اس پہ جنت واجب ہوگئی۔ غلام احمد پرویز ہمارے پہلے دوستوں میں تھے ان کو اس حدیث پر اعتراض ہوا۔ کہنے لگے۔ سبحان اللہ حدیث ہی نہیں ہے، غلط ہے، ایک آدمی تو سخاوت کر رہا ہے، دوسرا آدمی اس کے پیسے گن رہا ہے کہ یہ تو جائز ہی نہیں ہے۔ مناسب ہی نہیں ہے۔ کیوں بھئی آپ ایسے کیسے دے دیں گے نجات، جنت کیسے دے دیں گے۔ صرف لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہنے کیلئے آپ نے حی الصلوٰۃ کہا۔ مگر خواتین وحضرات! ذرا غور تو کیجئے، غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جب مؤذن نے کہا، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح آؤ خیر کی طرف، آؤ نماز کی طرف تو جواب والے نے کچھ سوچا۔ اس پہ شر تو میرا اپنا ہے، شر تو میرے وجود سے تخلیق پاتا ہے۔ میں اسے سوچتا ہوں، شیطان کے ساتھ مل جاتا ہوں۔ وہ مجھے اکساتا ہے، میں اس کی طرف جاتا ہوں اور پھر میں وہ شرارت کر بیٹھتا ہوں۔ مگر خیر کا مالک تو اللہ ہے اور اگر خیر کا ادراک میں کروں اور خیر سارے کا سارا میں کرتا ہوں تو یہ بھی شیطان کا شر ہے۔ اگر قدرت خیر میں Claim کرلوں تو بجائے اس کے اچھی بھلی نیکی کرتے کرتے، نیکیاں ساری کر کے دریا میں ڈال دونگا اور کسی حاتم طائی کو پھر کسی سفر پہ نکلنا پڑے گا۔ اس نکتے کو جاننے کیلئے تو خیر اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور جب کوئی انسان دل یا زبان سے کہے کہ پروردگار نہ میری کوئی قوت نہ میرا کوئی ارادہ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا یہی مطلب ہے ناکہ نہ میری کوئی قوت نہ میرا کوئی ارادہ جو کچھ ہے تیری توفیق سے ہے۔ اگر تو اجازت بخشے گا، توفیق بخشے گا، رحم فرمائے گا، تو میں نیکوکاروں میں سے ہوں گا، میں نمازیں بھی پڑھوں گا، میں فلاح بھی اختیار کروں گا اور اس اپروچ سے اعلیٰ، صاف ستھری اور نیک اپروچ نہیں اور کوئی شخص جو یہ ذہنی اپروچ رکھتا ہے۔ رب کعبہ کی قسم ہے کہ جہنم اس کو کبھی بھی داغدار نہیں کرسکتی۔ اس لئے کہ تمام ایمان خواتین وحضرات! اعمال کی Conception پر ہے۔ آپ کا fore - brain، اس کے رستوں، اور انداز کو کنٹرول کرتا ہے۔ آپ کو حکم دیتا ہے، انداز زندگی دیتا ہے، عرفان بخشتا ہے، رفعت خیال بخشتا ہے،

Marfat.com

یہ fore brain ہے جس کے بارے میں قرآن میں اللہ کہتا ہے کہ میں نے "مَا مِنْ دَآبَۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِھَا" (ھود: آیت 56) کہ زمین میں ایسا کوئی ذی حیات نہیں ہے جسے میں نے اس کے ماتھے سے نہیں تھاما ہوا۔ خواتین و حضرات! ماتھے پہ بالوں سے نہیں اللہ نے پکڑا ہوا، بلکہ یہاں fore brain ہے جس کا ریموٹ کنٹرول اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ یہ fore brain پھر دماغ کے دوسرے سسٹمز کو آرڈر دیتا ہے، ان میں سے خلاقیت، تخلیق، عمل پذیری کا ایک سسٹم ہے۔ پھر عمل پذیری کا وہ سسٹم آپ کو عبادات ظاہرہ یا اشکال باطنیہ یا ظاہرہ کا حکم دیتا ہے۔ کیا اللہ کے نزدیک اعمال کی حیثیت اور خیال کی حیثیت ایک ہے؟ قطعاً نہیں۔ بلکہ حضورؐ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے؟

خواتین و حضرات یہ بات اچھی تو نہیں ہے نا کہ عملیت پسند کتاب سے ہماری رعایت کے سارے قانون ہی نکال دے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں دیے ہیں۔ دیکھو نا جب بندہ بوڑھا ہو جائے تو اسے Obstackle race میں ذرا آگے کھڑا کرتے ہیں اس کو advantage دیتے ہیں۔ جوان کو پیچھے کھڑا کرتے ہیں تا کہ عمروں کے لحاظ سے اُسے advantage مل جائے تو کیا خیال ہے خواتین و حضرات! انسانوں کے دماغوں میں تفاوت نہیں ہوتی؟ پڑھائیوں میں تفاوت نہیں ہوتی؟ رُتبہ و اعمال میں تفاوت نہیں ہوتی؟ ہر آدمی اور دوسرے آدمی میں عمل اور ذہن کا فرق نہیں ہوتا؟ تو پھر اللہ تعالیٰ نے کچھ obstacles کی وجہ سے کچھ رعایتیں اناؤنس کی ہوئی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو زبان سے اقرار کرے کہ اللہ ایک ہے اور مرتے دم تک اس اقرار پہ قائم رہے تو تو نے ایمان چکھ لیا۔ اگر تو زبان سے کہے اللہ ایک ہے اور میں اس کا رسول ہوں اور پھر مرتے دم تک اس عہد پہ پابند رہے تو تُو نے ایمان چکھ لیا۔ خواتین و حضرات! اعمال کا ذکر ہی نہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیحین کی حدیث ہے: یہ نہیں کہ اعمال نہ کرو یہ کبھی بھی گمان نہ کیجئے گا۔ یہ میں اعمال کیخلاف بات نہیں کر رہا بلکہ میں نیات کے حق کی بات کر رہا ہوں۔ ان نیات کے حق کی بات جنھیں اعمال زدہ لوگ سرے

Marfat.com

سے بھول جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قیامت کب آئے گی؟ فرمایا تو نے کسب قیامت کیلئے کیا کیا ہے کہ اتنی جلدی قیامت کا پتا پوچھ رہا ہے۔ فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا تو کچھ نہیں کیا۔ کہا تُو نے نمازیں بہت پڑھی ہیں؟ کہا نہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جزوی سی ہیں بس۔ فرمایا روزے بڑے رکھے ہونگے۔ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی گرمی پڑتی ہے، فدیہ دے دے کے ہی روزے رکھے ہیں۔ اور پھر خیرات وصدقات بڑے دیے ہونگے۔ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس ہے ہی کچھ نہیں دینے کو، میں تو لوگوں سے مانگ کے کھاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، پھر تو قیامت کے بارے میں کیوں پوچھتا ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے آپ سے بڑی محبت ہے۔ فرمایا پھر قیامت کے دن لوگ انہی کے ساتھ اٹھائے جائیں گے جن سے ان کو محبت ہوگی۔ اللہ بخشے امام ابن تیمیہؒ بڑے سخت تھے۔ امام ابن تیمیہ تو آپ سب جانتے ہیں بہت بڑے عالم، بڑے محدث، بہت بڑے فقیہہ مگر مزاج کے سخت تھے۔ سخت! گنجائش نہیں دیتے تھے۔ ہم پھر بھی انہیں پسند کرتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ گنجائش نہیں دیتے پھر بھی اسی زمانے میں قطب الاقطاب سیدنا خواجہ ابوالحسن شاذلی زندہ تھے۔ شاذلیہ آج بھی آپ کو پتا ہے امام مغرب کہلاتے ہیں۔ تمام مغرب میں حضرت شاذلی کا سلسلہ چلتا ہے تو امام ابن تیمیہ نے ایک خط لکھا۔ شاذلی باز آ تو لوگوں کو بڑے محبت کے سبق دیتا ہے۔ بڑی نیات کے عمل سکھاتا ہے۔ اگر اعمال کی بات نہ کرے گا تو تجھے ضرور سنگ ساری کی جائیگی۔ امام شاذلی نے جواب میں یہ حدیث لکھ کے بھیج دی جو ابھی میں نے سنائی اور کہا بھئی ہم تو اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے اگر تم لوگوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محدود کرنا ہے تو پھر ہم تمہاری سیادت بھی نہیں مانتے۔ وہ رحمت اللعالمین ہیں۔ تم انہیں محدود اللعالمین کئے جاتے ہو۔ وہ قیامت تک انسانوں کے لئے شفاعت وکرم وجود وسخا کا منبع ہیں اور تم کسی بخیل اور قارون کی طرح انھیں چند صندوقوں کی کنجیوں میں باندھ کے رکھنا چاہتے ہو۔ کیا محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحم کرنے سے پابند کیا جاسکتا ہے؟ "انما انا قاسم واللہ یعطی" (بخاری)

Marfat.com

حدیث ہے کہ اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں۔ خواتین و حضرات نبی ہوتے کس لئے ہیں۔ نبی پر سوال کیا جاتا ہے کہ ان کو غیب کا علم ہے کہ نہیں۔ خواتین و حضرات! غیب کیا ہوتا ہے جس کی انفارمیشن نہ ہو۔ فرض کریں کہ میں نے دس کتابیں پڑھی ہیں اور میرے بھائی نے بیس پڑھی ہیں تو دس کتابوں تک میں اور وہ شہود میں ہوں گے۔ گیارہویں کتاب شروع ہوگی اور میں غیب میں چلا گیا میں نے تو پڑھی ہوئی نہیں ہیں۔ میرے تو شناخت میں نہیں ہیں۔ تو انفارمیشن کی حدود سے غیب و شہود کا تعین ہوتا ہے۔ یعنی جتنی انفارمیشن ہوگی۔ ایک جادوگر ہے، اس کو سحر کاری کی انفارمیشن ہے۔ وہ آپ کو حیران کر دیتا ہے، سراسیمہ اور پریشان کر دیتا ہے۔ ایک عالم جو اپنے علم سے آپ کے دل میں عقیدت، محبت اور عبودیت کا احساس پیدا کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے یہی بات اللہ نے کہی۔ "عسیٰ ان تکرھوا شیئا ھو خیر لکم" (البقرۃ: آیت 216) کسی چیز میں تم کراہت کھاتے ہو اس میں خیر ہوتی ہے۔ "و عسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شر لکم" (البقرۃ: آیت 216) اور کسی چیز سے تم محبت رکھتے ہو، وھو شر لکم اور اس میں شر ہوتا ہے۔ اگر میں نہ جانتا ہوتا، اللہ کا کہنا یہ ہے، اگر میں نہ جانتا ہوتا، اگر میں تمہارا خیال نہ رکھتا، اگر میں تم پہ مہربان نہ ہوتا تو تم لوگ ضرور میرے لیے نت نئے پاکھنڈ پھیلاتے، اور نئی نئی آفتیں لاتے۔ اس لئے میں تمھیں یہ صاف صاف بتا دوں کہ "واللہ یعلم و انتم لا تعلمون" (البقرۃ: آیت 216) کہ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ خواتین و حضرات! یہ ہر استاد پہ قانون لاگو ہوتا ہے۔ استاد شاگرد کو کہتا ہے کہ یہ سوال غلط ہے۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں اور تم نہیں جانتے۔ جہاں انفارمیشن موجود ہے، وہاں شہود ہے۔ جہاں انفارمیشن نہیں ہے وہ غائب ہے۔ مگر دیکھئے تو سہی غائب ہے کیا۔

جب کسیڈینز نے سلطنت اسرائیل تباہ کی تو حضرت دانیال 70 ہزار قیدی ساتھ لے کے گئے اور بنی اسرائیل کی عورتوں کو لونڈیاں بنایا، ان کے جوانوں کو قتل کیا۔ بڑی دیر گزری حضرت عزکائیل نے رونا پیٹنا کیا۔ پیغمبران بنو اسرائیل بڑے روئے کہ اس مصیبت کو خدا ٹال۔ پھر حضرت دانیال کا زمانہ آیا۔ حضرت دانیال اک پیغمبر تھے۔ اک نبی تھے اور باقی اس زمانے میں

Marfat.com

ڈیڑھ سو کے قریب اور بھی نبی تھے۔ حضرت دانیال کے لئے یہ بات ثابت کرنا کہ وہ اصلی نبی تھے بہت مشکل ہوا۔ مگر نبی کی پہچان غیب کی خبر جاننا ٹھہرا۔ اس وقت کے دوران میں حاکم وقت نے ایک خواب دیکھا۔ اب مشکل یہ آن پڑی کہ اس خواب کی تعبیر کون بتائے۔

بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو شخص مجھے خواب بتائے گا پھر تعبیر بتائے گا تو میں اس کو میں نبی مانوں گا۔ اب جو جعلی لوگ تھے وہ بیچارے تعبیر تو کر ہی لیتے ادھر ادھر کہیں سے مگر تاویل گھڑنے! اب یہ کیسے بتاتے کہ بادشاہ نے کیا خواب دیکھا ہے یہ تو بڑی غائب کی بات تھی، پھر حضرت جبرئیل امین اترے۔ دانیال کے پاس آئے کہا کہ بادشاہ نے یہ خواب دیکھا اور اس کی تعبیر یہ ہے اگلے روز پھر بادشاہ کے حضور دانیال پیش ہوئے اور کہا بادشاہ تو نے ایک انگلی کو دیوار پہ لکھتے ہوئے دیکھا ہے اور اس نے لکھا ہے تو جانچا گیا، پرکھا گیا اور تخت و تاج سے گرایا گیا۔ بادشاہ کو یقین ہوا۔ اس نے کہا یہی نبی ہے جو غائب کی خبر لاتا ہے۔ اور وہی ہمیشہ نبی کہلاتا ہے۔ اور غائب کی خبر کیا ہے۔ آپ کا خیال یہ ہے کہ غائب کی خبر یہ ہے کہ کسی کے گھر میں کیا پکا ہوا ہے، یہ بتا دینا۔ یہ تو بہت پہلے حضرت عیسیٰؑ کے علم میں تھا۔ "وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم" (آل عمران : آیت 49) قرآن کہتا ہے کہ ہم نے ملکہ بخشا، استعداد بخشی، "وایدناہُ بروح القدس" (البقرۃ: آیت 87) جبرئیل امین کی مدد بخشی، حتیٰ کہ جب یہ لوگ ایک طوائف کو سنگسار کرنے لگے تو حضرت عیسیٰؑ کھڑے ہو گئے اور انھوں نے موقع پر فرمایا، اس کو پہلا پتھر وہ مارے جس نے پہلے خود کبھی یہ گناہ نہ کیا ہو اور یہ دیکھ لینا کہ میں تمھارے باطن اور ظاہر کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ "وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم" اور میں بتا سکتا ہوں تم گھروں میں کیا کھاتے ہو اور کیا صندوقچوں میں چھپا چھپا کے رکھتے ہو، سارے ڈر گئے۔ پتا تھا کہ عیسیٰؑ نبی ہے۔ پتا تھا یہ خبر غائب رکھتا ہے۔ مگر خواتین و حضرات! خیر یہ تو عطا و بخشش ہے۔ اللہ جس کو جو خبر دینا چاہے اسے خبر دیتا ہے۔ لہٰذا ان کا source دیکھنا چاہیے۔ ایک عام سا source ہے، سکائی لیب ہے یہ ساری دنیا کی خبر رکھتی ہے۔ کل بھی امریکہ دعویٰ کر رہا تھا کہ وہ ہماری میزائل سائٹس جانتا ہے۔ وہ جہاز کے اڑنے سے پہلے ہی دیکھ لیتا ہے، وہ تین منٹ میں

اسی مقام پر چیز تباہ کر دیتا ہے۔ زمین کا دجال تو بڑے بڑے اعلیٰ کلیم claim کرتا ہے، اور آپ سب مانتے ہیں۔ اور وہ زمین و آسمان کا رب جو کلیم کرتا ہے، آپ کو اس کے ماننے میں کتنا دریغ ہوتا ہے۔ اس کا پیغمبر کہتا ہے، بھئی میں تمھیں غائب کی خبر دے رہا ہوں کہ خدا ہے۔ خدا ہی غائب ہے نا! خدا کے سوا کون غائب ہے، اللہ کے سوا تو کوئی غائب نہیں ہے۔ امنت باللہ، سب سے پہلا غائب خدا ہے، کسی فرد و بشر نے اسے نہیں دیکھا ہوا، نظر میں آج تک آ ہی نہیں سکا۔ کوئی شہادت نظری موجود نہ تھی۔ کوئی چیز ایسی حقیقت نہ تھی۔ ایک ہی غائب تھا، اسی غائب کے توسط سے جنت و دوزخ ہے۔ اسی غائب کے توسط سے عذاب قبر ہے، اسی غائب کے توسط سے سارے غائب ہیں جو آپ کو غائب نظر آتے ہیں مگر جو نبی اللہ کی انفارمیشن دے رہا ہے، اللہ کو غائب سے حضور میں لا رہا ہے، غیب سے شہادت میں لا رہا ہے، "ما زاغ البصر وما طغی O لقد رأی من ایات ربه الکبریٰ O" (النجم :18,17) اس کی آنکھوں نے کوئی کجی نہیں کی، اس نے کھلی آنکھ سے اپنے رب کو دیکھا۔ بہت کہتے ہیں بڑا دانشور کہتے ہیں جبرئیل کو دیکھا۔ تو بھئی جبرئیل تو لگے پھرتے ہیں، زمین پر۔ جبرئیل تو وہ فرشتہ ہے، پرانے زمانے میں Greek Mythology میں

Hermes the Massengers ہوا کرتے تھے۔ لگتا ہے جبرئیل کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ جبرئیل ہی کی بگڑی ہوئی شکل Hermes the Massenger ہے۔ دراصل اللہ کی طرف سے ہر پیغمبر کو ہر حال میں پیغام رسانی کا فریضہ جبرئیل امین دیتے رہتے۔ آدم نے جبرئیل کو دیکھا۔ شیث نے دیکھا، نوح نے دیکھا، عیسیٰ نے دیکھا، موسیٰ نے دیکھا کون سا ایسا پیغمبر ہے جس نے ہر رنگ میں جبرئیل کو نہ دیکھا ہو۔ پھر جبرئیل کا معراج پہ دیکھنا کون سا وصف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواتین و حضرات، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لئے ختم المرسلین ہیں، اس لئے رحمت اللعالمین ہیں کہ جہاں جہاں رب العالمین ہے وہاں رحمت اللعالمین ہیں اور جہاں پروردگار کو شہادت کی ضرورت پڑی، جہاں اپنے لئے ایک واحد شہادت متمکن کی اور اپنے غائب کو شہود میں لانا چاہا۔ اپنا حضور اسٹیبلش کرنا چاہا، وژن کے بغیر کرنا چاہا تو

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدائے واحد و یکتا کے واحد و یکتا شاہد ہیں۔ اور ان کے بغیر زمین پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا، اللہ کی کوئی شہادت نظری موجود نہیں، شہادت بصری موجود نہیں،

وما علینا الا البلاغ

اللہ تعالیٰ ہمیں عرفان ذات و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دے اور ہمیں ایک آخری بات جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خوش کرتی ہے، جو اللہ کو خوش کرتی ہے، حضرت کعبؓ بہت تسبیح کیا کرتے تھے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں درود پڑھا کروں، فرمایا ہاں، فرمایا ایک تہائی پڑھا کروں؟ فرمایا اور پڑھا کرو، فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نصف پڑھا کروں، فرمایا اور پڑھا کرو، فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں درود ہی نہ پڑھا کروں۔ فرمایا کفایت کرے گا۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سوالات وجوابات

یاجوج ماجوج کی کہانی!

سوال: یاجوج ماجوج کو ذوالقرنین نے کس مقام پہ قید کر رکھا ہے یہ قومیں کب ظاہر ہونگی؟

جواب: یاجوج ماجوج کو اس نے کہیں قید نہیں کیا بلکہ یہ ایک قوم تھی کہ جو صحراؤں سے اٹھی تھی اور یاجوج ماجوج دراصل جو لفظ ہے hagog magog یہ یورپ میں بھی مستعمل ہیں بلکہ فرانس کے town hall کے سامنے کبھی ان کے دو مجسمے لگے ہوئے تھے۔ megog اور hagog ان کو کہا کرتے تھے۔ حضرت نوع کے تین بیٹے سام، حام اور یافث تھے انہی میں سے تھے۔ وحشی جنگلی تاتاری، انہی میں سے منگول تھے انہی میں سے اب ہونز تھے۔ انہی میں سے chinese ہیں۔ اور ان کی بربریت مشہور ہے تو یہ زمین پہ بڑی کثرت سے ہیں مگر جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پہ ایسا رعب رکھا ہوا ہے بلکہ آپ دیکھیں گے china میں کبھی یہ عادت پیدا نہیں

Marfat.com

ہوتی کہ اپنے انقلاب کو باہر لائے حالانکہ روس انقلابی تھا تو اس نے ساری دنیا پر Revolution لانے کے لئے Material Dialectics کی کوشش کی مگر چائنا نے اور زیادہ Powerful ہونے کے باوجود بھی کبھی اپنے ملک سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ سدِ سکندری جو ذوالقرنین نے اس وقت اور اس کے علاوہ بھی یاجوج وماجوج کو جس چیز نے قید کر رکھا ہے وہ تقدیرِ الٰہی ہے اور زمانہ آخر میں جب باقی قومیں مسمار ہو جائیں گی تو یہ زندہ بچ جائیں گے اور یہ نکلیں گے اور آپ سوچ لو ایک ارب انسان جب اپنی خوراک کے لئے نکلے گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پوری ہوگی کہ پانی کا ایک ایک قطرہ سمیٹ جائیں گے خوراک کا ایک ایک ذرہ کھا جائیں گے بلکہ زندہ انسانوں کو کھائیں گے اور پھر ایک virus سے سارے مر جائیں گے ان کی گردنوں کے گرد پھوڑے نکلیں گے most probably کتے، بلیاں، چوہے تو اب بھی یہ صاف کر جاتے ہیں اور ان کی عادات تمام کی تمام وہی ہیں جو کتاب ہائے حدیث میں قوم یاجوج وماجوج کی آئی ہیں مگر ان کا self check اتنا اچھا ہے کہ اب بھی آپ اگر china کو دیکھیں تو پچیس سال کے لئے انہوں نے کسی قسم کی مداخلت اور جنگ اپنے اوپر بند کی ہوئی ہے تو وہ بڑی سیانی قوم ہے۔ آپ بھی سمجھیں کہ یاجوج ماجوج کی شرط پچیس سال میں سے دس گزر گئے ہیں پندرہ باقی ہیں۔

بچوں کی کردار سازی میں اسلام کا کردار

سوال: آج کے دور میں ہم اپنے بچوں کے کردار اور شخصیت کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کے لئے کیا اقدام کریں؟

جواب: صرف ذاتی مثل ایک بڑے اچھے Educationist نے لکھا ہے۔ ہم تو مسلمان ہیں مگر اس بڑے Top کے Educationist نے ایک بڑی معقول بات کی کہ لوگ مقدر پرست تو ہوتے ہیں مگر بچوں کے معاملے میں نہیں۔ ہم تو ایسے بڑی بات کرتے ہیں کہ جبر ہی جبر ہے، تقدیر ہی تقدیر ہے مگر جب اپنے بچوں کی باری آتی ہے تو یہ مقدر پرست نہیں ہوتے ان کو

کیوں یقین نہیں آتا کہ اس بچے کا مقدر ڈاکٹر بننا نہیں یا انجینئر بننا نہیں یا اس کا مقدر کیا ہے۔ وہ اپنے بچوں کی نشو نما اپنے جنون اور آسیب سے کرتے ہیں جس ماں نے کبھی میٹرک پاس نہیں کیا، کیا وہ اس پہ جوتیاں اس لئے لگا رہی ہوتی ہے کہ Beacon House میں فرسٹ آئے اور جس باپ کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا شعور نہیں ہوا وہ خواب دیکھ رہا ہوتا ہے کہ میرا بچہ P.hd کر کے یونیورسٹیاں تباہ کرے اور خواتین و حضرات اس قسم کی جبریت ہماری Wishfull thinking ہے۔ یہ ہماری ideal خواہش ہے اس کو ہم عقل نہیں کہہ سکتے۔ ہر بچے کی اپنی capacity ہے اب اگر دیکھو تو یہ انگریزی اور دوسرے سکولوں کے بچے جب چلتے ہوئے نظر آتے ہیں بے چارے ٹانگیں گھسیٹ رہے ہوتے ہیں، کتابوں کے بوجھ تلے اتنا وزنی کتابوں کا تھیلا اٹھاتے اٹھاتے یہ بچے شروع ہی سے تھک جاتے ہیں۔ آگے بڑھ کر ان کو آپ پانچویں میں فرسٹ کرالو، مائیں سخت ہوتی ہیں، مار پیٹ کرتی ہیں، سرزنش کرتی ہیں پانچویں چھٹی میں فرسٹ کرا لیتی ہیں مگر جب بڑی کلاسوں میں پہنچتے ہیں تو یہ پھر فیل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ incompetence ہو جاتی ہیں اسی وجہ سے ہے کہ

we don't agree with God

ہم اپنے بچوں کی اہمیت جاننے کی کوشش نہیں کرتے، ہم پہ تو جنون سوار ہے کہ یہ فرسٹ کیوں نہیں آ رہا، سیکنڈ کیوں نہیں آ رہا اگر ہم بچوں کو نارمل وقت دیں، ان کی نارمل تربیت کریں اور خدا سے راضی رہیں کہ جو علم جو رتبہ جو مرتبہ جو مال اس نے کسی کو دینا ہے وہی دینا ہے تو ہم اپنے بچوں کی بہت بہتر تربیت کر سکتے ہیں۔

موحد کا خبطی ہونا کیا گناہوں سے برأت ہے؟

سوال: پروفیسر صاحب اس بات کی وضاحت کریں لا الہ اللہ کہنے کے بعد خبطی ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان زنا کرے چوری کرتا رہے اس کی پکڑ نہیں؟

جواب: خواتین و حضرات! یہ جو میں نے آپ کو حدیث سنائی اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

دیکھئے بات یہ ہے کہ کچھ افعال ہمارے اس دنیا پہ ہیں اور ہم پر شریعت کے کچھ قوائد نافذ ہیں اور اگر آپ اس کا گواہ رکھتے وہ تمام اعمال جس پہ کوئی گواہ ہوگا وہ west ہو یا east میں ہو وہ خدا کا قانون ہو یا کوئی دوسرا قانون ہو۔ قرآن وشریعت سے مراد یہ ہے کہ دنیا کے جتنے قوانین ہیں جیسے West نے دیئے ہمیں جیسے american Civilization میں ہیں Birtish civilizaiton میں ہیں وہاں کے قانون اور ہمارے قوانین سے مکمل اتفاق نہیں کرتے غلطیاں ہوتی ہیں سزائیں ہوتی ہیں پھر جو ثبوت مل جائے جو گواہ مل جائے اگر آپ کی شریعت نافذ ہوگی تو جو ثبوت ملیں گے گواہ ملیں گے اس کا تعلق آپ کے مذہب سے نہیں ہے یہ میں آپ کو بات سمجھانے کے لئے کہہ رہا ہوں کہ آپ کی خطا آپ کے زنا آپ کی چوری اس کا تعلق آپ کے مذہبی فکر سے نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے شریعت کی صورت میں ایک safe area دیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا ہے کہ اگر میری مرضی کے مطابق معاشرہ ترتیب دو گے تو خدا نے کہا کہ تم بڑے آسان رہو گے "مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى" (طٰہٰ: آیت 2) میرے سسٹم میں مشقت نہیں ہوگی میرا سسٹم بڑا درست رہے گا، عزت سے رہو گے محبت سے رہو گے اور اس میں قوانین بالکل ویسے لاگو ہونگے جیسے آج کوئی چوری کرتا ہے he has a punishment، سزا میں فرق ضرور ہے ادھر جیل میں ڈال دیں گے۔ ادھر ہاتھ کاٹ دیں گے اس لئے کہ قرآن اور اللہ کی شریعت compensation میں یقین رکھتی ہے۔

British law میں compensation کوئی نہیں ہے۔ ایک آدمی جس کی بیٹی کا جہیز ہے اور تیار بیٹھا ہوا ہے۔ بڑی مجبوری سے جب اس نے جمع کیا اور چور آکر اس کو لوٹ کر چلا جاتا ہے تو اس کو جیل جانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ آپ کو اس شخص سے پوچھنا چاہیئے۔ اور قرآن میں تمام قوانین compensation کے law ہیں کہ maximum compensation انسان کو کس طرح دی جا سکتی ہے۔ آپ اس غریب شخص سے جا کے پوچھو کہ تو اس شخص کو کیا سزا دینا چاہتا ہے جس نے تیری عزت، بھرا بھرایا مال، جس نے تیرے مشکل ترین وقت میں تجھے برباد کر دیا ہے تو مجھے یقین ہے وہ کہے گا اس کو قتل کر دو۔ اس کی گردن

Marfat.com

اڑادو مگر چونکہ اس نے قتل نہیں کیا ہوتا اس لئے قرآن اس کا ہاتھ کاٹ دیتا ہے کہ اگر یہ ایک انسان کے مکمل بربادی ذہن کا باعث بنا ہے تو practically کسی دوسرے کی بربادی کا باعث نہ بنے۔آج تک جتنے قوانین بنائے گئے ہیں یورپ میں اصلاح کے phychologists وہاں جاتے ہیں۔مجرمین کی اصلاح کرتے ہیں اس کے باوجود امریکہ میں پندرہ برس پہلے newyork میں موت کی سزا معطل کردی گئی تھی اور یہ کہا گیا تھا کہ یہ ظلم ہے جبر ہے مگر پندرہ سال کے بعد Mayor نے Capital Punishment دوبارہ عائد کردی تو پتا یہ چلا کہ اس عرصے میں تمام اصلاح کے باوجود جو طریقہ کار تھے وہ فیل ہو گئے تو زنا اور شراب کا تعلق انسان کے اعتبار یقین سے نہیں ہے۔یہ وقتی کیفیتیں ہیں۔جب ایک وقتی کیفیت ہو گی تو اس کے بعد کی کیفیت ایمان کی ہوسکتی ہے جیسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو زنا کرتا ہے ایمان رخصت ہو جاتا ہے پھر پلٹ آتا ہے چوری کرتا ہے اس کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے پھر پلٹ آتا ہے تو ایمان کا تعلق ذہن سے ہے داخلی سوچوں سے ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مطلق ہے کہ باوجود ہر گناہ کے اگر کسی نے اللہ پہ یقین رکھا تو یقیناً جنت میں جائے گا اور اسے دوزخ کی آگ نہیں جلائے گی۔اس سلسلے میں میں آپ کو ایک آخری حدیث بھی سنادوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ حدیث قدسی ہے اور مسلم اور بخاری میں ہے کہ اللہ نے جبریل امین سے پوچھا کہ تو نے اس گناہ گار کو دیکھا وہ کیا کہتا ہے تو کہا اے پروردگار یہ گناہ گار تجھ سے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہے۔اللہ نے فرمایا کہ اچھا یہ جانتا ہے کہ میں ہوں۔جبریل امین نے کہا ہاں یہ تو آپ کو اللہ مانتا ہے لہٰذا اللہ نے جبریل سے کہا کہ اسے کہو کہ میں نے اسے معاف کردیا۔ اس شخص نے پھر گناہ کیا جب گناہ کیا تو پھر توبہ کی تو اللہ نے کہا جبریل اس نے پھر گناہ کیا اور پھر توبہ کی اس کو تو پکا پتا ہے کہ میں ہوں جا اسے کہہ دے کہ میں نے اسے معاف کیا۔ اس شخص نے پھر گناہ کیا پھر توبہ کی تو اللہ نے کہا جبریل اس کو بالکل پکا ہی پتا ہے کہ میں اللہ ہوں اور بخشنے والا ہوں اس کو کہہ دے جو مرضی کر میں نے تجھے بخش دیا۔ یہ ذہنی questions ہوتے ہیں۔اعتبار کی بات یہ ہے کہ میں ہزار غلطیوں کے باوجود اپنے باپ کو

Marfat.com

باپ ہی جانتا ہوں۔ میں اُس اللہ کا بندہ ہوں۔

غیر متوازن ماحول میں انسان متوازن کیونکر ہو؟

سوال: آپ انسانی زندگی میں توازن پیدا کرنے پر زور دیتے ہیں مگر جب ماحول اور معاشرے کے اندر توازن موجود ہی نہیں اور ہر طرف گھٹن، جبر اور استحصال ہے تو پھر آپ انسان سے کیونکر مطالبہ کر سکتے ہیں کہ وہ اس indifference ماحول میں اپنے اندر توازن پیدا کرے۔ مثلاً ابھی جبر کے متعلق بات کی ہے کہ مسلم امہ تو ڈکٹیٹر شپ کے اندر رہ رہی ہے یا بادشاہت کے اندر رہ رہی ہے لہٰذا ڈکٹیٹر شپ تو سوچ پہ پہرہ لگا دیتی ہے اور مسلم امہ چودہ سو سال سے اس کا سدِ باب نہیں کر سکی۔ آپ اس سے کیسے توقع کرتے ہو کہ اس کے رویوں میں Extremism، پیدا نہ ہو اور یہ متوازن رہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس سوال کا دوسرا حصہ یہ ہے، کہ سر، وہ لوگ جن کا علم ان کی عقل سے بڑھ جاتا ہے وہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتے ہیں ایسے ہماری تاریخ میں سینکڑوں لوگ گزرے ہیں ان کو آپ کس زمرے میں شامل کریں گے؟

جواب: یہ دونوں سوال جو بڑی دور دور کے ہیں آپ نے دو بڑی کائناتی ends ملانے کی کوشش کی ہے پہلے دوسرے سوال کا جواب دے دوں جو لوگ بھی علم میں حد سے بڑھتے ہیں مکمل جبریت کے قائل ہوتے ہیں اس لئے وہ دخل نہیں دیتے مقدر میں اور جو نارمل لوگ ہیں وہ مقدر میں دخل دینے کی کوشش کرتے ہیں ایک بندہ رنجیدہ ہے تو وہ کوشش کرے گا کہ اس میں اسکا رنج اتنا بڑھ جائے کہ وہ ایک اضطرابی کیفیت میں جا کر کسی کے قتل کا باعث ہو جائے کسی سے جنگ کا باعث ہو جائے یہ اتنی بڑی امت جو ہے تمام تر اگرچہ ان یورپی دعوے داروں کے سامنے مقہور و مجبور feel کر رہی ہے ہم اتنے مجبور بھی نہیں ہیں جب تک ہمیں احساس مجبوری نہ دلایا جائے بلکہ عراق میں اس میں چند ایک مجاہدین نے ہمیں سبق دیا ہے تو چند ایک نے اتنی بڑی قوت کو اس بری طرح رسوا کر دیا کہ وہ بھاگنے اور چھوڑنے پہ آمادہ ہو گئے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ ہے کہ جو لوگ مقدر پہ یقین رکھتے ہیں وہ شاید زیادہ تگ و دو کرتے ہیں۔ وہ اپنے افعال کے نتائج مرتب نہیں کرتے اتنی

Marfat.com

important بات ہے جو شاید آپ کے مقدر کے ضمن میں نہ سنی ہو چونکہ زندگی میں متحرک رہنا ،کام کرنا اس کا تعلق مقدر کے نتائج سے نہیں ہے فرض کرو کہ اگر میں یہ جانتا بھی ہوں کہ مجھے کدھر جانا ہے میرا کیا انجام ہے میرا علم کہتا ہے کہ میں اپنے انجام میں مداخلت نہیں کرسکتا میں کام کرتا چلوں، صبح کروں، دوپہر کروں، شام کروں بغیر اس خواہش کے کہ میرا انجام کیا ہوتا ہے تو یہ ایک بہت بڑے صبر واستقامت کی بات ہے۔ بہت بڑے علم کی بات ہے اس لئے شاید صوفیاء الٰہیات یا اللہ کے وہ بندے دوسرے بندوں پر سبقت لے جاتے ہیں اور قرآن میں انہیں اصحاب قوت کے نام سے پکارا جاتا ہے وہ دوسری طرف جیسے آپ رنج و بلا کی بات کررہے ہیں یہ عمل او رردعمل جاری رہتا ہے حتیٰ کہ جب یہ عمل ان اعمال کو کھالیتا ہے شاید جب خداوند کریم کا طریقہ throughout history یہی ہے ہمیں religious history بتاتی ہے کہ جب ظلم وتشدد گناہ گاری اتنی بڑھ جاتی ہے تو قرآن ایک قانون دیتا ہے کہ بہت ساری قوموں کو ہم نے اس وقت تھام لیا ہے جب اپنی معیشت پہ اترا رہے تھے۔ فرمایا جب ہم قوموں کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اس کے امراء اور روٴسا کو گناہوں کی طرف مائل کرتے ہیں تو قرآن بھی کچھ قانون دیتا ہے جب ہم اس قانون کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آج کے جبار کل کے مظلوم ہیں او رکل کو شاید انہیں ظالمین پر آپ کو ترس آئے گا۔اب بھی میں feel کرتا ہوں جو کچھ انہوں نے کرنا تھا وہ کر چکے ہیں مگر مسلمان تو سو چکے ہیں ان کی غیرتوں کو وہ اکسا چکے ہیں او رجو retaliation کا دور اب شروع ہونے والا ہے یہ کوئی نیا نہیں ہے۔ اگر آپ اس کو historical parallel لیں تو پہلے بھی تاریخ میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں بالکل وہی توازن تاریخ اب بھی جاری ہورہا ہے ابھی اس طرح یورپین آرہے ہیں ابھی ان کے گماشتے اسی طرح مسلمانوں کو ڈانٹ رہے ہیں۔ اب بھی اسی طرح صلاح الدین ایوبی کی طرح ایک بادشاہ گھر گھر جارہا ہے رو رہا ہے پیٹ رہا ہے کہ خدا کے لئے اکھٹے ہو جاوٴ کسی طریقے سے بدقسمتی سے اس وقت ہماری صفوں میں صلاح الدین نہیں ہے مگر ہمارے لوگ feel کررہے ہیں کہ ہمیں ایک مقصد کے لئے اکٹھا ہونا چاہیے مجھے یقین ہے انشاءاللہ

Marfat.com

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا

سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

خواتین وحضرات! میں بے حد وحساب شکر گزار ہوں، میں نے شاید پہلے بھی آپ سے کہا تھا کہ آپ کا صبر آزمایا جائے گا آپ کو بہت سی باتیں سننی پڑیں گی بہت سوال وجواب مَاشَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ آپ نے بڑے حوصلہ اور صبر سے میری باتیں سنیں او برا منائے بغیر سنیں اور I am very very thankful to you انشاءاللہ تعالیٰ ایسے خوبصورت ماحول اور اتنے پرسکون حالات میں انشاءاللہ پھر بھی ملاقات کی حسرت رہے گی اور میں اور آپ، اب مل کر خدا کے حضور دعا گو ہیں اور انشاءاللہ تعالیٰ العزیز اللہ تعالیٰ ہمیں برکتیں اور کرم بخشے۔ آمین

یہ آسماں بھی رستہ ہے

پروفیسر احمد رفیق اختر